احمدیت کا نفوذ
صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں
عمائدینِ احمدیت کی ایمان افروز داستان
جلد دوئم
محمد اجمل شاہد
شمس الدین اسلم
اِدارہ تحقیق الادیان ریاستہائے متحدہ امریکہ

احمدیت کا نفوذ

صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں

(عمائدینِ احمدیت کی ایمان افروز داستان)

جلد دوئم

مرتبہ

محمد اجمل شاہد

سابق مربی سلسلہ پشاور

سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا (مغربی افریقہ)

شمس الدین اسلم

سابق نائب امیر اوّل مقامی۔ ضلع پشاور و صوبہ سرحد

سابق ناظم مجلس انصار اللہ ضلع و صوبہ

صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

نام کتاب : احمدیت کا نفوذ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں

جلد دوئم

مرتبہ : محمد اجمل شاہد (سابق مربی سلسلہ پشاور)
سابق امیر ومشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا (مغربی افریقہ)
شمس الدین اسلم
سابق نائب امیر اوّل مقامی- ضلع پشاور وصوبہ سرحد
سابق ناظم مجلس انصار اللہ ضلع وصوبہ

منظور شدہ : وکالت تصنیف- لندن

سال اشاعت : 2017ء

تعداد : 1000

کتاب خریدنے کیلئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ کریں:

Malik Mohammad Safiullah
8 Mliady Road Toronto
M9L 2H8 ON
Canada.
Ph. 416-846-3000
qadiani@yahoo.com

M. A. SHAHID
6248 Stone Hills Ct.
Port Tobacco - MD 20677,
U.S.A
Ph. 267-205-2660
majmalshahid@gmail.com

Printed In INDIA

انتساب

شہدائے احمدیت صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے نام
جنہوں نے غیر معمولی ایمانی جرأت اور
استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
اپنی عزیز جانوں کا نذرانہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش فرمایا۔
اور اس طرح اس سنگلاخ علاقہ میں
شجر احمدیت کی آبیاری فرمائی۔
فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ○
(الاحزاب:24)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

فہرست مضامین

احمدیت کا نفوذ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں - جلد دوئم

۞

۞۞

عرض حال

آج سے تقریباً بیس سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اپنے آباؤ اجداد کے اذکار کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پھر خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخوا کے بزرگوں کے حالات کو محفوظ کرنے کا ذکر کیا تھا تا کہ ان کی اولادیں اپنے آباؤ اجداد کے نقوش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں حضور کو جب معلوم ہوا کہ علاقائی مجلس انصار اللہ صوبہ سرحد کے ان تمام بزرگوں کے احوال کو شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے تو اس پر حضورؒ نے خاکسار کے نام اپنے مکتوب گرامی مورخہ 8/اگست 1994ء میں بڑی خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔

خاکسار کو اس امر کا انتہائی قلق ہے کہ بوجوہ یہ کام اس وقت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا تاہم الحمدللہ یہ کتاب پانچ سال قبل معرض وجود میں آگئی اور خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ امریکہ کے موقع پر بمقام مسجد بیت الرحمن سلور سپرنگ میری لینڈ مورخہ 25 جون 2012ء کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستخط حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب مبارک پر ثبت فرمائے۔ ازاں بعد جلسہ سالانہ یوکے کے موقعہ پر مکرم مولانا محمد اجمل شاہد صاحب کو بھی یہ کتاب حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت ملی اور حضور نے اس کتاب کی طباعت پر مسرت کا اظہار فرمایا اور ہماری اس حقیر کاوش کو سراہا۔ نیز اس کتاب کو مزید بہتر اور مکمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

حضور کے ارشاد کے مطابق ہم نے اس وقت سے اس صوبہ کی تاریخ کے ان حصوں کو جو تشنہ تکمیل تھے ان کو مکمل کرنے کے لئے اپنی کوشش شروع کر دی اور احباب جماعت کو متعدد اطلاعات اور اعلانات کے ذریعہ بھی توجہ دلاتے رہے۔ اس عرصہ میں ہم حضور کی خدمت میں

دعا کے لئے عرض کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضور انور کی دعاؤں اور توجہ سے ہی اس کام کو کسی حد تک مکمل کرنے میں کامیاب ہوسکے ہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ہم چند سال کے قلیل عرصہ میں ''احمدیت کا نفوذ۔صوبہ خیبر پختونخوا میں'' کو جلد دوم کی صورت میں ہدیہ ناظرین کررہے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے کسی حد تک اس صوبہ سے احمدیت کی تاریخ پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ تاریخ کا کام مسلسل ترقی پذیر رہتا ہے اور کسی مرحلہ پر بھی اس کی تکمیل کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

آخر میں ہم وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ، نظارت اصلاح وارشاد ربوہ، وکالت تصنیف لندن اور مکرم سید ساجد احمد صاحب سیکرٹری اشاعت جماعت احمدیہ امریکہ کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کتاب کی منظوری کے سلسلہ میں بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ قارئین سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

خاکسار شمس الدین اسلم

درخواست دُعا: کتاب ''احمدیت کا نفوذ صوبہ سرحد (پختونخوا) میں۔جلد دوم'' کی اشاعت بوجوہ طول پکڑ گئی۔ اسی اثناء میں اس پروجیکٹ کے روح رواں مکرم شمس الدین اسلم صاحب سابق نائب امیر و ناظم علاقہ مجلس انصار اللہ صوبہ پختونخوا 12 اپریل 2017ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی شدید خواہش اور کوشش تھی کہ یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہوسکے لیکن افسوس ہے کہ یہ ممکن نہ ہوسکا۔ ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
ان کی وفات کے بعد یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔ خاکسار دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ مرحوم کی خدمت سلسلہ کیلئے تمام مساعی کو قبول فرمائے اور اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

محمد اجمل شاہد — 18 اکتوبر 2017ء

پیش لفظ

خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے ہمیں اپنی کتاب ''احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) میں'' کی دوسری جلد کی اشاعت کی توفیق مل رہی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں اس کتاب کو تمام جماعت میں اور خاص طور پر صوبہ سے تعلق رکھنے والے اکثر افراد میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور ہماری اس حقیر کاوش کو بہت سراہا گیا۔ الحمد للہ۔ بعض افراد جماعت نے ہماری غلطیوں کی نشاندہی کی اور اسے بہتر صورت میں دوبارہ پیش کرنے کے لیے اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اسی طرح متعدد افراد نے ہمیں اپنے آبا و اجداد کے متعلق نیا مواد ارسال کیا۔ جزاھم اللہ خیراً۔ جو کہ اب ہم حسبِ وعدہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

واضح رہے کہ ہر شخص کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بزرگوں اور اقارب کا ذکر تفصیل سے کیا جائے اور ان کی مہیا کردہ ساری معلومات، تصاویر وغیرہ کو شامل اشاعت کیا جائے۔ لیکن بوجوہ یہ ممکن نہیں اور ہمیں اسے مختصر کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کیونکہ دورِ حاضر کا یہ تقاضا ہے کہ ایسی کتب مختصر اور جامع ہوں تا کہ تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے۔ زیادہ طویل اور ضخیم کتب عدم توجہ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ بزرگان اور اصحاب کا ذکر محفوظ کر دیا جائے اور صوبہ میں جماعت احمدیہ کی تعمیر و ترقی کی تاریخ اور اس کے نشیب و فراز کے اہم پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے۔ امید ہے اس طرح یہ کتاب خاص طور پر نئی نسل کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکے گی۔ ہم اپنے اس مشن میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا علم آپ کے ردِ عمل اور تأثرات سے ہو سکے گا۔

بہر حال مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بزرگان جماعت اور ان کی خدمات کا ذکر محفوظ

کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اگر تاریخی لحاظ سے کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ صوبہ خیبر پختونخوا کی تعمیر و ترقی میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نیازی کے بعد مکرم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ انہوں نے اس علاقہ میں تبلیغی کام کرنے کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ سرحد کی تاریخ بھی مرتب کی جو 1959ء میں شائع ہوئی۔ یہ تاریخ اس دور کی ایک اہم دستاویز ہے جو آئندہ مؤرخین احمدیت کو ہمیشہ زیر بارِ احسان رکھے گی۔ ہم نے بھی اس کتاب کی تدوین میں اس دور کی تاریخ سے پورا استفادہ کیا ہے۔

جلد دوم میں کتاب کے نام میں ہلکی سی تبدیلی کی گئی ہے۔ یعنی صوبہ سرحد کے سابقہ اور اصل نام کو اوّلیت دی گئی ہے اور صوبہ کے خیبر پختونخوا کے نئے نام کو بریکٹ میں کر دیا گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض احباب اور خاص طور پر مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کا اس امر کے لئے اصرار تھا کہ چونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس صوبہ کو اس نام سے یاد فرمایا ہے اس لئے اس نام کا قائم رکھنا بابرکت ہے۔ یہ جذبہ قابل قدر ہے۔ اس لئے نام میں یہ تبدیلی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے حصہ دوئم کی تدوین و تزئین اور اعانت کے لئے بعض افراد جماعت نے خصوصی دلچسپی کا عملی اظہار کیا ہے، ان کے اسماء بغرض دعا درج ذیل ہیں:

مکرم ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب آف آسٹریلیا، مکرم فضل محمد خان صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ مریم بیگم صاحبہ، مکرمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ والدہ محترم سردار امجد زمان صاحب اور عزیزہ ہبۃ النور صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر نعیم اللہ شاہد صاحب گرافکس ڈیزائنر۔ فلاڈلفیا۔

خاکسار

محمد اجمل شاہد 15 اکتوبر 2017ء

○

الہامات، کشوف ورویاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں کابل اور صوبہ سرحد کے شہروں اور ان کے باشندوں کا ذکر

1881ء

''ایک دفعہ صبح کے وقت کچھ تھوڑی غنودگی میں یک دفعہ زبان پر جاری ہوا:

عبداللہ خان ڈیرہ اسماعیل خان

چنانچہ چند ہندو جو اس وقت میرے پاس تھے اور ابھی تک اسی جگہ موجود ہیں، ان کو بھی اس سے اطلاع دے دی گئی۔ اور اسی دن شام کو ایک شخص جو اتفاقاً انہیں ہندوؤں میں سے تھا، ڈاکخانہ کی طرف گیا تو وہ ایک صاحب عبداللہ خان نامی کا خط لایا جس کے ساتھ کسی قدر روپیہ بھی آیا۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم بحوالہ تذکرہ صفحہ 32)

1882ء

''ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ:

آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے

یہ پیشگوئی بھی بدستور معمول اس وقت چند آریوں کو بتلائی گئی اور یہ قرار پایا کہ انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاکخانہ میں جاوے۔ چنانچہ ایک آریہ ملاوامل نامی اس وقت ڈاکخانہ میں گیا اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں اور ایک خط لایا جس میں لکھا تھا کہ یہ دس روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجے

ہیں۔ چونکہ ارباب کے لفظ سے اتحاد قومی مفہوم ہوتا تھا اس لئے ان آریوں کو کہا گیا کہ ارباب کے لفظ میں دونوں صاحبوں کی شراکت ہونا پیشگوئی کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ مگر بعض نے ان میں سے اس بات کو قبول نہ کیا اور کہا کہ اتحاد قومی شے دیگر ہے اور قرابت شے دیگر۔ اور اس انکار پر بہت ضد کی۔ ناچار ان کے اصرار پر خط لکھنا پڑا اور وہاں سے یعنی ہوتی مردان سے کئی روز کے بعد ایک دوست منشی الٰہی بخش نامی نے جوان دنوں میں ہوتی مردان میں اکاؤنٹنٹ تھے، خط کے جواب میں لکھا کہ ارباب سرور خان، ارباب محمد لشکر خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ اس خط کے آنے پر سب مخالفین لاجواب اور عاجز رہ گئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم بحوالہ تذکرہ صفحہ 44)

1883ء

''پھر ایک فقرہ ہے جس کے معنی معلوم نہیں اور وہ یہ ہے:

''ہِی ہالٹس ان دی ضلع پشاور'' یعنی: He Halts In The Zilla Peshawar

(مکتوبات احمد جلد اوّل بحوالہ تذکرہ صفحہ 92)

1903ء

''کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔'' (تذکرہ صفحہ 403)

1905ء

''آہ نادر شاہ کہاں گیا!'' (تذکرہ صفحہ 461)

1907ء

''ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے۔'' (تذکرہ صفحہ 595)

ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تاریخ کی جگالی کرتے رہنا

''میں بھی کہتا رہا ہوں اور مجھ سے پہلے خلفاء بھی خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی کہتے رہے ہیں کہ اگلی نسلوں کو اپنے بزرگوں کے واقعات اور حالات اور تاریخ کی جگالی کرتے رہنا چاہئے تاکہ اگلی نسلوں کا بھی جماعت سے مضبوط تعلق پیدا ہو اور ان کی تربیت بھی ہو۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2012ء)

نیکیوں کو جاری رکھنا ہے

''ہم نے اپنے آباء واجداد کی نیکیوں کو جاری رکھنا ہے اور نہ صرف جاری رکھنا ہے بلکہ ان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی نیک اور صالح پیدا ہوں۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے والی ہوں جس کی خاطر ہمارے بڑوں نے قربانیاں دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آئے اور اپنی زندگیاں گزاریں۔''

(خطبہ نکاح فرمودہ 10 مارچ 2012ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 21 فروری 2014ء)

یہ فخر کسی کام نہیں آئے گا

''ہم میں سے بہت ہیں جن کو اس بات پر فخر ہے کہ ہم ان صحابہؓ کی اولادیں ہیں جن کو پہلوں سے ملنے کا مقام ملا۔ یہ فخر کسی کام نہیں آئے گا اگر ہم نے اپنے

اعمال میں بھی ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاک تبدیلیاں پیدا نہ کیں۔
پس فکر کا مقام ہے اور بہت فکر کا مقام ہے اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2007ء)

صحابہ کے خاندانوں کے بعض افراد

''یہ بھی بتادوں کہ صحابہ کے خاندانوں کے بعض افراد جو جماعت سے دور ہٹ جاتے ہیں، وہ بعض افراد جماعت یا عہدیداروں وغیرہ کے رویہ کی وجہ سے دور ہٹتے ہیں اور پھر نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہمارے بزرگ غلط تھے۔ پس ایسے لوگوں کو ذرا ذراسی بات پر زودرنجی دکھانے کی بجائے اپنے لئے بھی خدا تعالیٰ سے ہدایت پر قائم رہنے کی دُعا مانگنی چاہئے اور جو لوگ وجہ بن رہے ہیں اُن کے لئے بھی دُعا کرنی چاہئے۔ ہمیشہ یادرکھیں کہ ہمارے بزرگوں نے بڑی تحقیق کر کے احمدیت قبول کی تھی، یا اللہ تعالیٰ سے براہ راست راہنمائی حاصل کر کے احمدیت کو قبول کیا تھا۔ وہ بزرگ غلط نہیں ہو سکتے۔ پس صحابہ کی اولاد میں سے ایسے جو کسی بھی وجہ سے دین سے دور ہو گئے ہیں یا جماعتی نظام سے دور ہو گئے ہیں، جن کے ذاتی تصورات یا خیال ان پر حاوی ہو گئے ہیں، انانیت ان پر حاوی ہو گئی ہے، انہیں چاہئے کہ اپنے لئے ہمیشہ راہ راست پر چلنے کے لئے دُعائیں کریں، اپنے بزرگوں کے احسانوں کو یاد کریں جس میں سب سے بڑا احسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر ہمارے خون میں اس فیض کو جاری کرنا ہے۔

اللہ کرے کہ صحابہ کی اولادیں ہمیشہ دین پر قائم رہنے والی ہوں اور ان کے لئے دُعا کرنے والی ہوں نہ یہ کہ کسی بھی قسم کا اعتراض ان کے دل میں پیدا ہو۔''
آمین۔ ثم آمین۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2012ء)

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی پشتو زبان میں نشریات

موجودہ دور میں انٹرنیٹ دنیاوی لحاظ سے انتہائی مفید اور ناگریز ایجاد ہے لیکن قرآن کریم کی پیشگوئی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کے مطابق انٹرنیٹ کا دینی لحاظ سے استعمال سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عالمگیر پیغام کی تبلیغ و اشاعت کا موثر ذریعہ ہے۔ الحمدللہ، ایم ٹی اے کی اسلامی نشریات اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ اس چینل کے ذریعہ اسلام کا پیغام دنیا کی مختلف زبانوں میں دن رات نشر ہو رہا ہے۔

یہ امر خوش آئند ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے ایم ٹی کی نشریات میں پشتو زبان کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ پشتو بولنے والے لوگوں میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو روشناس کرانے کا بہت مفید ذریعہ ثابت ہوگا۔ انشاءاللہ۔

○

افغان اقوام میں احمدیت کا نفوذ

''احمدیت کا نفوذ، خیبر پختونخوا میں'' کی پہلی جلد میں ہم نے بعض الٰہی بشارات کی بناء پر یہ تحریر کیا تھا کہ افغان اقوام میں کثرت سے احمدیت کا نفوذ مقدر ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم خواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ رفیق حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کا ہے۔ آپ کا یہ خواب خلافت اولیٰ کے دور کا ہے۔ اس خواب سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک افغان اقوام احمدیت کی طرف متوجہ نہ ہونگیں بلکہ احمدیت کی آواز سننے کے لیے تیار نہ ہونگیں، لیکن جب احمدیت کو دنیا میں ترقی نصیب ہوگی تو یہ اقوام بھی یکدم پلٹا کھائیں گی اور احمدیت کی آغوش میں آتی چلی جائیں گی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ ایک عرصہ تک جماعت پشاور کے مربی رہے ہیں۔ گذشتہ صدی کے نصف میں حضرت مصلح موعودؓ نے ان کا پشاور میں اس لیے تقرر کیا تھا کہ اس علاقہ کے لوگ آپ سے روحانی استفادہ کر سکیں۔

حضرت مولانا موصوف کا خواب بہت واضح اور معنی خیز ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم جماعت احمدیہ کے کثیر التعداد لوگ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں جمع ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ درس دینے کے بعد مسجد اقصیٰ کے پرانے حصے سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ حضورؓ کا قد اس وقت غیر معمولی اُونچا معلوم ہوتا ہے۔ پاس ہی کابل کا ایک پٹھان کھڑا ہے، اس کا قد حضرت خلیفۃ المسیح ؓ سے بھی اُونچا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کان سے کسی قدر بہرا ہے اور حضرت اس کو اپنی بات سنانا چاہتے

ہیں لیکن وہ نیچے جھک کر اور قریب ہو کر بات سننا نہیں چاہتا۔ اسی اثناء میں حضرت صاحب نے ایک جست کی اور آپ کا قد اس پٹھان سے بھی ایک ہاتھ کے برابر اونچا ہو گیا۔ پھر آپ نے نیچے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ جس پر اس نے چاندی کا ایک خالص روپیہ [1] آپ کی خدمت میں نذر کیا۔ اس کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوئی کہ کابل کی سرزمین میں یک لخت احمدیت پھیلی گی اور سلسلہ کا رسوخ حکومتِ وقت سے بھی بڑھ جائے گا۔''

واللہ اعلم بالصوّاب

(حیات قدسی جلد 4 صفحہ 28)

○

[1] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب میں چاندی کا سکہ دیکھنے کی تعبیر کے متعلق فرمایا: ''خواب میں اگر کسی مسلمان کو چاندی دے تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اسے اسلام سے محبت ہے اور وہ مسلمان ہو جائے گا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 405)

حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے آباءواجداد کا کابل اور پشاور سے ایک تعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی النسل اور خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔آپ کے آباءواجداد میں سے کچھ بزرگ مدینہ سے ہجرت کر کے بلخ آ کر آباد ہو گئے اور انہیں کابل اور غزنی کی ولایت وحکمرانی عطا ہوئی۔چنگیز خان کے حملوں کے نتیجہ میں اس خاندان کو کابل سے ہجرت کرنا پڑی اور وہ ہندوستان کے علاقہ ملتان اور بعد ازاں بھیرہ منتقل ہو گئے۔آپ کے خاندان کے دیگر افراد افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں ،جنہیں یاغستان کہا جاتا تھا،اہم دینی اور دنیاوی مناصب پر فائض رہے۔ان کی بعض اولاد یں ابھی بھی وہاں آباد ہیں اوران کے ناموں کے ساتھ ''شہزادہ'' کالقب استعمال ہوتا ہے۔

(بحوالہ ''Hakeem Noor-ud-Deen:The Way of the Righteous''

مؤلفہ سید حسنات احمد۔کینیڈا۔مطبوعہ 2003 صفحہ 5-6)

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب ؓ نے اپنی خاندانی تاریخ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ:

''یہ عاجز قریشی فاروقی ہے۔میرے خاندان کا شجرہ نسب حضرت عمر ؓ اور پھر حضرت شعیب ؑ سے جاملتا ہے۔میرے آباواجداد ہجرت کر کے کابل سے پشاوراور پھر لاہور پھر قصور اور بعد ازاں بہاول پور کے علاقہ کاٹھی وال میں رہے۔قاضی عبدالرحمان شاطر مدارسی اور بابا نارنجی یاغستانی اس خاندان کے نامور افراد تھے۔

پاکپتن کے حضرت فرید گنج شکر کے والد اور میرے ایک بزرگ سگے بھائی تھے۔
مختصراً یہ کہ بالآخر ہمارے خاندان کا آخری ٹھکانہ بھیرہ قرار ٹھہرا۔"

(الحکم، قادیان مورخہ 14/دسمبر 1912ء۔ بحوالہ:

"Hakeem Noor-ud-Deen : The way of the Righteous"

مؤلفہ سید حسنات احمد کینیڈا۔ مطبوعہ 2003۔ لندن۔ صفحہ 5-6)

○

پنجاب اور صوبہ سرحد ایک ہیں

مئی 1928ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ میں جملہ جماعتوں کو تبلیغی جلسوں کے انعقاد کے لئے توجہ دلائی اس ضمن میں حضورؓ نے پنجاب اور صوبہ سرحد کی جماعتوں کو توجہ دلاتے ہوئے خاص طور پر اس امر کا ذکر فرمایا کہ ان پر تبلیغی کام کی زیادہ ذمہ داری اس لحاظ سے ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ان میں ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں صوبہ سرحد الگ نہیں تھا بلکہ پنجاب کے ساتھ ہی شامل تھا۔ حضورؓ نے فرمایا:

"پنجاب اور صوبہ سرحد کے احباب اگرچہ بہت جوش اور سرگرمی سے کام کررہے ہیں لیکن چونکہ سب سے بڑی ذمہ داری انہی پر ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ پنجاب میں پیدا ہوئے اور جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی اس وقت صوبہ سرحد پنجاب سے جدا نہ تھا بلکہ پنجاب کے ساتھ ہی تھا۔ اس علاقہ کو اب بھی ہم پنجاب سے جدا نہیں سمجھتے۔ اس لئے پنجاب کے ساتھ ہی صوبہ سرحد کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔" (احمدیہ گزٹ قادیان مورخہ 11 مئی 1928ء)

مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب (نائب امیر امریکہ)

خیبر پختونخوا کے ایک خوش قسمت وجود

آپ کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کا ایک کشف

خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍دسمبر 1985ء میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''گزشتہ جمعہ کو چونکہ نماز کا ہی مضمون چل رہا تھا، جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو تہجد کی نماز میں مجھ سے ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جو بعض پہلوؤں سے حیرت انگیز ہے۔ تہجد کی نماز شروع ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا، محسوس نہیں بلکہ اچانک میں گویا ڈاکٹر حمید الرحمٰن بن گیا۔ ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب جن کا میں ذکر کر رہا ہوں اس وقت وہ تو ایک Symbol کے طور پر آئے تھے مگر میں پہلے ان کا تعارف کروا دوں۔

ڈاکٹر حمید الرحمٰن ہمارے ایک نہایت ہی مخلص فدائی احمدی جو صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے خلیل الرحمٰن صاحب، ان کے صاحبزادہ ہیں اور امریکہ میں ڈاکٹر ہیں اور ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام صاحب کے داماد ہیں اور بہت نیک پاک طینت رکھتے ہیں۔ سلسلہ کے کاموں میں قربانیوں میں پیش پیش، سادہ، منکسر المزاج اور جہاں تک انسانی نگاہ کا تعلق ہے تقویٰ شعار انسان ہیں۔

تہجد کی نماز شروع ہوتے ہیں وہ نماز گویا میں نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ میں اور ڈاکٹر حمید الرحمٰن ایک وجود بن کر پڑھ رہے تھے اور کوئی تفریق نہیں تھی۔ یہ کوئی آناً فاناً

واقعہ نہیں ہوا کہ آیا اور گزر گیا بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تہجد کے دوران جب میں سلام پھیرتا تھا تو یہ تصور غائب ہو جاتا تھا اور جب دوبارہ شروع کرتا تھا تو بغیر شعور کے پتہ نہیں لگتا تھا کہ کس وقت یہ واقعہ شروع ہوا ہے اچانک میری Personality میرا وجود جو خدا کو مخاطب کر رہا تھا وہ حمید الرحمٰن تھا۔..........لیکن ساتھ یہ بھی کہ میں بھی ہوں اور اس عجیب امتزاج پر تعجب کوئی نہیں تھا .... یہاں تک کہ قریباً ایک گھنٹہ تک مسلسل یہی کیفیت رہی ہے اور جب یہ کیفیت گئی ہے تو پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا میرے ساتھ۔

اس پر جب میں نے غور کیا تو ایک تو اس میں بہر حال جس وجود کو خدا تعالیٰ نے اس خوشخبری کے لئے چنا ہے اس کے لئے بھی بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن جب میں نے غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اس میں ایک خوشخبری بھی بہت عظیم الشان ہے اور نجات کی راہ بھی ہمیں دکھائی گئی ہے۔ خلیفہ وقت کے وجود میں دراصل ساری جماعت دکھائی جاتی ہے........... یہ خوشخبری تھی کہ مبارک ہو جماعت حمید الرحمٰن بن گئی ہے۔ وہ اپنے رحمٰن خدا کی حمد کے گیت گا رہی ہے کل عالم میں یہاں تک کہ گویا حمید الرحمٰن اور جماعت کا وجود ایک ہی ہو چکا ہے اور دوسری طرف ایک ترقی کی راہ دکھائی گئی ہے اور اس زمانہ کی ساری مشکلات کا حل بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حمید الرحمٰن ہو جاؤ تو تمہیں پھر دنیا میں کسی اور چیز کی پرواہ نہیں رہے گی۔''

حضور انور نے جماعت کو اس حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''پس اپنے رکوع اور سجود کو حمد سے بھر دیں، اپنے سارے وجود کو حمدِ ربِّ رحمٰن سے بھر دیں یہاں تک کہ ساری جماعت خدا کے حضور حمید الرحمٰن بن کر دست بستہ کھڑی ہو جائے۔'' (خطبات طاہر جلد 4 صفحہ 1005-6)

پشتو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ

1989ء میں صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں دنیا کی مختلف 100 زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرانے کی سکیم بنائی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں مرکز نے جماعت احمدیہ پشاور کے امیر صاحب کو پشتو زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا کام سونپا۔

اس مقصد کے لئے جماعت کے کئی ایک بزرگوں سے رابطہ کیا گیا جن میں سے ڈاکٹر پروفیسر محمد اقبال صاحب ایم اے پشتو کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا گیا آپ نے مربی سلسلہ مکرم سید احمد سہیل صاحب کی معاونت سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس ترجمے کی طباعت کا خرچ مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب ابن مکرم شمس الدین خان صاحب نے برداشت کیا تھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

سرائیکی ترجمہ قرآن کریم

صوبہ خیبر پختونخوا میں پشتو کے علاوہ ہندکو، کھووار (چترالی)، کوہستانی اور سرائیکی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ سرائیکی زبان پنجاب کے علاوہ علاقہ جات ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان، اور ٹونک وغیرہ میں بولی جاتی ہے جو صوبہ خیبر پختونخوا کا حصہ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہدایت پر صد سالہ احمدیہ جشن تشکر کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر نے جن پچاس بڑی زبانوں میں مکمل ترجمہ قرآن کریم دنیا کو بطور تحفہ پیش کیا ان میں پشتو کے علاوہ سرائیکی زبان بھی شامل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام زبانوں کی حامل اقوام کو قرآن کریم کی حقیقی تعلیمات کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن مجید کا پشتو زبان میں ترجمہ کا عکس

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

قرآن مجید

سره دَ پښتو ترجمے

په هدایت دَ

امام جماعت احمدیه

حضرت مرزا طاهر احمد خلیفة المسیح الرابع ایّده الله

سریزه

دَ مارچ په دیرلشتم تاریخ ۱۹۸۹ء باندَ دَ جماعت احمدیه پوره یَوه صدی تیَرشوه په دی مبارکه موقع په مناسبت سره دَ خدائے تعالیٰ په حضورکښ دَ تشکر په طور دَ دنیا په نیَځوس ژبوکښ دَ قرآن شریف دَ ترجمو شائع کولو عزم کړی دی ۔ دَ سرکو دراند ترجمه هُــم دَ دی پروګرام لاندِ شائع کیدی شي ۔

دَ دی ترجمے په اشاعت باند توَل خرڅ آنجناب محترم ډاکټر انوار احمد خان چه هغوی دَ خان شمس الدین خان دَ پېښاور څوی دے دَ طرف ادا شوی دی ۔ جزاهُم الله تعالیٰ احسن الجزآء ۔

ترجمه : پروفیسر محمد اقبال ایم ۔ اے

مرسته کوُونکے : سعید احمد خان سهیل مربی سلسله احمدیه

الفاتحة ۱ — ۱

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورة فاتحه ۔ دا سورة مکی دے او لبسم الله سره دَ دے اوَه آیتونه دی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①	(شروکوم) په نامه دَ الله چه ډیر مهربانه (او) بیا بیا رحم کوُونکے دے ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②	دَ هر قسم ستائینے (هُم) الله وړ دے ۔
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③	بے حده کرم کوُونکے او بیا بیا رحم کوُونکے دے ۔
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ④	(او) دَ جزا سزا دَ وخت مالک دے ۔
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ⑤	(یه خدایه) مونږ هُم ستا عبادت کوُو او هُم تا نه مدد غواړو ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑥	مونږ په نیغه لاره روان کړے ۔
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦	دَ هغے خلقو په لاره په چا چه تا انعام کړے دے نهٔ په هغوئ (روستو بیا) غضب نازل شوے (دے) او نهٔ هغوئ (پسته) بے لارے (شوی) دی ۔

عـم ۳۰ — ۹۷۳ — الناس ۱۱۴

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورة ناس ۔ دا سورة مدنی دے او لبسم الله سره دَ دے اوَه آیتونه دی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①	(شروکوم) په نامه دَ الله چه بے حده مهربانه (او) بیا بیا رحم کوُونکے دے ۔
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ②	(مونږ دَ هرے زمانے مسلمان ته وائو چه) ته نورو خلقو ته ګیا او سه وایه زه دَ ټولو انسانانو دَ رب نه (دَ هغهٔ) پناه غواړم ۔
مَلِكِ النَّاسِ ③	(هغه رب) چه دَ ټولو انسانانو باوشاه (هُم) دے ۔
اِلٰهِ النَّاسِ ④	او دَ ټولو انسانانو معبود (هُم) دے ۔
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ⑤	(زهٔ دَ هغهٔ پناه غواړم) دَ هر لوِ وسوسه اچوُونکی دَ شرارت نه چه (هر قسم وسوسے اچولو نه پس) روستو کیږی ۔
الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑥	(او) چه دَ انسانانو په زړونو کښے شک شبے پیدا کوی ۔
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑦	که هغه (فتنه اچوُونکے) پټ او سیدُونکی وی او که عام انسانانو نه وی ۔

مکرم حافظ صاحبزادہ سید محمد طیب لطیف صاحب

نوجوانوں کیلئے حفظ قرآن کی شاندار مثال

مکرم حافظ صاحبزادہ سید محمد طیب لطیف صاحب کے متعلق جلد اوّل میں مختصر ذکر ہو چکا ہے۔آپ کی سیرت کے متعلق ان کے صاحبزادہ مکرم جمیل لطیف صاحب نے ایک نہایت عمدہ کتاب ''حیات طیب'' شائع کی ہے۔اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔اس سے نہ صرف مکرم حافظ صاحبزادہ سید محمد طیب لطیف صاحب کا قرآن مجید سے عشق کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ انہوں نے نوجوانی میں قرآن مجید حفظ کر کے ایک شاندار مثال نوجوانوں کیلئے قائم کی ہے۔عام طور پر بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا جاتا ہے۔عائلی زندگی کی ذمہ داریوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرنا آسان نہیں ہوتا۔یہ صرف قران مجید سے شدید لگاؤ سے ہی ممکن ہے۔(مرتب)

''1930ء میں شادی ہونے کے بعد جب مولیٰ کریم نے آپ کو اولاد سے بھی نوازا تھا، آپ نے اپنے گرد گاؤں کے ڈھیر سارے معاملات، مقدمات کے انبار کے ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم حفظ کرنے کا ارادہ کرلیا اور آپ کی قرآن سے دِلی لگاؤ اور محبت کے بدلے مولیٰ کریم نے ایسا خاص فضل فرمایا کہ صرف اور صرف چار ماہ کے قلیل عرصہ میں سارا قرآن کریم حفظ کرلیا۔آپ کا طریق یہ تھا کہ ہر وقت قرآن کریم اپنے پاس رکھتے اور جب کبھی موقع ملتا وقت ضائع کئے بغیر حفظ قرآن شروع کر دیتے اور امی جان بتاتی تھیں کہ شام کو جو رکوع یاد کئے ہوتے مجھے سناتے۔نہ کوئی استاد نہ کوئی درسگاہ۔ایک لگن تھا اور ایک تڑپ تھی جس نے رستہ میں حائل تمام روکاوٹوں کو عبور کیا اور آپ کو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب کیا۔صرف 4 ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآن کریم حفظ کرنا ایک نشانِ خداوندی سے کم نہیں۔''

(حیات طیب۔صفحہ 92)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

حضرت خان محمد عجب خان صاحب ؓ آف زیدہ

حضرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اس زمانہ کی بعض تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ اس صوبہ کے بعض افراد کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کی صحبت سے استفادہ کریں ان میں سے ایک بزرگ خان محمد عجب خان صاحب آف زیدہ ہیں۔ جب حضورؑ جہلم میں مولوی کریم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں 1903ء میں تشریف لے گئے تو وہ بھی وہاں موجود تھے ان کے اخلاص اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں:

''اس روز 17 جنوری 1903ء کو احاطہ عدالت میں آپ کرسی پر تشریف فرما تھے اور ارد گرد مریدان باصفا نہایت ادب کے ساتھ حلقہ زن تھے اور ہزاروں انسانوں کا مجمع موجود تھا۔ ہمارے محترم مخدوم جناب خان محمد عجب خان صاحب آف زیدہ بھی آپ کی کرسی کے پاس ایڈیٹر الحکم کے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت

جناب محمد عجب خان صاحب آف زیدہ نے جو اس قدر ہجوم اور رجوع مخلوق کا دیکھا اور حضرت اقدسؑ کے چہرہ پر نگاہ کی تو خوشی اور اخلاص کے ساتھ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنی سعادت اور خوش قسمتی کو یاد کر کے (کہ اس وقت اس عظیم الشان انسان کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہے جس کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلام کہا اور جس کا آنا اپنا آنا فرمایا) عرض کیا کہ حضور میرا دل چاہتا ہے کہ میں جناب کے دست مبارک کو بوسہ دوں اس پر حضرت اقدس نے نہایت ہی شفقت کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور خان صاحب موصوف نے بہت ہی متاثر ہو کر اور رقت قلب کے ساتھ آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اس پر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا:

''ہمت نہیں ہارنی چاہئے ہمت اخلاقِ فاضلہ میں سے ہے اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرے۔ بزدلی منافق کا نشان ہے مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے۔ مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو۔ موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے وہ تہور ہوتا ہے۔ مومن میں شتاب کاری نہیں ہوتی بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرت دین کے لئے تیار رہتا ہے اور بزدل نہیں ہوتا۔''

اس موقع پر مولانا عبداللطیف صاحب کابلی نے عرض کی کہ حضور میں نے ہمیشہ آپ کو سورج ہی کی طرح دیکھا ہے۔ کوئی امر مخفی یا مشکوک مجھے نظر نہیں آیا۔ پھر مجھے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں۔ فرمایا:

''آپ نے اس وقت دیکھا جب کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو

نشانہ ابتلاء بنا دیا اور ایک طرح سے جنگ کے لئے تیار کر دیا۔ اب بچ جانا یہ خدا کا فضل ہے۔ ایک شخص جنگ میں جاتا ہے اس کی شجاعت میں تو کوئی شبہ نہیں۔ اگر وہ بچ جاتا ہے تو اسے کوئی گزند نہیں پہنچتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا اور ہر دُکھ اور ہر مصیبت کو اس راہ میں اُٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔''

خان عجب خان صاحب نے بتایا کہ حضور پشاور میں میرے مخالف لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے میرے والد صاحب سے کہا کہ اس کو منع کرو۔ میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ میں نے جس صداقت کو دیکھ لیا ہے اور خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے۔ اب اسے سچائی سمجھ کر میں کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ اگر اب چھوڑوں تو مجھ سے بڑھ کر خطا کار اور زیاں کار کون ہوگا؟ کیونکہ مجھ پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے اور تو کچھ نہیں کہا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ جادو گر ہے۔ فرمایا:

''جادوگر کہلانا قدیم سے انبیاء علیہ السلام کی سنت چلی آتی ہے۔ ہم کو اگر کسی نے جادوگر کہا تو اسی سنت کو پورا کیا۔''

(ملفوظات جلد 5۔ صفحہ 26-27)

○

مزار مبارک حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مجدد صدی سیزدہم

حضرت سیدنا المصلح موعودؓ 19 ستمبر 1956ء میں ضلع ہزارہ کے دورہ کے سلسلہ میں بالاکوٹ کے تاریخی مقام مزار حضرت سید احمد بریلویؒ پر دعا کرنے کے بعد ہاتھ رکھ کر اپنے رفقاء کے ساتھ کھڑے ہیں۔ حضرت سید احمد بریلویؒ کا یہ مزار درختوں کے جھنڈ میں واقع ہے۔ اس کے تعین کیلئے حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ نے یہ کتبہ نصب کروایا۔ جزاہ اللہ خیرا۔

اصحاب احمد علیہ السلام
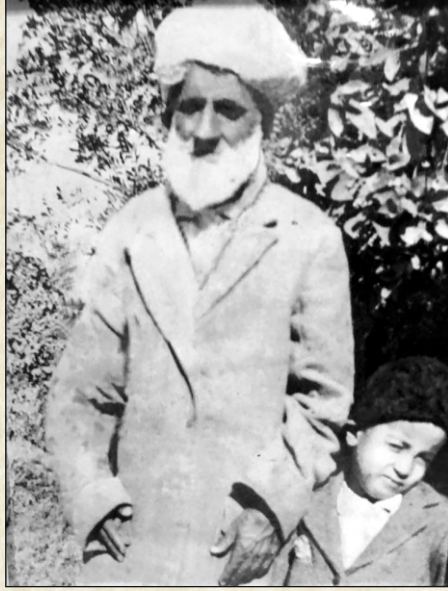
حضرت مولوی محمد صاحب شاگرد رشید حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ نے 1901ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے پوتے مکرم فضل محمد خان صاحب آف ہملٹن، کینیڈا کھڑے ہیں۔

حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ

حضرت مولوی غلام نبی صاحبؓ

آپ حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ کے بھائی اور سلسلہ کے معروف خادم مرزا عبد الرحمٰن صاحب کے والد ماجد تھے۔ آپ بھی صاحب رؤیا و کشوف تھے۔

بائیں طرف سے: حضرت میاں محمد یوسف صاحب۔حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ محترم سید مبارک علی شاہ صاحب محترم عبدالحکیم صاحب آف مردان
کھڑے ہوئے: محترم شیخ عبداللطیف صاحب بٹالوی۔محترم قاضی مسعود احمد صاحب

حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ اور صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب آف ٹوپی

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ 1897ء میں افغانستان حکومت کی طرف سے ڈیورنڈ لائن کمیشن کے ایک اہم نمائندہ تھے۔اس موقعہ پر ہندوستان حکومت کی طرف سے وفد کے ایک رکن مکرم صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب تھے۔ اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ نے صاحبزادہ صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نئی طبع شدہ کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' دی تا کہ وہ خود بھی مطالعہ کریں اور افغانستان میں کسی مناسب شخصیت کو پڑھنے کیلئے دیں۔ صاحبزادہ صاحب یہ معرکۃ الآراء کتاب حضرت سید عبداللطیف صاحب کو مطالعہ کیلئے دی جوان کے قبول احمدیت کا باعث بنی۔افغانستان کے وفد کی اس تصویر میں غالباً پگڑی والے بزرگ حضرت سید شہید مرحوم ہیں۔صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب آف ٹوپی بائیں طرف سے پہلی لائن میں سفید اچکن میں ملبوس ہیں۔

مکرم ملک محمد الطاف خان صاحب آخری لائن میں کھڑے ہوئے افراد میں دائیں طرف سے پانچویں نمبر پر کھڑے ہیں۔

قادیان میں جلسہ سالانہ کے ایام میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے (عین درمیان میں تشریف فرما ہیں) ایک دلچسپ پروگرام شروع کیا تھا۔اس محفل میں دنیا کی مختلف زبانوں میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک تحریر دہرائی جاتی تھی۔اس تقریب میں مسجد اقصیٰ قادیان میں نماز عشاء کے بعد دنیا کی مختلف زبانیں بولنے والے افراد اپنی اپنی زبان میں حضورؑ کی تحریر کا ترجمہ پیش کرتے۔یہ تصویر غالباً 1946 کی ہے جسمیں 47 مختلف زبانیں بولنے والے افراد نے حصہ لیا تھا۔اس جلسہ میں پشتو زبان میں حضورؑ کی تحریر کا ترجمہ پیش کرنے کا شرف مکرم ملک محمد الطاف خان صاحب کو ملا۔ (مرتب)
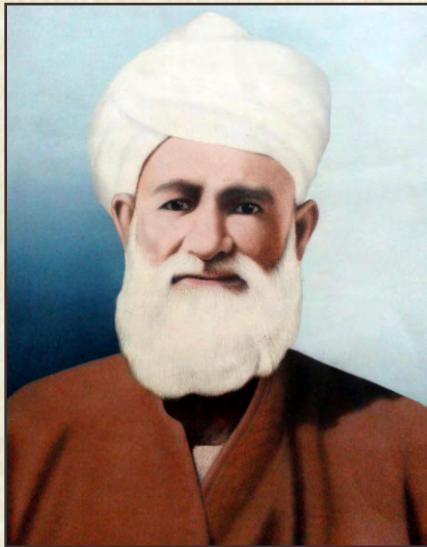
مولوی محمد الیاس خان صاحب

سید عبدالجبار صاحب والیٔ سوات

سید عبدالجبار صاحب والیٔ سوات (دائیں سے بائیں پانچویں نمبر پر، کلاہ والی پگڑی میں)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ اور مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب اپنے مایۂ ناز فرزندان

ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب کے ساتھ

ممبران وکارکنان جماعت احمدیہ نوشہرہ مرکز سے آنے والے چھ مبلغین کے ساتھ

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں): مکرم مولوی غلام احمد مبشر صاحب (مبلغ عدن)۔ مکرم چوہدری محمد اسحاق ساقی صاحب (مبلغ انگلینڈ و سپین)۔ مکرم مولوی غلام حسین ایاز صاحب (مبلغ سنگاپور و ملایا)۔ مکرم مولوی رحمت علی صاحب (مبلغ انڈونیشیا)۔ مکرم شیخ نور احمد منیر صاحب (مبلغ فلسطین، شام، لبنان)۔ مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب (مبلغ ایسٹ افریقہ)۔ مکرم چوہدری فضل حسین صاحب (مرکزی انسپکٹر تحریک جدید)

ایستادہ (دائیں سے بائیں): مکرم کیپٹن محمد خادم حسین صاحب۔ مکرم حاجی مرزا اللہ دتہ صاحب۔ مکرم صوبیدار میجر (ر) سلیم اللہ صاحب۔ چوہدری عبدالستار خادم صاحب۔ مکرم مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ۔ مکرم قاضی محمد رشید صاحب۔ مکرم چوہدری احمد حسن صاحب۔ مکرم چوہدری محمد ایوب صاحب۔

مرکز سے خیر سگالی دورہ پر آنے والے مہمانان کرام عمائدین جماعت کے ساتھ

افغانستان اور صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی فہرست جن کی بیان کردہ روایات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خاص تحریک پر جمع کر کے رجسٹر روایات میں محفوظ کر دی گئیں۔

نمبر رجسٹر روایات	نام صحابی حضرت مسیح موعودؑ	صفحہ نمبر متعلقہ رجسٹر
رجسٹر نمبر 1	حضرت ڈاکٹر محمد الدین صاحبؓ انچارج ہسپتال بنوں	53
رجسٹر نمبر 2	حضرت خانزادہ امیر اللہ خانصاحبؓ موضع اسمٰعیلیہ سب آفس کالوخان ضلع مردان	73
رجسٹر نمبر 4	حضرت عبداللہ خانصاحب ولد عبدالغفار صاحبؓ سکنہ سید گاہ خوست (مقیم قادیان)	178
رجسٹر نمبر 5	1۔حضرت احمد نور کابلی صاحبؓ ولد اللہ نور کابلی (مقیم قادیان) 2۔حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ ولد مراد بخش صاحب سکنہ بنوں 3۔حضرت ملک خان بادشاہ صاحبؓ ولد گل بادشاہ صاحب سکنہ درگئی، خوست	135 94 82
رجسٹر نمبر 7	حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ ہوتی مردان	193

رجسٹر نمبر 8	حضرت مولوی محمد جی صاحبؓ سکنہ کو کھنگ ضلع ایبٹ آباد (مقیم قادیان)	136
رجسٹر نمبر 10	حضرت میاں محمد نواز خان صاحبؓ ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خان	141
رجسٹر نمبر 12	1۔حضرت میاں محمد جان صاحبؓ سکنہ علاقہ تیراہ 2۔حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحبؓ سکنہ اسماعیلیہ تحصیل صوابی مردان	206 315
رجسٹر نمبر 13	1۔حضرت عبدالمجید خانصاحبؓ ولد غلام حسین خان صاحب قوم پٹھان ساکن قصبہ آنو ضلع بریلی 2۔حضرت ملک محمود خان صاحبؓ رئیس بیار تحصیل مردان	179 185
رجسٹر نمبر 14	حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ ریڈر جوڈیشل کمشنر۔پشاور	366

(بحوالہ ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 10 تا 35۔ ایڈیشن 2007)

○

حضرت مولوی محمد صاحبؓ

مکرم مولوی محمد صاحب آف خوست افغانستان حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے بارہ خاص شاگردوں میں سے تھے۔آپؓ کو احمدیت کا تعارف حضرت شہید مرحوم کے ذریعے ہوا۔مکرم مولوی محمد صاحب خود 1901ء میں قادیان تشریف لے گئے تھے اور اس طرح آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ آپ کی بیعت کا ذکر اخبار الحکم قادیان کی 3 دسمبر 1901 کی اشاعت میں ہوا۔آپ کا بیعت نمبر 8 ہے۔اس اشاعت میں صوبہ کے دو بزرگان مکرم عادل شاہ صاحب اور مکرم داؤد شاہ صاحب کا ذکر نمبر 1-2 میں موجود ہے۔

مکرم مولوی محمد صاحب کے والد مکرم حاجی مہر گل صاحب اور آپ کے دادا الحاج محمد حسین خان صاحب تھے۔جن کو دو بار پا پیادہ حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔گویا آپ کو اسلام سے محبت خاندانی طور پر وراثت میں ملی تھی۔اسی بنا پر آپ کا تعلق حضرت شہید مرحوم کے ساتھ تھا۔اور اس طرح سے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ذالك فضل الله یو تیه من یشاء۔

مکرم مولوی محمد صاحب کو افغانستان میں احمدیت کی بناء پر اور صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے غیر معمولی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔حضرت صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم کی شہادت کے بعد ان کے خاندان والوں کا اور دیگر معدودے چند احمدیوں کا افغانستان میں رہنا انتہائی مشکل تھا۔اسی بنا پر حضرت صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم کے خاندان والے خوست سے ہجرت کر کے سرائے نورنگ بنوں میں مقیم ہوئے۔چونکہ سرائے نورنگ میں حضرت

صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم کی خاندانی جائیداد موجود تھی اس لئے انہوں نے خوست سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں قیام کا فیصلہ کیا۔ مکرم مولوی محمد صاحب بھی اپنے بال بچوں کے ساتھ ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے سرائے نورنگ میں رہنے لگے لیکن وہ وہاں خوش نہیں تھے۔ بعد میں جب ان کے دونوں بیٹے مکرم نور محمد خان صاحب اور اور مکرم حبیب احمد خان صاحب بڑے ہو گئے اور بسلسلہ ملازمت بالترتیب مانسہرہ ضلع ہزارہ اور پشاور میں رہنے لگے تو پھر انہوں نے سرائے نورنگ سے قادیان ہجرت کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس طرح آپ 1928ء میں سرائے نورنگ کو خیر باد کہہ کر عازم قادیان ہوئے۔ قادیان میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو از راہ شفقت محلہ دارالرحمت میں ایک قطعہ زمین عطا کیا جہاں وہ اپنا مکان تعمیر کر کے رہنے لگے۔ قادیان میں آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ لال بی بی صاحبہ کے علاوہ آپ کی بڑی بہو طاہرہ بی بی بھی اپنے بچوں کے ساتھ مقیم تھیں۔ طاہرہ بی بی نذر محمد خان جدران ساکن خوست افغانستان درویش 313 کی بیٹی تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم نور محمد خان صاحب نے مانسہرہ میں ملازمت کے دوران دوسری شادی کر لی تھی۔

تقسیم ہند کے بعد جب اکثر احمدیوں کو پاکستان ہجرت کرنی پڑی تو آپ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ قادیان سے پشاور تشریف لے گئے جہاں آپ کے چھوٹے بیٹے مکرم حبیب احمد خان صاحب پہلے سے ہی بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ پشاور شہر میں محلہ نیا دروازہ کے ایک مکان میں رہنے لگے۔ یہ رہائش گاہ بعد میں انکے بیٹے حبیب احمد خان کے نام پر احمدیوں میں حبیب بلڈنگ کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ یہ جگہ اس حلقہ کے احباب جماعت کا مرکز بن گئی تھی اور اکثر جماعتی پروگرام وہاں باقاعدگی سے ہوتے تھے۔

مکرم مولوی محمد صاحب نہایت سادہ اور صوفی منش انسان تھے، نمازوں اور نماز تہجد سے دلی شغف تھا۔ احمدیت کے فدائی تھے۔ جماعت، نظام جماعت اور خلافت سے دلی لگاؤ تھا۔

قادیان سے ہجرت انہوں نے نہایت مجبوری کی حالت میں کی۔ اکثر قادیان دارالامان کو یاد کرکے روتے رہتے اور ٹھنڈی آہیں بھرتے۔ ان کی وفات 2 جنوری 1953ء کو ہوئی۔ آپ موصی تھے اور وصیت نمبر 7193 تھا۔ لیکن بوجوہ ان کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی، وفات سے کچھ دن قبل اپنی زوجہ کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں مجھے ساتھ لے جانے کے لئے کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ نہیں ابھی وقت نہیں ہوا، بہت تھوڑا عرصہ بیمار رہے۔ آخر وقت تک انہیں نماز کی فکر رہتی کہ کہیں قضاء نہ ہو جائے۔ خاموشی میں ہر وقت قرآن مجید کی یاد کی ہوئی سورتیں دوہراتے رہتے۔ بعض اوقات مشہور صوفی شاعر بابا رحمٰن کا کلام سنایا کرتے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ لال بی بی صاحبہ ایک بزرگ خاتون تھیں۔ افغانستان کے ایک ممتاز اور بزرگ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ پشاور میں افغانستان کے اکثر لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے اور باوجود اس کے ان کو علم تھا کہ یہ احمدی ہیں وہ ان سے دعا کے لئے کہنے آتے تھے۔ آپ نے بذریعہ خط سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی۔ آپ نے بہت لمبی عمر پائی اور قریباً 100 سال سے زائد کی عمر میں 12 مئی 1971 میں فوت ہوئیں۔ چونکہ موصیہ تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ آپ نہایت دُعا گو، صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔

مکرم مولوی محمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے 6 بچوں اور متعدد پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں سے نوازا، جو آج دنیا کے مختلف ممالک میں رہائش پذیر ہیں اور جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ کی اولاد میں سے ایک بیٹی زبیدہ بیگم جو کہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھیں جوانی ہی میں فوت ہوگئیں۔ باقی بچوں کے نام یہ ہیں:

ا۔ ماسٹر نور محمد خان صاحب

آپ ایک لمبا عرصہ تک مانسہرہ میں رہے۔ آپ کی دو بیویوں سے اس وقت 8 بچے موجود ہیں۔ ان میں سے مکرم فضل محمد خان صاحب کنیڈا میں مقیم ہیں جن کی شادی اپنی چچازاد مریم

صدیقہ خان صاحبہ سے ہوئی۔ جو اپنے حلقے کی صدر لجنہ اماء اللہ ہیں۔

۲۔ مکرم حبیب احمد خان صاحب

یہ زیادہ تر پشاور ہی میں مقیم رہے۔ انہوں نے بھی دو شادیاں کی تھیں جن سے ان کے 11 بچے فی الوقت موجود ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے اقبال احمد خان صاحب اپنے دوسرے بہن بھائیوں کے ساتھ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ ایک بھائی نصیر احمد خان صاحب تقریباً سات سال تک جماعت اوٹاوہ کے صدر رہے ہیں۔ حبیب احمد خان صاحب بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

۳۔ مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ

آپ کی شادی مولوی عبد الکریم صاحب میر آف جلالپور جٹاں گجرات (سابق ورک منشی اسمبلی حال پشاور) سے ہوئی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

۴۔ مکرمہ طیبہ بیگم صاحبہ

آپ کی شادی مکرم حکیم عبد الرحیم صاحب وزیری کوہاٹ سے ہوئی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

۵۔ مکرمہ طاہرہ بیگم صاحبہ (عرف لالی)

آپ کی شادی ماسٹر محمد اسلام خان (ساکن بریلی انڈیا) حال مقیم کرک ضلع کوہاٹ سے ہوئی۔ آپ چک 2/11 ایل ہڑپہ ساہیوال میں مدفون ہیں۔

(حضرت مولوی محمد صاحب اور ان کے خاندان سے متعلق معلومات ان کے پوتے مکرم فضل محمد خان صاحب مقیم ہملٹن۔ کینیڈا نے مہیا کی ہیں۔

○

حضرت ملک محمد الطاف خان صاحبؓ

حضرت ملک محمد الطاف خان صاحبؓ کے متعلق جلد اوّل میں ایک مختصر نوٹ تحریر کیا گیا تھا۔اب خان صاحبؓ کے متعلق روزنامہ الفضل اور اخبار الحکم سے مزید تفصیلات دستیاب ہوئی ہیں۔روزنامہ الفضل 20 جنوری 1935ء میں پہلے صفحہ ''مدینۃ المسیح'' میں آپ کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی:

> ''نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ ملک الطاف خان صاحب افغان مہاجر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور بہت مخلص احمدی تھے چند دن بعارضہ نمونیہ بیمار رہنے کے بعد 15-16 جنوری کی درمیانی شب انتقال کر گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جنازہ پڑھایا اور میّت کو کندھا دیا۔مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔''

اسی طرح اخبار 'الحکم' کی 31 جنوری 1935ء کی اشاعت میں صفحہ 11 پر مکرم خان صاحب مرحوم کی وفات کی خبر بعنوان ''ہمارے سلسلہ کا ایک ولی چل بسا'' شائع ہوئی۔اسی طرح آپ کے متعلق ایک مضمون حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب کی زبانی ایڈیٹر 'الحکم' نے شائع فرمایا۔اس تفصیل سے مکرم خان صاحب مرحومؓ کے اعلیٰ مقام اور مرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(مرتب)

حضرت ملک محمد الطاف خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(حضرت حافظ محمد ابراھیم صاحب کی زبانی)

ابھی گزشتہ ہفتہ حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرساوی کی وفات کی خبر شائع کر چکا ہوں۔ اُن کے مفصل حالات ابھی تک تیار نہ کر سکا۔ جلد سے جلد تیار کر کے اخبار میں شائع کر سکوں گا۔ ابھی اس صدمہ کا داغ ہرا ہی تھا کہ اس ہفتہ 15 جنوری کی رات کو ملک الطاف خان صاحب جو کہ نہایت مخلص اور متقی انسان تھے۔ لمبی دعائیں کرنے والے، سلسلہ کی خدمت نو جوانوں کی طرح کرنے والے صاحب کشف تھے، نمونیہ سے فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملک صاحب نے اپنے ملک میں احمدیت کیلئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور بالآخر قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے اور یہیں مکان بنالیا۔ سلسلہ کے کاموں میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے اور بڈھے ہو کر جوانوں کی طرح کام کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ پرانے آدمی دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور وہ آنکھیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا کم ہو رہی ہیں۔ ملک صاحب کے مختصر حالات حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بیان فرمائے ہیں، وہ ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ میں اسی مناسبت سے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مجھے ان احباب پر افسوس ہے جو اپنے حالات شائع اور محفوظ کروانے میں کوتاہی برتتے ہیں۔ احباب کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔

(ایڈیٹر الحکم)

خانصاحب محمد الطاف خان رضی اللہ عنہ موضع ترناب تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے رہنے

والے تھے۔آپ نے 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے قبل آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔بعد میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تشریف لائے، آپؓ سے ملاقات کی اور قریباً ایک ماہ تک قیام کیا اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے۔آپ سلسلہ کا کام اپنے ملک میں بڑی مستعدی سے کرتے تھے۔آپ صاحب الہام اور صاحب کشوف بھی تھے۔کئی کئی ہزار آدمیوں نے راتوں کو آپ پر حملہ کرنے کی تجویزیں کیں۔مگر آپ کو جناب الٰہی سے الہام ہوا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ لوگوں کے ہر ایک شر سے اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔

آپ مختلف کام کرتے رہے ہیں۔بعض دفعہ پٹوار کے کام میں لگے رہے مدرس بھی رہے ہیں۔اعرائض نویسی کا کام بھی کیا ہے۔آپ اپنے گاؤں میں نمبردار بھی تھے۔مگر جب اس نے سختیاں کیں تو آپ نے باہر جا کر اپنی معاش کیلئے مختلف کام کئے۔آپ نے تبلیغ کا کام بڑی جدوجہد سے کیا۔قادیان میں بھی آپ اپنے الہام کی بنا پر آئے تھے اور جناب الٰہی کے حکم کے ماتحت ہی یہاں کی بود و باش اختیار کی۔اس بیماری میں بھی جس میں آپ فوت ہوئے ،آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ تم اپنے بچوں اور بیوی کی کچھ فکر نہ کرو۔ان کا انتظام خلیفہ وقت اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کریں گے۔ہم نے تمہارے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔

خان صاحب سلسلہ کے عاشق تھے۔آنحضرت ﷺ کی محبت آپ کے قلب میں بے انتہا تھی اور جناب الٰہی کی حمد راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نہایت گریہ وزاری سے کرتے تھے۔یہاں آ کر بھی انہوں نے سلسلہ کے ہر ایک کام میں حصہ لیا۔جو خدمت بھی ان کو بتائی گئی اس کو نہایت مستعدی سے ادا کیا۔آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ وقت سے غایت درجہ کی محبت تھی۔میرے ساتھ بھی ان کو بہت تعلق تھا۔رات کے وقت بعض دفعہ ان کی آواز سے میں اُٹھا کرتا تھا۔جس وقت وہ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے اور بعض دفعہ میری آواز سے اُٹھا کرتے

تھے۔ غرضیکہ سلسلہ کے عاشق صادق تھے۔ اپنے گھر میں بہت سی جائیداد کے مالک تھے۔ ان کے دو جوان بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا ان کی جگہ نمبرداری کا کام کرتا ہے۔ آپ نے صرف سلسلہ کے جوش و محبت کی وجہ سے یہاں کا رہنا اختیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ جس جوش کو اپنے دل میں لے کر آئے تھے، اسی جوش کے ساتھ آپ کا خاتمہ ہوا۔ دینی محبت اور سلسلہ کا عشق اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کے پسماندگان یہاں چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے جو کہ ساتویں یا آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے۔

آپ کے اخلاق

آپ نہایت خوش اخلاق اور ہر ایک احمدی سے آپ کے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ ہر ایک کی تکلیف میں حصہ لینا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ نہایت ملنسار اور اخلاق سے بھرا ہوا دل رکھتے تھے۔ غرضیکہ تمام صفات حمیدہ سے موصوف تھے۔

ایک دفعہ اپنے وطن میں آپ سے ایک سید کا مباحثہ ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ بتاؤ تمہارے آل رسولؐ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارا شجرہ نسب سادات کے بزرگوں سے ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شجرۂ نسب ملنا اور بات ہے۔ تم نے کبھی اپنے نانا کو بھی خواب میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو ہر مہینے کئی کئی بار آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں۔ اکثر آئندہ کے واقعات جو گزرنے ہوتے ہیں، حضور ﷺ قبل از وقت مجھے بتا بھی جاتے ہیں۔ تم کو اگر تمہارے نانا ملتے نہیں تم آل رسولؐ کے دعویدار کیسے ہو؟ جس سے کسی کو تعلق ہوتا ہے وہ کبھی نہ کبھی اس سے ضرور ملتا ہے اور اپنی خوشنودی سے اس کو آگاہ ہی دیتا ہے۔ تمہارے نانا تم سے نہیں ملتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تم سے ناراض ہیں۔ تم ان کے راستے اور طریقے پر نہیں۔ اگر ان کے حکم پر عمل کرتے تو وہ تم کو ضرور ملتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اعمال صالحہ بنا دیتے۔ خاندانی وجاہت کچھ چیز نہیں، اگر اعمال صالحہ نہ ہوں۔

خان صاحب مرحوم کے کشوف بہت صاف ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپ کو نمازوں میں بھی کشفی حالت ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ جبریل علیہ السلام میرے سامنے ہیں اور میں نے بھی ان کے ساتھ پرواز شروع کیا ہے۔ یہاں تک میں عرش اعلیٰ پر پہنچا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جناب الٰہی کے حضور آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام، تمام انبیاء علیھم السلام درجہ بدرجہ تشریف فرما ہیں۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اسلام پر بڑے مصائب ہیں وہ کس طرح دور ہوں گے۔ میری اس خواہش کو جناب الٰہی نے معلوم فرمایا اور جناب الٰہی کے ذات سے ایسے تجلیات نکلنے شروع ہوئے جن سے تمام عالم منور ہو گیا۔

اس قسم کے کشوف خان صاحب مرحوم کے بہت تھے اور آپ کی رؤیا بھی بہت مصفیٰ ہوتی تھیں۔

(اخبار الحکم ۔31 جنوری 1935ء)

حضرت احمد جی صاحبؓ آف داتہ

حضرت احمد جیؓ آف داتہ کا ذکر جلد اوّل صفحہ 60 پر مختصر طور پر کیا جا چکا ہے۔ اب ان کی نواسی محترمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ حال مقیم امریکہ نے بعض امور کی تصحیح کی ہے اور آپؓ کے قبول احمدیت کا ایمان افروز واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ (مرتب)

حضرت حاجی احمد جی صاحب ضلع ہزارہ کے گاؤں داتہ کے رہنے والے تھے۔ آپ ایک متمول زمیندار گھرانے سے تعلق رکھنے والے تھے، آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کے والد بہت نیک اور مخیر انسان تھے اور یہی صفات ان کے بیٹے میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ کی قبول احمدیت کی داستان بڑی ایمان افروز ہے۔ ہوا یوں کہ آپ حج بیت اللہ کے لئے گھر سے نکلے اس زمانہ میں سفر انتہائی مشکل تھا۔ آپ کئی ماہ تک وہاں رہے اور مکہ مدینہ میں خوب دُعاؤں کا موقع ملا۔ جب حج سے واپس پنجاب آئے تو اپنے ساتھیوں سمیت ایک جگہ آرام فرما رہے تھے کہ ایک قسم کی کشفی حالت طاری ہوئی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور قادیان کا نام بھی سنا۔ نیز یہ آواز آئی کہ اب اس شخص کا بھی فیض حاصل کرو۔ چنانچہ آپ بجائے گھر واپس جانے کے قادیان چلے گئے۔ اور وہاں حضور علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو کہا:

''سبحان اللہ! یہ تو وہی پرنور چہرہ ہے جسے میں نے کشف میں دیکھا تھا۔''

حضورؑ سے شرف مصافحہ ہوا اور حضورؑ نے بھی انہیں دیکھ کر فرمایا:

''میں نے ابھی جس کو دیکھا ہے یہ وہی شخص ہے جو میری طرف آ رہا ہے۔''

آپ کچھ ایام قادیان میں حضورؑ کی صحبت میں رہے۔ آپ بہت خوش تھے کہ جس حق کی تلاش تھی خدا تعالیٰ نے عطا فرما دیا، اس کے بعد حضورؑ سے اجازت لے کر واپس گاؤں پہنچے جہاں آپ کا لوگوں نے بھرپور استقبال کیا۔ داتہ میں آپ کی تبلیغ سے بعض نیک طبع افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی جب لوگوں کو آپ کے احمدی ہونے کا پتہ چلا تو آپ کی شدید مخالفت بھی شروع ہوگئی۔ آپ نے اپنے گھر کے ساتھ مسجد تعمیر کروائی تھی، جسے دشمنوں نے نذرِ آتش کرنے کی کوشش کی، مگر خدا تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا۔ داتہ میں ایک مضبوط جماعت قائم ہوگئی۔ لوگ داتہ کو چھوٹا ربوہ کہتے تھے۔

حضرت احمد جی نے 1906ء میں بیعت کی تھی۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 323) آپ 80 سال کی عمر میں 31 اگست 1936ء کو اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات کی خبر روزنامہ الفضل 6 ستمبر 1936ء میں مکرم مولوی عبدالاحد صاحب کی طرف سے یوں شائع ہوئی:

”داتہ میں ایک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال“

31 اگست کو بوقت چار بجے دن سرحد کے ایک مشہور و معروف صحابی حضرت حاجی احمد صاحب جی کا داتہ میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون الاولون صحابہ میں تھے اور جماعت احمدیہ داتہ کے روح رواں اور سیکرٹری تھے۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر ہزارہ کی مختلف جماعتوں کے احباب اور دیگر غیر احمدی صاحبان کثرت سے جنازہ میں شامل ہوئے۔ آپ موصی تھے۔ یکم ستمبر کو ایک پہاڑی پر آپ ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کر دیئے گئے۔ احباب دُعائے مغفرت کریں۔

مکرم حاجی احمد جی صاحب اور ان کی بیگم دونوں موصی تھے۔ان کی تدفین داتہ میں ہوئی لیکن بہشتی مقبرہ قادیان میں ان کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

○

محترم خانزادہ امیر محمد خان صاحب آف اسماعیلہ

آپ ضلع صوابی کے ایک قصبہ اسماعیلہ میں ۱۹۱۲ء میں مکرم شیر محمد خان کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے چچا حضرت امیر اللہ خان صاحبؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے ۱۹۰۴ء میں قادیاں میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ان کے ذریعہ سے ہی خاندان اور اسماعیلہ میں احمدیت روشناس ہوئی۔

خانزادہ صاحب نے اسلامیہ کالج پشاور سے ایف ایس سی کیا اور سروس میں ترقی کرتے ہوئے اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر فائز ہوئے باوجود دنیوی نعماء کے آپ نے نہایت سادہ زندگی گزاری اور طبیعت میں خاکساری کا عنصر نمایاں تھا۔

آپ کی شادی اپنے صحابی چچا کی بیٹی مہر النساء سے ہوئی جس سے خدا تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے سب بچوں کو تعلیم حاصل کرنے اور دنیوی آسائشوں سے نوازا۔بچوں کے نام یہ ہیں:

(۱) بہادر شیر خان (۲) خورشید احمد خان (۳) اشتیاق احمد خان (۴) بشیر احمد خان

(۵) ڈاکٹر ظفر احمد خان (ایبٹ آباد ہسپتال میں کارڈیالوجسٹ ہیں) (۶) ڈاکٹر نذیر احمد خان (۵) خورشید احمد خان امریکہ کی جماعت سمرسٹ کینٹکی سٹیٹ کے پریذیڈنٹ آپ کی بیوی محترمہ ڈاکٹر امۃ اللہ صاحبہ بنت مولوی محمد الطاف خان صاحب بھی جماعت کی سرگرم رکن ہیں۔

(۷) بڑی بیٹی محترمہ زکیہ النساء صاحبہ کی شادی مکرم عبدالمجید خان صاحب سے ہوئی جو مکرم عبدالرحمن خان صاحب کے بیٹے اور حضرت مولوی محمد الیاس خان کے نواسے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ لاس اینجلز جماعت کے فعال کارکن ہیں۔

(۶) چھوٹی بیٹی اظہار النساء کی شادی مکرم عامر خان سے ہوئی جو مکرم مولوی الطاف خان کے نواسے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں آپ پر پہلا ہارٹ اٹیک ہوا اور ۱۴ر اگست ۱۹۶۴ء میں باون سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ آپ نے وفات کے دن خود نماز جمعہ پڑھائی اور بچوں کو ضروری نصائح کیں اور تھوڑی دیر بعد جبکہ آپ دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے لیٹے۔ اسی حالت میں وفات پا گئے۔ آپ کی تدفین اپنے آبائی گاؤں میں ہوئی۔

(از محترم امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم)

حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ

صوبہ خیبر پختونخوا متعدد صحابہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مسکن رہا ہے۔ ان میں ایک نہایت اہم اور نمایاں شخصیت حضرت میاں محمد یوسف صاحب کی ہے جو تاریخ احمدیت میں معروف مباحثہ (مدّ) امرتسر کے محرک تھے آپ کا مختصر ذکر جلد اول میں کیا جا چکا ہے۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1861ء میں ہوئی۔ آپ کو بیعت کا شرف 1901ء میں حاصل ہوا۔ آپ زندگی کا بیشتر حصہ صوبہ کے علاقہ مردان میں رہے اور جماعت کی تبلیغی و تربیتی مساعی میں شاندار کردار ادا کیا۔ آپ کی تبلیغ سے متعدد افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

آپ کا اصل وطن مدّ ضلع امرتسر تھا۔ آپ حضرت بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر کے ذریعہ

احمدی ہوئے اور پھر اپنے متعدد رشتہ داروں اور دیگر لوگوں کی ہدایت کا باعث ہوئے۔ آپ تقریباً 100 سال کی عمر میں 1961ء میں مردان میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت محمد حسن موسیٰ خان صاحبؓ

کتاب نفوذ احمدیت کی جلد اول میں یہ تاریخی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کئی افراد اور خاندان دیگر علاقوں سے آ کر صوبہ خیبر پختونخوا میں آ کر آباد ہو گئے۔

اسی طرح بہت سے افغان ملک کے دوسرے حصوں میں تلاش معاش کے لئے گئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ اس ضمن میں قصبہ کوٹلہ افغاناں اور اس کے ایک خوش قسمت باسی مکرم حضرت چوہدری سربلند خان صاحبؓ کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں حضرت مسیح الزماں علیہ السلام کی شناخت اور بیعت کی توفیق ملی۔

اسی حوالے سے اور اسی اصول پر ان سطور میں افغان قوم سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے خوش قسمت وجود کا ذکر کیا جاتا ہے جو تلاش معاش کے سلسلہ میں آسٹریلیا جا کر آباد ہوئے مگر وطن سے ہزاروں میل دور بھی جب ظہور امام مہدی کی خبر پائی تو سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے آغوش احمدیت میں آ گئے یہ خوش قسمت وجود آسٹریلیا کے پہلے احمدی اور موصی جناب مکرم محمد حسن موسیٰ خان صاحب تھے۔ آپ افغانوں کے قبیلہ ترین قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مکرم حاجی موسیٰ خان صاحب تھا۔ جنہوں نے سندھ میں بود و باش اختیار کر رکھی تھی۔ حسن خان صاحب نے کراچی اور بمبئی سے تعلیم حاصل کی۔ بمبئی کے مشہور تعلیمی ادارہ سینٹ زیویر کالج سے فارغ التحصیل ہوئے۔ 1895ء میں آسٹریلیا آئے جہاں آپ ایک آسٹریلوی کمپنی میں کان کنوں کے لئے رسد کے قافلوں کے منیجر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ پرتھ شہر میں تعمیر ہونے والی مسلمانوں کی پہلی مسجد کے آنریری سیکرٹری تھے۔ اور اسی دور میں 1903ء میں

آپ کو بذریعہ خط سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت ملی۔

مکرم حسن موسیٰ خان صاحب سے پہلے آپ کے دو بھائیوں مکرم حضرت محمد حسین موسیٰ خان صاحب اور مکرم محمد ابراہم خان صاحب کو بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اور صحابی ہونے کا اعزاز ملا۔ حضرت محمد ابراہیم خان صاحب ہی کے ذریعہ سے ڈاکٹر حاجی خان صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ کراچی کا خاندان احمدیت کے نور سے منور ہوا۔

مکرم حسن موسیٰ خان صاحب خلیفۂ وقت اور دیگر بزرگان سلسلہ سے باقاعدہ رابطہ میں رہتے۔ اخبار البدر کے لئے مفید حوالہ جات آسٹریلیا سے بھجواتے۔ اسی طرح آسٹریلیا کے اخبارات میں اسلام کے بارہ میں مضامین اور خطوط لکھنے کے علاوہ اپنے خرچ پر ٹریکٹ اور کتابیں تقسیم فرماتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی زیارت اور ملاقات کے لئے قادیان بھی تشریف لائے۔ آسٹریلیا میں نہایت سرگرمی سے دعوت الیٰ اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے ذریعہ کئی سعید فطرت روحیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔

آپ نے آسٹریلیا میں مقیم بعض دیگر احمدی افراد کو دعوت الیٰ اللہ کی چاٹ لگوائی چنانچہ اس ضمن میں افغان ہربلسٹ ڈاکٹر محمد عالم صاحب قندھاری کا نام بھی آسٹریلیا میں دعوتی سرگرمیوں کی وجہ سے آن ریکارڈ موجود ہے۔

مکرم محمد حسن موسیٰ خان صاحب کا سن ولادت 1863ء ہے جبکہ وفات 1939ء میں ہوئی۔ پرتھ میں مدفون ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جب 2006ء میں آسٹریلیا تشریف لائے تو آپ نے سڈنی میں جماعت احمدیہ کی مرکزی لائبریری کا نام اس عظیم افغان احمدی شخصیت کے نام پر ''حسن موسیٰ لائبریری'' رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

(ماخوذ روزنامہ الفضل ربوہ 18 دسمبر 2006ء)

○

حضرت مولوی سید غلام محمد صاحب ؓ مہاجر افغان

آپ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید کے شاگرد تھے اور آپ ہی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور آپ ہی کے طفیل واصل احمدیت ہوئے۔ حضرت شہید مرحوم کے سانحہ شہادت کے بعد احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی بڑی تکالیف جھیلنا پڑیں مدتوں گوشہ نشین رہے مگر دعوت الی اللہ جاری رہی۔ کئی بار گرفتار ہوئے اور قید خانہ میں مبتلائے آلام رہے۔ ایک بار کابل کے اکثر احمدی پکڑے گئے اور انہیں دردناک طریقے سے مارنے پیٹنے کے بعد جیل میں ڈال دیا گیا۔ کئی احمدی ان دکھوں کی تاب نہ لاکر جیل ہی میں شہید ہو گئے اور باقی جرمانہ کی بھاری رقوم ادا کر کے رہا ہوئے۔ ان دنوں میں حضرت مولوی صاحب کے خلاف بھی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوئے لیکن اتفاقاً آپ کہیں سفر پر تھے۔ گھر آنے پر حالات کا علم ہوا تو آپ انگریزی علاقہ میں آ گئے۔ اس کے بعد جب امان اللہ کی حکومت نے احمدیوں کی آزادی کا فرمان جاری کیا تو آپ واپس تشریف لے گئے۔ مگر جب علماء نے دوبارہ مخالفت کی آگ بھڑکا کر بعض احمدیوں کو قید اور بعض کو شہید کرا دیا تو آپ اہل وعیال کے بغیر قادیان میں ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ 28 جولائی 1932ء کو تخمیناً پچپن سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

(منقول از روزنامہ الفضل ربوہ 28 جولائی 2011ء صفحہ 11)

○

حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحبؓ
کی چند سچی اور ایمان افروز خوابیں

حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحبؓ آف اسماعیلیہ کے متعلق جلد اوّل میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپؓ صاحب رویاء اور کشوف بزرگ تھے۔ ذیل میں آپؓ کی چند خوابیں درج کی جاتی ہیں جن سے ان بزرگ صحابی کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ (مرتب)

حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحبؓ جن کی بیعت بذریعہ خط 1904ء کی اور زیارت 1905ء یا 1906ء کی تھی، کہتے ہیں، خواب کی باتیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جبکہ میں قادیان گیا نہ تھا۔ دن کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم تین احمدی ہیں۔ یہ عاجز، امیر اللہ احمدی اور بابو عالمگیر خان مرحوم۔ غیر مبائع دلاور خان جنوب کی قطار میں کھڑے ہیں۔ ہمارے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل رو بہ شمال کھڑے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ بڑھا کر میرے سینہ کی طرف انگلی کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو فرمایا: ''یہ جنتی ہے۔'' پھر دوسرے احمدی کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے: ''یہ بھی۔'' تیسرے کی نسبت کچھ نہ کہا۔ چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف میں ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا لہٰذا میں تمیز نہ کر سکا کہ ہر دو احمدیوں میں سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشارہ کس کی طرف تھا۔ اس کے بعد آچانک نظارہ بدل گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ہم چار احمدی ایک یہ راقم اور مولوی

عطاء اللہ مرحوم، عالمگیر خان، غیر مبائع دلاور خان اکٹھے بیٹھے ہیں، جس طرح روٹی کھانے کیلئے بیٹھتے ہیں۔ ہم آپس میں کہتے ہیں، کوئی کہتا ہے میں باز ہوں، کوئی کہتا ہے میں کاؤس ہوں۔ ایک کہتا ہے میں کبوتر ہوں، دوسرا کہتا ہے میں چکور ہوں۔ اتنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اس لئے پیدا نہیں ہوئے کہ میں باز ہوں، کاؤس ہوں، کبوتر ہوں، چکور ہوں... بیدار ہوا خواب سے۔ ظہر کا وقت تھا، ایک بالشت بھر سایہ دیوار کا تھا۔ جب اگلے سال میں قادیان گیا تو وہی حلیہ خواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا پایا۔

دوسرا خواب، کہتے ہیں کہ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خلافت کے زمانہ میں بائیس دن زیر علاج حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور دواور احمدی ڈاکٹروں سے میری تشخیص کروائی۔ (یہ ان کا علاج کررہے تھے) انہوں نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ میں خوش ہوا۔ رات کو مہمان خانے کے کمرے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سرہانے کھڑے فرما رہے تھے کہ آپریشن نہیں طاعون ہے۔ مجھے سمجھایا گیا کہ طاعون بمعنی موت ہے۔ میں نے صبح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے خواب کا ذکر کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام درست فرماتے ہیں۔ آپریشن نہیں چاہئے۔

تیسری خواب: کہتے ہیں اپنے گھر میں خواب میں دیکھا کہ میں نے دوسرے روز جلسہ سالانہ پر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حامد علی کا بھی خیال رکھنا۔ چنانچہ میں نے جلسہ سالانہ قادیان پر جا کر ایک روپیہ حامد علی صاحب خادم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا۔ (یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کا ذکر ہے) کہتے ہیں میں حامد علی صاحب خادم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ رویاء میں حضورؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ حامد علی کا بھی خیال رکھنا۔ پس یہ ایک روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حامد علی صاحب روئے۔ کہنے لگے انبیاء کیسے رحیم وکریم ہوتے ہیں۔ اپنے خادم کا بھی انہیں فکر ہے۔

(الفضل 26 مارچ 2013ء)

حضرت عالمگیر اوورسیر صاحبؓ

حضرت عالمگیر اوورسیر صاحبؓ کا تعلق مردان کے قصبہ اسماعیلہ سے تھا۔ آپ اپنی جوانی میں احمدی ہوئے۔ آپ مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب کی والدہ کے نانا تھے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب کی والدہ امتہ الرشید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے ان کے متعلق ان کو بتایا کہ وہ سلسلہ کیلئے قربانی کا جذبہ رکھتے تھے۔ بوجہ اوورسیر ہونے کے آپ کی آمدنی معقول تھی۔ آپ اس میں سے نصف رقم سلسلہ کو دے دیتے تھے۔ ان کو قادیان جا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ اپنے ساتھ حضور علیہ السلام کیلئے قمیض اور پگڑی لے گئے تھے۔ آپ نے وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے حضور علیہ السلام کا پہنا ہوا کرتہ اور پگڑی لے لی۔ (اس زمانہ میں اکثر صحابہؓ کا یہ طریق تھا) حضور علیہ السلام کا یہ تبرک آپ کی وفات کے بعد آپ کی اہلیہ زیب النساء بیگم کے پاس تھا اور بعد میں یہ تبرک خاندان میں رہا۔

حضرت عالمگیر اوورسیر صاحبؓ کی اہلیہ نے احمدیت ایک خواب کی بناء پر قبول کی۔ کیونکہ جس وقت آپ کی شادی ہوئی، وہ احمدی نہ تھیں۔ انہوں نے خود بتایا کہ ایک دن ان کے شوہر عالمگیر صاحب اخبار البدر کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی کسی وجہ سے ان سے ناراضگی ہوگئی۔ اسی رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک پُل پر کھڑی ہیں اور پُل کے نیچے بے شمار لوگ چیخ

و پکار کر رہے ہیں۔ایک قسم کا دوزخ کا نظارہ تھا۔اسی وقت انہوں نے ایک باریش بزرگ کو دیکھا کہ وہ ان سے کہہ رہے ہیں کہ اگر حق کا راستہ اپنانا ہے تو وہ مسیح موعود کا راستہ ہے۔ورنہ تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا ہوگا جو پُل کے نیچے ہیں۔یہ خواب دیکھ کر ان کی آنکھ کُھل گئی اور جاگتے ہی انہوں نے اپنے خاوند سے معافی مانگی۔بعدۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آئیں اور آخر دم تک احمدیت پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

حضرت عالمگیر اوور سیر صاحب ؓ کی وفات کوہاٹ میں بواسیر کے آپریشن کے دوران ہوئی۔آپ کی اگرچہ وصیت تھی اور ساری عمر باقاعدگی سے چندہ دیتے رہے لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد نے جائیداد میں سے حصہ وصیت نہ دیا (جو اس زمانہ میں دس ہزار روپے بنتا تھا) اس بناء پر آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں نہ ہو سکی اور آپ کو کوہاٹ میں ہی امانتاً دفن کر دیا گیا۔

حضرت عالمگیر اوور سیر صاحب ؓ نے دو شادیاں کی تھیں۔پہلی بیوی زیب النساء بیگم تھیں جن سے دو بیٹیاں شمس النساء بیگم اور امتہ الرشید بیگم پیدا ہوئیں۔

حضرت عالمگیر اوور سیر صاحب ؓ کی دوسری شادی ایک ہندو خاتون سے ہندوستان کے شہر جبلپور میں ہوئی جہاں آپ ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ان سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ان میں سے ایک بیٹا مبارک احمد ربوہ میں رہا لیکن جو بچے اسماعیلیہ میں آباد ہوئے وہ آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہو گئے۔

(از مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب)

○

حضرت سید عبد الجبار صاحبؓ سابق والئ ریاست سوات

سابق صوبہ سرحد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ دیگر مقامات کے مقابل میں اس علاقہ کے صاحب اثر ورسوخ افراد اور خان خوانین نے پہلے پہل سید نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا اور بعد میں دوسرے عام لوگوں نے۔ اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کا یہ غیر معمولی پہلو ہے چنانچہ ان رؤسا میں سے ایک شخصیت سید عبد الجبار صاحب سابق والئ ریاست سوات کی ہے۔ ان کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ قادیان تشریف لے گئے اور حضور علیہ السلام کو قبول کیا بلکہ بعد میں احمدیت کی بنا پر ریاست کی ولایت سے دستبردار بھی کر دیئے گئے۔

حال ہی میں اخویم پروفیسر سلطان اکبر صاحب نے خاکسار سے تحریری طور پر بیان کیا کہ انہیں ایک دوست نے بتایا کہ رائیٹرز گلڈز کے ایک فرد کو کچھ عرصہ ریاست کی لائبریری میں ان کی تاریخ مرتب کرنے کے سلسلہ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اور انہوں نے حیرت سے اس امر کا اظہار کیا کہ اس لائبریری میں حضرت بانی جماعت احمدیہ کے متعدد خطوط موجود ہیں جو انہوں نے والئ ریاست کو تحریر کئے تھے۔

سید عبد الجبار صاحب کے قادیان جانے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو سیرت المہدی جلد دوم میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے بہ ایں الفاظ میں بیان کی ہے۔ اس روایت سے جہاں حضور علیہ السلام کی مہمان نوازی کا عظیم وصف واضح ہوتا ہے، وہاں اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ اس ابتدائی دور میں سید عبد الجبار صاحب بھی سوات سے قادیان گئے تھے:

> ”ایک دفعہ میں اور عبد الرحیم خان صاحب پسر مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری مسجد مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت صاحب کے گھر سے آیا تھا،

ناگاہ میری نظر کھانے میں ایک مکھی پر پڑی چونکہ مجھے مکھی سے طبعاً نفرت ہے میں نے کھانا ترک کر دیا اس پر حضرت صاحب کے گھر کی ایک خادمہ کھانا اُٹھا کر واپس لے گئی ۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت حضرت اقدس اندرون خانہ کھانا تناول فرمارہے تھے ۔ خادمہ حضرت صاحب کے پاس سے گزری تو اس نے حضرت صاحب سے یہ ماجرہ عرض کر دیا۔ حضرت صاحب نے فوراً اپنے سامنے کا کھانا اُٹھا کر اس خادمہ کے حوالہ کر دیا کہ یہ لے جاؤ اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں چھوڑ دیا۔ وہ خادمہ خوشی خوشی ہمارے پاس کھانا لے آئی اور کہا کہ لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دے دیا ہے۔ اس وقت مسجد میں سید عبدالجبار صاحب بھی، جو گزشتہ ایام میں کچھ عرصہ بادشاہ سوات بھی رہے ہیں، موجود تھے ۔ چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے ۔'' (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 309 روایت نمبر 337)

سوات ریاست کی طرف سے مکرم خورشید خان صاحب کی ایک کتاب ''سنڈا کی ملاں'' کے نام سے شائع ہوئی تھی ۔ یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے ۔ اس کتاب کے صفحہ 5 پر سید عبدالجبار کے بوجہ احمدی ہونے کے سنڈا کی ملاؤں کی شدید مخالفت اور ان کی پُرامن دست برداری کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

''اندریں حالات سوات میں یہ اطلاع گردش کر رہی تھی کہ سید عبدالجبار کا تعلق جماعت احمدیہ کے ساتھ ہے۔ (جماعت احمدیہ کا فرقہ مرزا غلام احمد آف قادیان کا قائم کردہ تھا اور نہایت ہی راسخ الاعتقاد تھے) سوات میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ سنڈا کی ملاں اور علاقہ کے دیگر ملاں سید عبدالجبار کے خلاف اشتعال انگیزی میں پیش پیش تھے ۔ یہ تمام لوگ احمدیوں سے بہت نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ خود سُنّی مسلک سے تعلق رکھتے تھے ۔ انہوں نے سید عبدالجبار سے کہا کہ:

''تم قسمیہ یہ بیان دو کہ تمہارا تعلق مرزا غلام احمد سے نہیں ہے، ورنہ تم بادشاہت سے دست بردار ہو جاؤ۔''

جواباً سید عبدالجبار نے کہا:

''تم نے مجھے پُرامن ذریعہ سے سوات کے تخت پر فائز کیا تھا۔ اب اگر مجھے رخصت کرنا چاہتے ہو تو مجھے نہایت پُرامن ذریعہ سے فارغ کر دو۔ اور میرے تمام رشتہ داروں، نوکروں چاکروں کو کچھ نہ کہو۔''

چنانچہ انہوں نے نہایت پُرامن طریق پر اُسے فارغ کر دیا۔

سید عبدالجبار صاحب 1917ء میں سوات کے تخت سے دست بردار ہو گئے۔ مکرم امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم نے مزید بتایا کہ وہ دست برداری کے بعد مانسہرہ آ گئے تھے اور لاہوری گروپ کے ساتھ منسلک رہے۔ لیکن احمدیت سے وابستگی کا کبھی انکار نہ کیا۔

○

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی رحلت پر تعزیتی فارسی اشعار

حضرت قاضی محمد اکمل صاحب بنام حضرت قاضی محمد یوسف صاحب

جماعت احمدیہ کے معروف بزرگ حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب نے صوبہ سرحد کے امیر حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی وفات پر جو تعزیتی دعائیہ اشعار کہے ہیں۔ان کا اصل مسودہ اوراس کا ترجمہ عزیزم ملک محمد صفی اللہ خان صاحب نے مہیا کیا ہے (جزاہ اللہ خیراً)
ان اشعار میں حضرت قاضی اکمل صاحب نے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے مناقب بیان کرنے کے علاوہ ان کی تاریخ وفات ہجری شمسی کے لحاظ سے ''داخل بہشت'' اور ہجری قمری کے لحاظ سے شوقاً قضٰی نحبہ قلم بند فرمائی ہے۔

بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ

محبِ خدا، قاضی یوسف بمُرد
بہ میدانِ اسلام اُو گوئے بُرد
مبلغ مربی بہ اشعار بہ نغز
کتب کردہ تصنیف صدہا بہ مغز
رفیقِ مسیحِ محمد رسول
بہ درگاہِ حق خدمتِ اُو قبول
ہزاراں بدستِ اُو شد احمدی
بہ حسنِ عمل یوسفِ سرمدی

بروز آدینہ چو سجدہ نمود
رضا بالقضا شد کہ مرفوع بود
تقی و نقی بود و نیکو سرشت
ندا آمد اکملؔ کہ داخل بہشت
پئے سال فوتش دُرر سفتہ ام
کہ شوقاً قضیٰ نحبہٗ گفتہ ام

ترجمہ:

خدا کا محب قاضی یوسف فوت ہو گیا
اسلام کے میدان میں وہ گیند کو لے گیا (یعنی کامیاب ہو گیا)
مبلغ مربی نہایت اعلیٰ اشعار کہنے والا
جس نے بے شمار پر مغز کتابیں تصنیف کی ہیں
مسیح محمدیؐ کا صحابی
جس کی خدمات اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول ہیں
یوسف سرمدی کے حسن عمل کی وجہ سے
ہزاروں آپ کے ذریعہ احمدی ہوئے
جمعہ کے روز جب وہ سجدہ ریز تھا
اللہ تعالیٰ کی رضا سے وہ مرفوع ہو گیا
متقی و نقی تھے اور نیک سرشت تھے
ندا آئی کہ وہ داخل بہشت ہو گئے ہیں
ان کی وفات پر جب میں نے آنسوؤں کے موتی پروئے
میں نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں

تذکارِ یوسف ؓ

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ فاروقی احمدی پشاوری
سابق امیر صوبہ سرحد

(از: محترم محمد اعظم اکسیر صاحب مرحوم۔نگران متخصصین، تحریک جدید ربوہ)

رُوح کائنات، سرورِ عالم، سیدولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانیت کو شرفِ کمال تک پہنچانے والے مردِ کامل القویٰ اور فخر کونین تھے۔حضورؐ پرنور کا ظہور ذرّاتِ خاک کو چمکتا سورج کر گیا۔عرب کے بادہ نشین آسمانِ رُوحانیت کی کہکشاں ٹھہرے۔قُرب رسالتؐ سے فیضیاب ہونے والا ہر چھوٹا بڑا روشنی کا مینار اور رُشدوہدایت کا ضامن ہوا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بروزِ مصطفیٰؐ جری اللہ فی حُلل الانبیاء حضرت احمدؑ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی آمد سے بارِ دگر وہی معجزہ رُونما ہوا۔پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے باسی خاص طور پر مذہبی نظریات میں سخت پتھر کی چٹان ہیں۔عہدِ مصطفویؐ میں حقیقی اور دورِ احمدی میں بُروزی رنگ میں برپا ہونے والے تاثیرِ قدسی کے انقلاب کی ایک مثال تھے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ جن کے وجود میں ایک پاکیزہ جاندار علمی و عملی نمونہ ظاہر ہوا۔آپ یقیناً ان مقدسین میں سے تھے جو خدا سے راضی اور خدا اُن سے راضی ہوتا ہے۔

مردانؔ کی سنگلاخ زمین پر 1883ء میں ایک گُل کھلا۔ایک بچہ تولد ہوا جس کا مقدر نہایت

دلربا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی 38 ویں پشت میں قاضی محمد صدیق صاحب کے ہاں محترمہ عارفہ بیگم صاحبہ کے بطن سے جنم لینے والا یہ بچہ اسلامی ماحول اور دینی علوم کی فضاء میں پروان چڑھا۔ معروف اہلحدیث عالم مولوی صبغۃ اللہ صاحب کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم کے بعد مشن ہائی سکول میں داخل ہوئے اس لئے دوسرے علم کے ساتھ ساتھ بائبل آشنا ہو گئے۔ اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک پاس کرنے تک تردید عیسائیت میں کئی پمفلٹ لکھے اور مؤثر گفتگو کے ساتھ مباحثات میں بھی شہرت کمالی تھی۔ اس سازگار علمی و تعلیمی ماحول میں حضرت قاضی صاحب کے رفقاء کار بھی سرگرم عمل تھے۔ ایک اہلحدیث دوست فضل الرحمن صاحب ایک دن اخبار شحنہ کا شمارہ لائے۔ یہ اخبار میرٹھ سے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں شائع ہوتا تھا۔ جو شمارہ فضل الرحمن صاحب لائے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپؑ کے ایک فارسی شعر کی تشریح میں تنقید کی گئی تھی۔ شعر تھا۔

اینکہ منم کہ حسبِ بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

یعنی آنے والے مسیح و مہدی کے متعلق بشارات کے مطابق میں آیا ہوں اور عیسیٰ
ناصری کون ہوتا ہے جو میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے!

یہ شعر اور اس پر تنقید سُن کر حضرت قاضی صاحب کے سوئے بھاگ جاگ اُٹھنے کا وقت آ گیا۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ 'کُجا' کے معنے کون نہیں ہو سکتے اس کے معنے تو کہاں ہیں اور شعر میں کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہو! وہ کہاں ہے؟ یعنی ہے ہی نہیں اس لئے کیسے آئے گا اور میرے منبر پر براجمان ہوگا؟

بس یہی لمحہ تھا جس نے ایک نئی روحانی کروٹ عطا کی اور آپ وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہو گئے۔ خزانہ چارسدّہ روڈ کے عبدالاکبر خان صاحب احمدی تھے۔ انہوں نے انقلاب آفریں کتاب

''ازالہ اوہام'' پیش کی اور زبانی بھی بہت ساری باتیں بیان کیں۔ اس طرح دیگر معلومات اور ''ازالہ اوہام'' نے انشراح بخشا اور آپ پر احمدیت کی صداقت روشن ہوگئی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

15 جنوری 1901ء کا دن حضرت قاضی صاحب کی روحانی ولادت کا دن تھا۔ بیعت کا خط لکھ دیا پھر موقعہ بنا اور اگلے سال 1902ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کر کے دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ باطن میں پیدا ہونے والی تبدیلی بلوغت کو پہنچی اور باہر کا سماں بھی تبدیل ہوگیا۔ ایک نئی زمین اور نیا آسمان آپ کا فرش وعرش ٹھہرا۔ قادیان میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ سے ملاقات ہوئی اور اُن کے ساتھ والے کمرہ میں رہائش مل گئی۔ اسی کمرہ میں حضرت میر احمد صاحب اپیل نویس بھی قیام فرماتے۔

حضرت قاضی صاحب میں خداداد علم وبصیرت کے ساتھ قوتِ بیانیہ اور دلیری وشجاعت بھی ودیعت تھی۔ یہی وہ بنیادی حالتِ ایمان ہے جس میں ایک مومن کامیاب داعی الی اللہ بنتا ہے کیونکہ وہ ایک طرف پورے حالات کو سمجھ رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف کسی کی ظاہری عظمت و وجاہت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ حضرت قاضی صاحب نواب ہوتی مردان، نواب سوات اور نواب دِیر وچترال وغیرہ دیگر بااثر ورسوخ خوانین کو باقاعدگی کے ساتھ تبلیغ احمدیت کرتے اور اکثر اوقات ان پر گہرے اثرات بھی ہوتے۔ آپ سیرت النبیؐ کے عنوان سے بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے اور ان میں آنے کی دعوت وسیع پیمانے پر دیتے۔ اس طرح کی تقریبات سے خوانین کے ساتھ رابطے استوار رکھنے میں بہت مدد ملتی۔ نواب صاحب ہوتی مردان کی تو قیام گاہ پر جلسے کئے جاتے۔

جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے بڑی محنت وخلوص کے ساتھ احباب جماعت کو لے جاتے۔ ٹرین کے کئی ڈبے ریزرو کروالیتے۔ راستے میں ہر ایک کا خیال رکھتے خصوصاً تربیتی لحاظ سے کہ سب کی توجہ جلسہ کی طرف مرکوز رہے۔ وہ ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کا خیال رکھیں۔

نمازوں کی امامت خود کراتے۔ سفر میں مشکلات زیادہ ہوتی ہیں مگر حضرت قاضی صاحب ہمیشہ خودصبر وحوصلہ میں رہتے اس لئے دوسروں کو بھی سنبھالے رکھتے۔ آپ کی توجہ اصل مشن کی طرف رہنے کی ایک عجیب مثال ہے ایک دفعہ صورت شدید پیاس کی پیدا ہوگئی۔ کسی دوست نے اس کو بھانپ لیا اور ایک سٹیشن پر ٹرین رُکتے ہی کہیں سے حاصل کر کے پانی پیش کر دیا۔ حضرت قاضی صاحب نے برتن ہاتھوں میں تھاما اور دریافت کیا کہ یہ کون سا سٹیشن ہے بتایا گیا کہ گولڑہ ہے۔ سنتے ہی برتن نیچے دے مارا کہ اس زمین سے میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید مخالفت ہوئی ہے اور جو زمین خدا کے مسیح کی نظر سے گر چکی ہو وہاں کا پانی نہیں پی سکتا!

جلسہ سالانہ قادیان پہنچ کر بھی سب کا خیال رکھتے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کراتے تو ایک ایک فرد کا الگ الگ تعارف کراتے جس سے علم ہوسکتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب کی ہر ایک کی طرف کتنی توجہ رہتی محض گنتی کرنا ہرگز مقصد نہیں تھا سب کے لئے خود بھی دعائیں کر رہے ہوتے۔

1939ء میں خلافت جوبلی کے سال جلسہ سالانہ پر موزوں نعرے لگانے اور ہر علاقہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنے کا پروگرام تھا۔ حضرت قاضی صاحب اپنے صاحبزادگان اور دیگر عزیز و احباب کے ساتھ قیام گاہ سے نعروں کی گونج میں جلسہ گاہ پہنچے۔ حضرت قاضی صاحب نے بہت تفصیلی اور لمبا ایڈریس تیار کر رکھا تھا۔ مگر موقع پر دیکھا کہ وقت تو بہت کم مل رہا ہے اس لئے ایڈریس تو وقت کی مناسبت سے بہت کم ہونا چاہیئے۔ کوئی اور ہوتا تو شاید گھبرا جاتا مگر حضرت قاضی صاحب کو خدا نے ملکہ عطا کیا تھا کہ بڑی بڑی باتیں چند لفظوں میں بیان کر دیتے۔ پس ایسا ہی ہوا اور کسی کو محسوس تک نہ ہوا کہ کتنی ساری باتیں تھیں جو چند جملوں میں سمیٹ کر آپ نے دومنٹ میں پیش کر دیں اور حضور نے بھی بطور خاص اس ایڈریس پر پسندیدگی اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

باغبان اپنے ہاتھوں لگائے گئے ایک ایک درخت، ایک ایک پودے اور ایک ایک بُوٹے کا پورا خیال رکھتا ہے اور کامل توجہ سے انکی نگہداشت کرتا ہے کچھ اسی طرح حضرت قاضی صاحب ساری جماعت سرحد کا خیال رکھتے۔ شہر، ضلع اور صوبے کے امیر تھے۔ اس حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے خوب آگاہ تھے۔ ہر ایک کو ہر شر سے محفوظ رکھنے کے لئے دعائیں اور تدبیریں کرتے۔ اسی طرح خدا نے ہمیشہ خود آپ کی حفاظت فرمائی اور ہر شر سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ ایک شدید مخالف احراری مولوی عبدالعزیز نے عین قصہ خوانی بازار پشاور کے بیچ آپ پر پستول تان کر اپنی طرف سے گولی چلادی جہاں سے بچ جانے کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا مگر اللہ کی قدرت دیکھیئے کہ گولی پستول کی نالی میں ہی پھنس گئی اور یوں خدا نے آپ کو جان لیوا حملے سے محفوظ رکھا۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

احباب جماعت کی تعلیم و تربیت اور ترقی و کمال کا آپ کو ہر دم فکر رہتا۔ اس اہم مشن کا ایک شعبہ بچوں سے پیار ہے۔ آپ فطری شفقت کے ساتھ بچوں سے محبت بھرا حسن سلوک فرماتے۔ آپ جانتے تھے کہ بچوں کے قلوب و اذہان میں آج کے حُسنِ سلوک کے گہرے نقوش باقی رہیں گے تو کل پوری جماعت اور سارے معاشرے کے لئے امن وسکون کی بنیاد بنیں گے۔ اپنی ضروریات کم کر کے بلکہ خوراک تک میں کمی کر کے نہ صرف بچوں کو دیتے بلکہ یہ شفقت جانوروں اور پرندوں تک محیط تھی۔ بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے تربیت یافتہ احباب ایک مضبوط جماعت بنے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا میں عظیم الشان کاموں کی توفیق بخشی۔ پشاور شہر کی مسجد کا وجود میں آنا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ شدید مخالفت زوروں پر تھی اور بعض مخالفین تو مرنے مارنے کی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت قاضی صاحب

جب خدا کی رضا اور سب احباب کی ضرورت کے مطابق ایک کام کا عزم صمیم لئے میدان میں کھڑے ہوں تو آپ کے تربیت یافتہ آپ کے قدردان آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لئے برابر آپ کے ساتھ مساعی اور قربانیوں میں شریک تھے۔ عجیب دور تھا کہ سب دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر اخلاص و وفا میں آگے بڑھنے میں لگے ہوئے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ اُن سب کے لئے ایک بے لوث دعائیں کرنے والا وجود اُن کے ساتھ ہے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے اکثر کے باہمی رشتہ ناطہ کے مسائل بھی حضرت قاضی صاحب نے ذاتی دلچسپی لے کر حل فرمائے تھے۔ اس طرح ان کے گھروں کی شادمانی میں آپ کا ہاتھ تھا۔

جذبۂ ایثار و قربانی سے سرشار ہر احمدی آپ کی توجہ جذب کر رہا تھا اس لئے حضرت قاضی صاحب ان کا حق سمجھتے ہوئے ان کے لئے دُعائیں کرتے یہ کیفیت فقط پشاور شہر تک محدود نہ تھی بلکہ بڑی کثرت کے ساتھ آپ دورے کر کے بیرونی جماعتوں تک پہنچتے۔ اُن کے مسائل سن کر مشورے دیتے اور ہمدردی و پیار کے ساتھ کی گئی دعاؤں سے اُن کے دل جیت لیتے۔ آپ کی تمنا ہوتی کہ ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی ہری بھری شاخ بنے اور برکات و ثمرات کا وارث ہو۔ آپ کا وجود برکت خیز تھا فرمایا کرتے کہ دیکھو مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت دولت دی ہے۔ مجھے اپنے مسیح کی صحبت سے فیضیاب کیا ہے۔ میرے وجود کو بھی مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تبرک سمجھو۔ میں نے اپنے یہ ہاتھ مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک میں دیئے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ملائے۔ میں نے خدا کے مسیحؑ کے ساتھ کھانا کھایا ہے بلکہ ایک دفعہ تو خود حضورؑ اپنے گھر سے کھانا لے کر آئے اور مجھے دیا جو میں نے کھایا۔

اس طرح کی باتیں سننے والوں کو بھی حرارتِ ایمان سے گرما دیتیں۔ اور انہیں غیر معمولی روحانیت نصیب ہوتی۔ ایسی باتیں آپ اپنے بچوں کو بھی جمع کر کے سنایا کرتے اور بتایا کرتے جس سے ایک خاص طرح کی دلجمعی اور للہی محبت پیدا ہوتی۔ اسی طرح آپ کا بڑا پر حکمت طریق

تھا کہ تبلیغ پر نکلتے تو دیگر احباب اور بچوں کو بھی ہمراہ لے لیتے تا کہ اُن میں بھی علم و اعتماد پیدا ہو اور وہ بھی آگے علم بانٹنے والے بن جائیں اور یہی داعیان الیٰ اللہ تیار کرنے کا بہترین طریق ہے۔

حضرت قاضی صاحب کی چند باتیں تازہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا نے انہیں بے بہا علم دیا تھا۔ آپ اردو، پشتو اور فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر اور مقرر تھے۔ عربی زبان میں دلچسپی ایک عربی لغت تیار کرنے سے ظاہر ہے تاہم آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر بھی قلمبند کی۔ پچاس کے قریب عام مسائل پر چھوٹے موٹے پمفلٹ شائع کئے۔ انہیں ملا کر تقریباً آپ کی تالیفات 80 ہیں۔ عیسائیوں کے رد میں ''اناجیل کا یسوع قرآن کا عیسیٰ'' بڑا دلچسپ علمی حربہ ہے۔ اسی طرح شیعہ مکتبہ فکر کے خلاف قابل قدر کام کیا ہے۔ لاہوری یا پیغامی جماعت کے خلاف تو آپ شمشیر برہنہ تھے۔ ان تمام کوششوں اور کاوشوں کو یکجا کیا جائے تو انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ اتنے انتظامی فرائض انجام دینے والا شخص اس قدر گوناں گوں مطالعہ کیسے اور کب کرسکتا ہے۔ ان سب علمی خزانوں کی ترتیب واشاعت کے بعد ان کو پھیلانا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ الٰہی تائید کے ہمرکاب ہونے کے ثبوت میں حضرت قاضی صاحب نے اپنی کتاب ''ظہور احمد موعود'' میں ایک عجیب ذوقی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے جو بہت ایمان افروز ہے:

> ''خاکسار کے یوم التولید پر جن عجائبات کا ظہور ہوا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار ہے۔ یکم ستمبر 1883ء مطابق 28 شوال 1300ھ کا دن جو خاکسار کا یوم التولید ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نواب بھوپال اپنی کتاب ''حدیث الغاشیہ'' صفحہ 307 پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس دن سے آسمان پر شفقِ احمر کا ظہور ہوا جو قریباً چھ ماہ تک رہا۔ آسمان کے کنارے سرخ رہتے تھے۔ عیسائی یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگیا اور مسلمان کہتے تھے کہ حضرت امام مہدی پیدا ہوگیا ہے۔'' (دیکھو عسل مصفّٰی جلد دوم صفحہ 370-522)

اخبار جریدہ روزگار مدراس جلد 9 نمبر 37 مورخہ 15 ستمبر 1888ء بمطابق 25 ذوالقعدہ 1300 ہجری میں ایک مضمون شائع ہوا کہ آسمان پر سورج ماند پڑ گیا اور سطح آفتاب پر خلافِ معمول بڑے بڑے سیاہ دھبے یا گڑھے نمودار ہوئے اور تاریکی چھا گئی اور لکھا کہ گزشتہ ہفتہ (یکم تا 8 ستمبر) سے تا اِلی الان (یعنی اب تک) جو حالات اور عجیب وغریب واقعات وقوع میں آئے وہ ایسے ہیں کہ ہم کو ایسا دیکھنے اور سننے کا اتفاق شاید بہت کم ہوا ہوگا۔

(دیکھئے عسل مصفیٰ جلد دوم صفحہ 268)

جزیرہ جاوا میں آتش فشاں پہاڑ پھٹا اور نَارٌمِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ کا ظہور ہوا اور کئی دنوں تک مشرق سے روشنی دُور دُور تک نظر آتی تھی۔ دیکھو جریدہ روزگار مدراس جلد 9 نمبر 38 مورخہ 19 ذی القعدہ مطابق 1300 مطابق 22 ستمبر 1883ء۔ (عسلِ مصفیٰ جلد دوم صفحہ 299)

۱۔ قاضی محمد یوسف صاحب یعنی مصاحبت کرنے والا از روئے ابجد 1300 ہوتے ہیں۔

۲۔ غلام احمد قادیانی یعنی حضرت احمد موعود کا رُوحانی فرزند 1300 ہوتے ہیں۔

۳۔ نار من قبل المشرق کے ساتھ یوسف کا عدد جمع کریں تو 1300 ہوتے ہیں۔ یعنی یوسف کا تولد نار من قبل المشرق کے ساتھ ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی سال ظہور احمد موعود یا طلوعِ بدر اتم مشرق سے ہوا۔ الحمد للہ علی ماوقع

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب جیسے بندگانِ خدا کسی خدا نما وجود سے لگ کر خاک سے سونا اور سونے سے کُندن بننے کا ثبوت ہوتے ہیں۔ ان کے تذکار وقصص میں ایک سدا بہار خوشبو مہکتی ہے اور ہر طرف ایک خوشگوار فضا قائم رہتی ہے۔ ان سے مستفید و مستنیر ہونے والے قدردانوں پر ان کا قرض ہوتا ہے کہ ان کے لئے دعائیں کریں تا ان کا باقی رہنے والا سلسلہ رُوحانی اور جسمانی طور پر ہمیشہ قائم رہے۔ اپنی کتاب ''ظہور احمد موعودؑ'' میں حضرت قاضی

صاحب نے دو بیگمات اور اپنے بچوں کے لئے دعا کی تحریک فرمائی ہے اسی دُعا پر مشتمل حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کے پانچ شعروں کے ساتھ خاکسار ''تذکار یوسف'' کو سمیٹ رہا ہے۔

میری دو بیبیاں اور اُن کے بچے
تیرے فضلوں سے ہی سب کچھ ملا ہے
محمدؐ احمد و محمودؔ احمد
بشیر احمد یہ سب تیری عطا ہے
دیا چوتھا پسر مسعود احمد
یہی ہیں پنج تن جن پر بناء ہے
خداوندا انہیں دے عمر و ایماں
تیرے یوسف کی تجھ سے التجا ہے

○

احمدیت کا شیر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خط بنام مکرم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب ان کے والد حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا:

''حضرت قاضی صاحب سرحد میں احمدیت کے شیر تھے۔ ان کو دیکھ کر دشمن کا پتہ پانی ہوجاتا۔''

(مکتوب 26 اپریل 1987ء)

حضرت مرزا غلام رسول صاحب کا ایک رؤیا

''احمدیوں کی بد دعا سے بچنا چاہئے''

احمدیوں کے حوالے سے سابق صوبہ سرحد کی ایک نمایاں شخصیت کا اعتراف اور نصیحت

معروف شاعر، صحافی اور ادیب محترم ثاقبؔ زیروی صاحب مرحوم (بانی ہفت روزہ۔لاہور) نے اپنی یادداشتوں کے مجموعہ ''تجربات جو ہیں امانت حیات کے'' میں صوبہ خیبر پختونخوا میں ہونے والا ایک عبرت آموز واقعہ درج کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے صوبہ کے ایک قابل احمدی کی حق تلفی کئے جانے پر اس کے لئے اپنی غیرت ایک نشان کے طور پر ظاہر کی اور نہ صرف اس احمدی کو اس کا حق مل گیا بلکہ اس نادانی کے مرتکب سردار اورنگ زیب خان (گنڈاپور) صاحب کو، جو کہ ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت کے مستعفی ہو جانے کے بعد صوبہ کے وزیر اعلیٰ بنے تھے، اپنی اس غلطی کا شدت سے احساس ہو گیا اور اس پر بیحد نادم ہوئے، جس کا اعتراف انہیں بزبانِ خود کرنا پڑا۔ اس واقعہ کی تفصیل سردار اورنگ زیب خان صاحب نے خود ثاقبؔ زیروی صاحب کو سنائی جو سابق مشرقی پاکستان کے شہر چاٹگام میں ہونے والے ایک ایسے مشاعرہ کو سننے کے لئے برماؔ سے آئے ہوئے تھے جس میں ثاقبؔ صاحب کو گورنر جنرل پاکستان الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب نے خصوصی طور پر اپنا کلام سنانے کے لئے سرکاری طور پر مدعو کیا ہوا تھا۔

ثاقبؔ زیروی صاحب اس مشاعرہ کی روئیداد قلمبند کرتے ہوئے اس واقعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''عجیب بات ہے کہ ایک صاحب (برما) میں سفیر پاکستان سردار اورنگ زیب خان جو بطور خاص مشاعرہ سننے تشریف لائے تھے ان شعری نشستوں میں سب سے پہلے پہنچتے تھے ۔اے ڈی اظہرؔ صاحب سے ان کی گاڑھی چھنتی تھی۔ایک دن ہال میں بیٹھے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ وہ اظہرؔ صاحب سے میرے بارے میں کچھ پوچھ رہے ہیں اور ان کے ہر اشارے کے جواب میں اظہرؔ صاحب مثبت اشارہ فرمارہے ہیں۔میرے کانوں میں صرف یہ فقرہ پڑا کہ:

''ان کی بددعا سے ڈرنا چاہئے''

مجھے ان کے اس فقرے نے تشویش میں مبتلا کردیا اور میں ریلوے انسٹی چیوٹ کے مشاعرے سے دو گھنٹے قبل ان کے کمرہ میں جا پہنچا اور اس احتیاط اور خوف کا سبب پوچھا تو انہوں نے بڑے ہی لطیف پیرائے اور مخصوص لہجے میں بتایا کہ:

''وہ بھی صوبہ سرحد کے سب سے پہلے با اختیار وزیر اعلیٰ تھے۔پی سی ایس کا نتیجہ نکلا تو سرحد کے دو نوجوان سرِ فہرست تھے۔عبداللہؔ جان خان اور شیر بہادؔر خان۔مجھے معلوم تھا کہ عبداللہ جانؔ خان قادیانی ہے اور قادیانی کا بیٹا ہے۔میں نے کہا کہ میں تو اسے جج نہیں لگاؤں گا۔میری یہ بات کسی طرح عبداللہؔ خان کے والد محترم غلام رسوؔل خان تک بھی پہنچ گئی۔وہ مجھے ملنے آئے مگر میں نے عبداللہ خان کو جج لگانے سے صاف انکار کردیا۔غلام رسول خان نے کہا:

''اورنگ زیب خان ضد نہ کرو اور خدا کے غضب کو نہ للکارو۔میں نے تو رؤیا میں عبداللہ جان خان سربراہ عدالت کے طور پر دیکھا ہے۔''

مگر میں اپنے انکار پر بضد رہا اور وہ واپس چلے گئے۔پشاور میں چیف منسٹر ہاؤس لکڑی کا بنا ہوا ہے۔تینوں منزلوں کی سیڑھیاں بھی لکڑی کی ہیں۔اگلی صبح ناشتے

کے بعد جو سیکرٹریٹ جانے کے لئے تیار ہوا تو میرا پاؤں ان سیڑھیوں سے ایسا پھسلا کہ میں لڑھکتا ہوا دھڑام سے نچلی منزل کے فرش پر آ رہا اور میری دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ مجھے ہسپتال پہنچا دیا گیا اور قائد اعظم کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ سینئر نائب صدر خان عبدالقیوم خان کو قائد حزب اقتدار چن لیا جائے اور وہ کل وزارت عُلیا کا حلف اٹھالیں۔ حلف اٹھانے کے بعد وہ مجھے ملنے آئے تو میں نے ان سے تاکیداً کہا:

''آج ہی عبداللہ جان خان کا بطور سول جج تقرر کر دو ورنہ میری طرح تمہاری بھی ٹانگیں ٹوٹ جائیں گی!''

(بحوالہ: ''تجربات جو ہیں امانت حیات کے'' صفحہ ۶۹-۶۸)

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس تادیبی نشان کو دیکھ کر اس وزیر اعلیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ سیڑھیوں سے گرتے ہوئے اُسے یقیناً محترم غلام رسول صاحب کے یہ الفاظ یاد آ گئے ہونگے:

''اورنگ زیب خان ضد نہ کرو اور خدا کے غضب کو نہ للکارو!''

چنانچہ اس نے اگلے وزیر اعلیٰ کو بھی اس بارہ میں پہلے سے تنبیہ اور نصیحت کر دی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآُولِي الْاَبْصَارِ

تاریخی طور پر تو ظاہر ہے کہ یہ مکرم مرزا عبداللہ جان صاحب مرحوم ریٹائرڈ سیشن جج اور ان کے مستجاب الدعوات والد محترم مرزا غلام رسول صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کا واقعہ ہے مگر ثاقب زیروی صاحب نے اپنی روایت میں مرزا غلام رسول اور ان کے بیٹے عبداللہ جان کے ناموں کے ساتھ غالباً اس بناء پر کہ ان کا تعلق پشاور سے تھا، ان کے ناموں کے ساتھ 'خان' کا لاحقہ لگا دیا تھا۔ دراصل 'خان' ان کے ناموں کے ساتھ نہیں تھا لیکن بہرحال اس انتہائی اہم

اورعبرت آموز واقعہ کے نفس مضمون اور تاریخی اہمیت کے مقابلہ میں ناموں کی بحث غیر ضروری ہے۔

سرداراورنگ زیب خان صاحب 25 مئی 1943 کو وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد بنے تھے۔ مرزا عبداللہ جان صاحب نے 1944 میں سول سروس کا امتحان پاس کیا تھا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اوّل آئے تھے۔

○

حضرت میر ناصر نواب صاحب ہوتی ضلع مردان میں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحب اپنی ملازمت کے سلسلہ میں کچھ عرصہ ہوتی مردان میں مقیم رہے۔ آپ کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

''میر صاحب نے ملازمت کے سلسلہ میں حسب ذیل مقامات پر قیام فرمایا: مادھو پور نزد پٹھانکوٹ، لاہور، سٹھیالی، کاہنووان، تتلے نزد قادیان، انبالہ، پٹیالہ، لدھیانہ، فیروز پور اور ہوتی مردان۔ یہاں سے آخر کار 1894ء میں آپ نے پہلے فرلولی اور پھر پینشن پائی۔ مردان سے سیدھے قادیان آگئے۔ آپ نے 29 سال ملازمت کی اور 31 برس پینشن پائی۔'' (ماہنامہ مصباح جون 1980)

خلافت اولیٰ وثانیہ کے دور کے
بعض واقعات
اور
بزرگ مبائعین

خلافت ثانیہ کا ابتدائی دور اور مالی مشکلات

جماعت کا قابل تقلید قربانی کا نمونہ

خلافت ثانیہ کے ابتدائی دور میں جماعت کی مالی حالت انتہائی کمزور تھی اس کا کچھ اندازہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اعلان سے ہوتا ہے جو حضورؓ نے مجلس مشاورت منعقدہ 1927ء کے موقع پر کیا۔ اس وقت انجمن کی مالی حالت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''اگر تین ماہ تک صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت اچھی نہ ہوئی تو میں مخلصین کو بلاؤں گا کہ آؤ، ایک قسم کا کھانا اور کپڑا جس سے بدن ڈھک سکے، رکھ لیں اور باقی سب کچھ اشاعت اسلام کے لئے دے دیں۔''

ابھی حضورؓ نے جماعت سے مطالبہ کا عندیہ کا اظہار کیا تھا اور باقاعدہ تحریک نہ کی تھی لیکن مخلصین جماعت نے اپنے چندہ جات میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ نیز بہت سے نئے افراد نے نظام وصیت میں شمولیت کی۔ قربانی کی اس دوڑ میں صوبہ خیبر پختونخوا کے افراد بھی پیچھے نہ تھے اور وہ بھی باقی جماعت کے ساتھ شانہ بشانہ تھے۔ 1921 سے لے کر 1926 تک کے عرصہ میں جن مخلصین نے اپنے چندہ میں اضافہ کیا یا نظام وصیت میں شامل ہوئے ان کے اسماء درج ذیل ہیں ان اسماء کا ذکر احمدیہ گزٹ قادیان کی 28-1927 کی اشاعت میں موجود ہے۔

ا۔ حضرت مرزا غلام رسول صاحب ریڈر عدالت پشاور نے حضورؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں اشاعت اسلام کی غرض سے 1/4 حصہ آمدنی کا ماہوار دیا کروں گا۔ میری موجودہ آمدنی 200 روپیہ ماہوار ہے۔ اب چندہ 50 روپے ماہوار دوں گا۔

۲۔ مولوی خلیل الرحمن صاحب (1/8 حصہ ماہوار آمد کا دیا۔)

۳۔ڈاکٹر فتح دین صاحب اسسٹنٹ سرجن پشاور نے 1/6 حصہ ماہوار آمد کا دیا۔
۴۔محمد سرفراز خان صاحب پشاور نے اپنی آمد و جائیداد کے 1/5 حصہ کی وصیت کی۔
۵۔محمد عالم صاحب اکاؤنٹنٹ پشاور نے اپنی آمد کا 1/8 حصہ اور جائیداد کا 1/3 حصہ کی وصیت کی۔
۶۔محمد فضل حق صاحب وزیرستان۔
۷۔شاہ جہاں بی بی صاحبہ زوجہ حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید وصیت 1/3 حصہ جائیداد۔
۸۔صاحبزدہ محمد طیب صاحب لطیف ابن حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید وصیت 1/3 حصہ جائیداد
۹۔صاحبزادہ احمد ابوالحسن قدسی صاحب ابن حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید وصیت 1/3 حصہ جائیداد۔
۱۰۔ڈاکٹر محمد رمضان صاحب نوشہرہ۔
۱۱۔مولوی محمد شہزاد خان صاحب، فاضل مبلغ علاقہ بنوں۔
۱۲۔خان شمس الدین خان صاحب پولیٹیکل کلرک خیبر ایجنسی۔
۱۳۔محترمہ مقصودہ بیگم صاحبہ زوجہ پیر زماں شاہ صاحب وکیل مانسہرہ۔
۱۴۔مرزا نصر اللہ خان صاحب سیکرٹری وصایا مردان۔
۱۵۔اخوندزادہ محمد شاہ صاحب دھوبیاں ضلع پشاور۔
۱۶۔فاطمہ بی بی صاحبہ زوجہ مرزا غلام حیدر صاحب وکیل نوشہرہ۔
۱۷۔ملک محمد الطاف خان صاحب ولد ملک محمد خواص خان صاحب۔
۱۸۔مکرم اعراف اللہ خان صاحب آف کا کا خیل۔
۱۹۔خان بہادر محمد علی خان صاحب ولد نواب زادہ سید علی خان صاحب احمد نگر کوہاٹ۔

حضرت مصلح موعودؓ کا سفر چارسدہ اور مردان صوبہ کے دورہ کے بعض اہم مقاصد

حضرت مصلح موعودؓ عنہ نے 1948 میں یعنی پارٹیشن سے اگلے سال صوبہ خیبر پختونخوا جو اس وقت صوبہ سرحد کہلاتا تھا کا دورہ فرمایا۔اس دورہ کا تفصیلی ذکر ہم جلد اول میں کر آئے ہیں تاہم اس دورہ کے سفر چارسدہ اور سفر مردان کے متعلق ان دو جماعتوں کے صدر صاحبان یعنی ماسٹر نور الحق صاحب صدر جماعت چارسدہ اور مکرم مولوی آدم خان صاحب صدر جماعت احمدیہ مردان نے جو رپورٹ مرتب کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ان میں بعض زائد امور کا ذکر ہے جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

سفر چارسدہ

سفر چارسدہ کے متعلق ماسٹر نور الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 1948 میں پشاور کی طرف سے اندازاً بوقت دس بجے چارسدہ تشریف لائے تھے اور فقیر محمد خان صاحب ایگزیکیوٹو انجینئر کے مکان پر چند گھنٹے قیام فرمایا تھا۔اسی دوران حضورؓ خان بردرز سے ملنے کے لئے اتمان زئی تشریف لے گئے تھے۔حضورؓ تقریباً 2 گھنے کے بعد اتمان زئی سے واپس تشریف لائے اور چارسدہ میں غیر احمدیوں کی مسجد میں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائی۔اردگرد کے معززین نے حضورؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ایک دوست کی زبانی روایت ہے کہ حضورؓ نے کسی نے پوچھا کہ خان بردرز

نے حضور کو کیا کہا تو حضور نے فرمایا کہ خان بردرز تباہ ہو گئے ۔ اس کے بعد حضورؓ بذریعہ موٹر مردان تشریف لے گئے ۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 452)

سفر مردان

سفر مردان کے متعلق مکرم مولوی آدم خان صاحب بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مصلح موعودؓ بمع قافلہ اور خدام از پشاور و مردان از طرف پشاور براستہ چارسدہ مردان تشریف لائے ۔ جلسہ تقریباً عصر کے بعد شروع ہوا۔ مکرم نصر اللہ خان صاحب بریسٹرایٹ لاء نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ مرزا صاحب ایک صرف مذہبی آدمی ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ آنمحترم ایک جرنیل بھی ہیں ۔ (یا اسی قسم کے تعریفی الفاظ استعمال کئے) ان ریمارکس سے سامعین اور سنجیدہ طبقہ پر اثر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ جلسہ میں مردان کے معزز وکلاء صاحبان بھی موجود تھے۔ کل سامعین کی تعداد تین چار صد کے قریب تھی ۔ جلسہ کے بعد حضورؓ نے نماز مغرب پڑھائی ۔

دوسرے دن صبح حضورؓ مسجد احمدیہ بکٹ گنج تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا کی ۔ اس کے بعد حضورؓ بمع اپنے قافلہ تخت بہائی ، شوگر ملز دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے ۔

بعد ازاں براستہ رسال پور ، نوشہرہ تشریف لائے ۔ رسالپور میں چوہدری ظفر صاحب جو اس وقت ایئر فورس میں شائد پائلٹ آفیسر تھے ، کے ہاں کھانا تناول فرمایا اور ایک مختصر تقریر بھی فرمائی ۔ رسالپور کے ساتھ 'پیر مبارک' نامی جگہ کو دیکھا۔ حضورؓ دیکھنا یہ چاہتے تھے کہ نئے مرکز کے لئے خواب میں دکھایا جانے والے

مقام تو نہیں لیکن اس کا نقشہ خواب سے مختلف پا کر اسے چھوڑ دیا گیا۔

نوشہرہ میں ایک غریب لیکن نہایت مخلص دوست نے چائے پیش کرنے کی درخواست کی جو منظور کی گئی۔ یہاں پر بھی حضورؓ نے تقریر فرمائی۔ جو اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ○ کی قرآنی آیت پر تھی۔ یہ تقریر مرزا غلام حیدر صاحب ایڈوکیٹ امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ کی صدارت میں ہوئی تھی۔ حضور کی ہم رکابی میں قاضی محمد یوسف صاحب پروانشنل امیر صوبہ سرحد، صاحبزادہ عبداللطیف صاحب (ٹوپی) بھی تھے۔'' (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 452-453)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا نوشہرہ اور رسالپور میں ورودِ مسعود

جیسا کہ پہلے درج ہو چکا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ 1948 میں صوبہ سرحد کے تاریخی دورہ پر تشریف لائے تھے۔ اس ضمن میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے اس دورہ کا آغاز نوشہرہ کی سرزمین کو آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہونے سے ہوا تھا۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق جب حضور انور کی ٹرین نوشہرہ چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر رکی تو وہاں پر چالیس احمدی اور تیس غیر از جماعت لوگ جس میں شہر کے معززین اور عمائدین شامل تھے، حضور کے استقبال اور زیارت کے لئے موجود تھے۔ حضورؓ نے سب کو مصافحہ کا شرف بخشا۔ مصافحہ کے دوران مرزا اللہ دتہ صاحب سیکرٹری مال دوستوں کا تعارف کراتے جاتے تھے اس کے بعد حضورؓ کی خدمت میں اور آپ کے قافلہ میں شامل احباب کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔ امیر جماعت مقامی مکرم مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ غیر از جماعت دوست اس بات کے خواہشمند ہیں کہ حضورؓ ان کو کچھ نصائح فرمائیں۔ اس پر حضورؓ نے ٹرین سے

اُتر کر مختصر خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ زندوں کی خرابیاں اگر دور ہو جائیں گی تو خدا تعالیٰ ان کے فوت شدہ بزرگوں کی قبروں کی درستی اور حفاظت کے سامان بھی کر دے گا۔ اور مسلمانوں کے استحکام کے سامان بھی پیدا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام سے محبت کرتا ہے اور وہ اسلام سے محبت کرنے والوں کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ وہ لوگ جو خدا کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں گے اور اپنے ظاہر کو درست کرلیں گے اور نمازوں کو قائم کریں گے تو خدا تعالیٰ بھی ان کے باطن کو درست کر دے گا۔

اس مختصر مگر دردانگیز اور پراثر جامع خطاب کے بعد حضور انور ٹرین میں تشریف فرما ہو گئے اور ٹرین تکبیر کے نعروں میں پشاور کے لئے روانہ ہوگئی جہاں آپؓ نے ایک ہفتہ قیام فرمایا۔

آپ کے اس دورہ کے اختتام پر بھی جماعت احمدیہ نوشہرہ کو حضور انور کی میزبانی کا دوبارہ شرف حاصل ہوا جس کی صورت یہ بنی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جب مردان اور رسالپور کے دورہ کے بعد نوشہرہ واپس پہنچے تو ایک غریب مگر نہایت مخلص دوست نے چائے پیش کرنے کی درخواست پیش کی جو منظور کی گئی ۔ یہ مخلص دوست مکرم شیخ عبدالحکیم صاحب مرحوم تھے۔ جو سرکاری ڈاک بنگلہ میں ملازم تھے۔ ان کا ذکر اس کتاب میں الگ سے بھی شامل ہے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت- جلد 12 صفحہ 454)

صوبہ کے دورہ کے اہم مقاصد

حضورؓ کے صوبہ سرحد کے دورہ کے متعلق ان دونوں رپورٹوں کے پڑھنے سے اس دورہ کے دو اہم مقاصد کھل کر سامنے آتے ہیں۔

پہلا اہم مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے نئے مرکز کی تعمیر کے لئے مناسب جگہ منتخب کی جائے تقسیم ملک کے بعد قادیان سے ہجرت کے بعد نئے مرکز کی تعمیر جلد از جلد از بس ضروری تھی اس غرض کے لئے حضورؓ نے پہلے سندھ اور کراچی کا دورہ فرمایا اور پھر

صوبہ سرحد کا۔حضورؓ یہ چاہتے تھے کہ کسی مناسب جگہ کے انتخاب سے قبل پاکستان کے تمام اہم مقامات کا جائزہ لے لیا جائے اس بنا پر حضورؓ رسال پور کے قریب پیر مبارک جگہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے لیکن اس جگہ کو حضورؓ نے کچھ عرصہ قبل اپنی ایک خواب میں دیکھی ہوئی جگہ سے مختلف پایا۔ نئے مرکز کے لئے حضورؓ ایک ایسی جگہ چاہتے تھے جس کا نظارہ خواب میں دیکھا تھا۔ یہ جگہ ایک ایسی وادی تھی جو پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین ربوہ کا انتخاب منشاء خداوندی کے مطابق تھا۔خدا تعالیٰ نے پاکستان میں ہجرت سے قبل حضورؓ کو نئے مرکز کے متعلق خواب میں نظارہ دکھایا تھا نیز دارالہجرت کا قیام ایسی جگہ ضروری تھا جو نہ صرف پاکستان میں پھیلی ہوئی تمام جماعتوں کے لئے مرکزی جگہ ہو بلکہ اکناف عالم کے احمدیوں کے لئے بھی وہاں آنا جانا بھی باآسانی ممکن ہو۔ یہ مقصد سرحد میں یا سندھ میں کسی جگہ کی بجائے پنجاب میں پورا ہوسکتا تھا۔تاہم حضورؓ نے ایسی جگہ کا انتخاب پاکستان کے ان تمام اہم مقامات کو دیکھنے کے بعد فرمایا۔

دوسرا اہم مقصد حضورؓ کے اس صوبہ کے دورہ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ سامنے آتا ہے کہ حضورؓ اس علاقہ کے لوگوں کو نئی مملکت کی تعمیر وترقی کے لئے ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضور نے اپنے پبلک لیکچروں اور نجی ملاقاتوں میں لوگوں کو اس طرف موثر رنگ میں توجہ دلائی۔

قیام پاکستان کے بعد حضورؓ یہ چاہتے تھے کہ اس صوبہ کے لوگوں کو نئی مملکت کی تعمیر وترقی کے لئے تیار کیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد حضرت مصلح الموعودؓ کی وہ واحد شخصیت تھی جس نے وقت کی اس اہم ضرورت کا احساس کیا اور لوگوں کو اس نئی مملکت کے لئے یکجہتی کی ضرورت پر زور دیا۔ نیز نئی مملکت کی تعمیر وترقی کیلئے محنت اور قربانی سے کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

صوبہ سرحد میں خان برادران اور خاص طور پر خان عبدالغفار خان صاحب مسلم لیگ کے علی الاعلان مخالف تھے۔ حضورؓ کا ان سے بعض سیاسی اجتماعات پر تعارف تھا۔ اس لئے اب قیام پاکستان کے بعد حضورؓ ان سے مل کر ان کو اس امر کے لئے تیار کرنا چاہتے تھے کہ وہ اس نئی مملکت کے معرض وجود میں آجانے کے بعد اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کریں۔ اس غرض کے لئے حضورؓ ان کے گھر اتمانزئی گئے۔ اس قسم کی یہ واحد کوشش تھی جو صرف حضورؓ نے کی۔ لیکن افسوس کہ خان عبدالغفار خان نے اس مخلصانہ کوشش اور اپیل کو قبول نہ کیا۔

اگرچہ یہ امر باعث افسوس ہے کہ خان برادرز نے اس مخلصانہ اپیل کا مثبت جواب نہ دیا اور اپنی پرانی ہٹ پر مصر رہے۔ ان کے اس موقف کا نہ تو ان کو اور نہ ہی علاقہ کے لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچا بلکہ اس منفی سیاست سے ملک وقوم کو نقصان ہی ہوا۔ اس لئے خان برادرز سے ملاقات کے بعد جب حضورؓ کا تاثر دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

''خان برادرز تباہ ہو گئے''

حضورؓ دل سے یہی چاہتے تھے کہ قیام پاکستان سے قبل خان برادران کا جو کردار تھا، اُسے اب نئی مملکت کے قیام کے بعد انہیں ترک کر دینا چاہئے اور نئی مملکت کے استحکام و ترقی کے لئے ممد ومعاون بننا چاہئے۔

حضورؓ کی خان عبدالغفار خان سے ملاقات کا ذکر مکرم عبدالسلام خان صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ''حیات الیاس'' میں کیا ہے حضور نے کس موثر رنگ میں عبدالغفار خان کو قائل کرنے کی کوشش فرمائی اس کے کچھ مزید پہلو اجاگر ہوتے ہیں فرماتے ہیں:

''چارسدہ میں حضور نے پہلے سے ہی عبدالغفار خان سرحدی گاندھی سے ملاقات کا وقت مقرر کیا ہوا تھا۔ حضورؓ عبدالغفار کے گاؤں شاہی باغ ان سے ملنے بہ ہمراہ محمد اکرم خان درانی صدر جماعت احمدیہ چارسدہ تشریف لے گئے۔ اکرم

خان نے مجھے بتلایا کہ حضورؓ نے ہر چند کوشش کی کہ سرحدی گاندھی کو پاکستان کی حمایت کے لئے تیار کریں مگر ہر بار عبدالغفار یہ کہتے کہ مرزا صاحب آپ نہیں دیکھتے کہ حکومت پاکستان میرے ساتھ کیا سلوک کررہی ہے۔اس پر حضرت صاحبؓ نے ان سے فرمایا:

پاکستان کو بچانے کی کوشش کریں۔کسی ایک شخص کے ناروا سلوک کی وجہ سے سارے پاکستان کو غرق مت کریں۔''

اس کے بعد حضورؓ چارسدہ تشریف لے گئے اور راستہ میں محمد اکرم خان سے فرمایا کہ:

''یہ شخص اب مرگیا ہے۔اب اس میں کوئی حس مسلمانوں کی حمایت کی باقی نہیں ہے''

واقعۃً اس دن کے بعد روز بروز خان عبدالغفار خان کی وقعت صوبہ سرحد میں کم ہونی شروع ہوگئی۔ (حیات الیاس صفحہ 108-109)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قیام پاکستان اور اس کے بننے کے بعد استحکام پاکستان کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔آج معاندین جماعت احمدیہ تاریخ پاکستان کے اس روشن باب کو چھپاتے ہیں بلکہ اس کو یکسر بدلنے میں مصروف ہیں۔تاریخ کے اس دور کو بُری طرح پر مسخ کر کے پیش کیا جارہا ہے۔بہت سے دانشور اس گندی سوچ کے خلاف آواز بلند کررہے ہیں۔لیکن ہم امید رکھتے ہیں کہ اصل تاریخ پر یہ ملمع سازی دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ایک وقت آئے گا کہ مؤرخین اصل حقائق دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔اس وقت ان کو حضرت مصلح موعودؓ کی پاکستان کے لئے خدمات اور مساعی کا علی الاعلان اعتراف کرنا پڑے گا۔حضور کو اس کا خود بھی احساس تھا اسی لئے آپ نے ایک شعر میں اس کا اظہار یوں فرمایا تھا ؎

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

قیام پاکستان کا روحانی پس منظر

حضرت مصلح موعودؓ کی ملک وقوم کے لئے مثالی خدمات

حضرت مصلح موعودؓ کے چارسدہ اور مردان کے دورہ کے تعلق میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ صرف جماعتی دورہ نہ تھا بلکہ حضورؓ پاکستان کی نئی مملکت کے معرض وجود میں آنے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگوں کو اس کی استحکام پاکستان اور اس کے دفاع سے متعلق ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتے تھے۔حضورؓ نے تمام پبلک تقاریر میں اس موضوع پر خطاب فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی پاکستان کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے اس کوشش کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضورؓ سمجھتے تھے کہ پاکستان کا قیام دنیا کے نقشہ میں محض ایک نئے مسلم اکثریتی ملک کا اضافہ نہ تھا بلکہ اس کا ایک عظیم روحانی مقصد مقدر تھا۔مؤرخین اور دیگر دانشوروں کے نزدیک یہ ایک حادثاتی واقعہ تھا۔ان کے نزدیک دنیا میں ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی رہتی ہے۔کئی ممالک مرورزمانہ سے جغرافیائی نقشہ سے غائب ہوجاتے ہیں اور کئی نئے ملک جنم لیتے رہتے ہیں۔ان کے نزدیک پاکستان کا وجود میں آنا اس تاریخی تسلسل کا حصہ ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی غیر معمولی اہمیت نہیں تھی۔لیکن جماعت احمدیہ کے نزدیک پاکستان ایک خاص مقصد کے لئے معرض وجود میں آیا تھا اور آئندہ یہ ملک انشاءاللہ مسلمانوں کی روحانی ترقیات کا ایک عظیم مرکز ثابت ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے تمام خلفاء نے ہمیشہ اس کے لئے دعائیں کی ہیں اور جماعت کو بھی ہمیشہ اس ملک کے لئے دعاؤں کی تلقین کی ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کی تخلیق کے ساتھ جماعت احمدیہ کی قیادت وسیادت کی قادیان کی ہجرت ایک لازم وملزوم کا تعلق رکھتی ہے۔قادیان سے جماعت کی ہجرت الٰہی منشاء کے مطابق تھی۔ خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو بعض الہامات میں اس کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔پھر ''داغ ہجرت'' کا الہام واضح طور پر موجود تھا۔بظاہر اس ہجرت کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔کبھی کوئی انسانی ذہن اس کے متعلق سوچ نہ سکتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت ایک رنگ میں سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی کا ہی تسلسل تھی۔خدا تعالیٰ نے آپؑ کے دور کو حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ ممتد فرمادیا تھا۔اس لئے گویا ایک رنگ میں قادیان سے ہجرت کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی میں ہی پوری ہوئی اور اس کا بڑا ذریعہ آزادی ہند کی تحریک تھی۔جس کا عروج حضرت مصلح موعودؓ کے 1944 میں مصلح موعود کے اعلان کے بعد شروع ہوا۔

اس دور میں ملک کی آزادی کی تحریک زور پکڑتی چلی گئی،اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ، باوجود مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتوں کی شدید مخالفت کے، ایک فعال تنظیم بن گئی۔ ہندوستان کی تقسیم کو ایک محال امر سمجھا جاتا تھا ملک کی تقسیم کے ساتھ ہی پنجاب منقسم ہوا۔اس بنا پر قادیان مملکت ہندوستان کا حصہ قرار پایا اور پھر آبادی کا تبادلہ کسی کے وہم وگمان میں نہ تھا۔اس بنا پر قادیان سے ہجرت ناگزیر تھی۔

آج پاکستان کے قیام پر تقریباً70 برس کا عرصہ بیت گیا ہے۔ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ پاکستان میں کیا سلوک روا رکھا گیا۔

1953، 1974، 1984، میں ہونے والے واقعات کون نہیں جانتا۔ان حالات کی بنا پر امام جماعت احمدیہ کو اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔لیکن جماعت احمدیہ پاکستان باوجود ان تمام غیر انسانی اور ظالمانہ سلوک کے بدستور پاکستان کی ترقی کی دل سے خواہاں ہے۔ان حالات کی وجہ سے

ان کی پاکستان سے محبت اور قربانیوں میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوئی۔ ہمیں ہرگز کوئی کوئی پچھتاوا نہیں کہ ہم نے کیوں اس ملک کی خدمت کی۔ ہم بدستور یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا قیام خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق تھا اور اس کا مستقبل نہایت تابناک ہوگا۔ انشاءاللہ۔

اس بناء پر ہم کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس زمانہ کے مامور من اللہ کے موعود خلیفہ اور جماعت کا اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کوشش کرنا بخوبی ثابت کرتا ہے کہ یہ تحریک پاکستان محض جدوجہد آزادی کی ایک عام تحریک نہ تھی بلکہ ایک خاص روحانی مقصد اور آئندہ حقیقی اسلام کی سربلندی کے حصول کا ذریعہ بننے والی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ یہ امر ضرور فکر انگیز ہے کہ جماعت احمدیہ ایک روحانی جماعت ہے اور اسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے قائم کیا ہے۔ اس جماعت کے خلفاء خدا تعالیٰ کی روحانی برکات سے بہرہ ور ہیں۔ ان کا مبارک وجود اس ملک کی سلامتی اور ترقی کے لئے ایک تعویذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ضیاء الحق کے جماعت احمدیہ کے خلاف رسوائے زمانہ آرڈیننس کی بناء پر جماعت احمدیہ کے خلیفہ الرابعؒ کو یہ ملک چھوڑنا پڑا۔ اگر جائزہ لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت سے اس ملک میں نحوستوں اور طرح طرح کے مصائب نے اپنے ڈیرے ڈال دئے ہیں۔ تمام ملک دہشت گردی اور قتل و غارت کی آگ میں جھلس رہا ہے اور تیزی سے تنزل کی طرف جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ ملک کے بہی خواہ طبقہ کو اس حقیقت کے ادراک کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ اس کا تدارک کر سکیں اور وطن عزیز از سر نو جادۂ ترقی پر گامزن ہو سکے۔

○

محترم مولوی محمد الیاس خان صاحب مرحوم

تربیت اولاد کیلئے قابل تقلید نمونہ

جلد اوّل کے آخر میں ''ایک تجزیاتی جائزہ'' میں اس امر کا ذکر کیا گیا تھا کہ بعض عمائدین جماعت نے مقامی روایات کے زیر اثر اپنی بیگمات اور بچیوں کو جماعت اور خاص طور پر لجنات کے پروگرام میں شرکت سے دور رکھا۔اس کے نتیجہ میں ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض کی شادیاں غیر احمدی رشتہ داروں میں ہوگئیں اور وہ آہستہ آہستہ جماعت سے دور ہوتی چلی گئیں (یا ان میں سے بعض کی بیویاں غیر احمدی تھیں) لیکن جن بزرگان نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں خاص طور پر اپنی مستورات کو جماعت سے وابستہ رکھا بفضلہ تعالیٰ ان کی اولادیں احمدیت اور خلافت احمدیہ کی خادم ہیں۔ان بزرگان میں سے مولوی محمد الیاس صاحب کا اس سلسلہ میں نمونہ تمام افراد جماعت کیلئے قابل تقلید ہے۔ذیل میں ہم حیات الیاس سے ایک واقعہ درج کرتے ہیں جس سے مولوی صاحب کی جماعت کیلئے غیرت اور محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ کی تمام اولاد احمدیت کی خادم ہے۔

(مرتب)

''ایک دفعہ مستونگ میں خان بہادر نوابزادہ گل محمد آف ڈیرہ غازی خان نے جو ریاست قلات میں وزیر مال تھے، ایک پشاوری تحصیلدار حبیب اللہ خان کے ذریعہ مولوی صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ مجھے اپنی دامادی میں لے لیں تو یہ میری بڑی سعادت ہوگی۔ میں اپنی بیوی کو

پچاس ہزار روپیہ نقد ادا کروں گا اور نصف جائیداد اُن کے نام لگا دوں گا۔ اس کے علاوہ جو شرائط مولوی صاحب مقرر کریں وہ سب مجھے قبول ہوں گی۔ مولوی صاحب نے تحصیلدار صاحب کو فرمایا کہ نوابزادہ صاحب کو میں خود جواب دوں گا۔

دوسرے دن شام مولوی صاحب نوابزادہ صاحب کے بنگلے پر گئے اور ان سے کہا کہ آپ نے ایسا پیغام بھیجا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ ہاں، میں نے یہ پیغام بھیجا ہے اور میری بڑی خوش بختی ہوگی اگر میرے جیسا انسان آپ کی دامادی کا فخر حاصل کرلے۔ آپ نے فرمایا:

''میں ایک معمولی سے غریب شخص کو لڑکی دوں گا بشرطیکہ وہ احمدی ہو کیونکہ ہمارے شاہی خاندان کا فرد ہے۔ مگر دُنیاوی نواب کو نہیں دوں گا۔''

اور پھر نوابزادہ کو فرمایا:

''آپ کہتے ہیں کہ میں پچاس ہزار مہر اور نصف جائیداد وغیرہ دوں گا۔ لیکن اگر امیرِ کابل مجھے اپنی نصف حکومت دے اور کہے کہ آپ اپنی لڑکی کا رشتہ مجھے دے دیں تو چونکہ وہ احمدی نہیں ہے اور میں اُس کو اپنے شاہی خاندان کا فرد نہیں سمجھتا اس لئے اُس کو لڑکی نہیں دُوں گا۔

نوابزادہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اتنے عظیم انسان ہیں۔

(حیاتِ الیاس)

○

مکرم مولانا چراغ دین صاحب مرحوم - مربی سلسلہ

مکرم مولانا چراغ دین صاحب 4/اکتوبر 1904ء کو بمقام کوٹ جھونگڑ ضلع مردان میں حضرت مولوی معین الدین صاحبؓ صحابی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے کیونکہ آپ کے والد کو 1902ء میں حضورؑ کے دست مبارک پر قادیان جا کر بیعت کی توفیق ملی تھی۔ آپ کی والدہ کا نام مریم بی بی تھا۔ ان بزرگ والدین نے جن نیک خواہشات کی بناء پر اپنے بیٹے کا نام چراغ دین تجویز کیا تھا وہ واقعی دین اسلام کا چراغ بنا اور اس نے اپنی تمام زندگی بطور مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ مختلف علاقوں میں اور خاص طور پر خیبر پختونخوا میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نور کو دوسروں تک پہنچانے میں گذاری۔ اس طرح گویا وہ واقعی اسم با مسمیٰ تھے۔

مولانا چراغ دین صاحب کو ان کے والد صاحب نے دینی تعلیم کے لئے قادیان بھیج دیا۔ وہاں آپ نے مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم مکمل کی اور بطور مربی عملی زندگی کا آغاز 1930ء میں پشاور سے کیا۔ بوجہ پشتو زبان جاننے کے آپ کا تقرر صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف مقامات پر رہا۔

1966 سے 1974ء کے عرصہ میں آپ ہزارہ ضلع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر ایبٹ آباد میں قیام پذیر رہے۔ اس عرصہ میں 1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات میں شرپسندوں نے جماعت کی اور افراد جماعت کی املاک کو شدید نقصان پہنچایا۔ مشن ہاؤس اور مسجد کو آگ لگا دی گئی۔ اس موقع پر خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ آپ نے اپنے ایک چھوٹے بیٹے سمیت ایک چھوٹے کمرہ میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔

مولانا صاحب موصوف بہت ہی حلیم اور مرنجان مرنج طبیعت رکھتے تھے اور سب سے بہت

محبت کرنے والے بزرگ تھے۔ ان کی بیٹی محترمہ امتہ المتین خان صاحبہ نے آپ کی اس خوبی کا ذکر مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

''آپ ایک نہایت مشفق باپ تھے۔ نیکی کی ہر تعریف آپ میں موجود تھی۔ دین کی خدمت کا جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔''

مولانا موصوف کی پہلی شادی 1929ء میں مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت مکرم میاں امام الدین صاحب سے ہوئی۔ چند سال کی رفاقت کے بعد آپ 1935ء میں وفات پا گئیں۔ اس بیوی سے ایک بیٹا مکرم بشیر الدین مرحوم تھا جن کا ذکر مرحومین کے باب میں کیا گیا ہے۔ ستمبر 1935ء میں آپ کی دوسری شادی محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم ٹھیکیدار غلام رسول صاحب سے ہوئی۔ اس بیوی کے بطن سے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

مکرم مولانا چراغ دین صاحب 20 جولائی 1983ء کو تقریباً 80 سال کی عمر میں وفات پا گئے اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

(از محترمہ امتہ المتین صاحبہ بنت مولانا چراغ دین صاحب)

مکرم محمد زمان خان صاحب رئیس تناول

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل اکثر مذاہب کے ماننے والے امام زمانہ کی آمد کے منتظر تھے۔ مسلمانوں میں اس انتظار کی ایک مثال مکرم محمد زمان خان آف تناول ہیں۔ اگرچہ خود ان کو حضور کا زمانہ نصیب نہ ہوا لیکن انہوں نے اپنی کوشش اور وصیت کے ذریعہ اپنے بچوں کے قبول احمدیت کے لئے راہ ہموار کر دی۔ ان کے متعلق ان کی پوتی محترمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ بیان کرتی ہیں:

''میرے دادا جان علاقہ تناول کے ایک نواب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان

کا رجحان خدا تعالیٰ کی طرف زیادہ تھا۔ یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بزرگ تھے۔ ان کو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بخوبی یاد تھی کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کو جا کر میرا اسلام کہنا خواہ تمہیں گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے۔ اس زمانہ میں ذرائع ابلاغ زیادہ نہ تھے۔ ان کو حضرت سید احمد شہید کے جہاد کا علم ہوا۔ تو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے وہ دہلی گئے۔ لیکن اس وقت ۱۸۵۷ء میں انگریزوں اور مسلمانوں میں جنگ چل رہی تھی۔ وہ دہلی میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کو گرا دیا گیا مگر خدا تعالیٰ نے ان کو معجزانہ طور پر ایک شہتیر کے نیچے محفوظ رکھا۔ وہ دہلی سے واپس اپنے علاقہ میں آ گئے لیکن ان کو یقین تھا کہ امام مہدی کا ظہور سرزمین ہندوستان میں ہی ہوگا۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل اپنے تینوں بیٹوں کو وصیت کی کہ جونہی امام مہدی ظاہر ہوں وہ ضرور اس کو قبول کریں۔ اس وصیت کی بناء پر ان کے تینوں بیٹوں محمد عبداللہ خان، حکیم عطاء الرحمن خان اور ڈاکٹر عبدالقادر خان نے قادیان جا کر احمدیت قبول کر لی۔ مکرم حکیم عطاء الرحمٰن صاحب کی اولاد میں سے مکرم وسیم احمد خان صاحب اور مکرم سہیل الرحمٰن خان صاحب لندن اور برمنگھم میں جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔''

(از صفیہ بیگم رعنا۔ پوتی)

مکرم سردار گل زمان خان صاحب

سردار گل زمان خان صاحب مرحوم ۷/اپریل ۱۹۲۶ء میں بمقام داتہ ضلع ہزارہ میں ایک صاحب اثر ورسوخ زمیندارہ خاندان میں پیدا ہوئے۔آپ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو اپنا بچپن اپنے بزرگوار نانا حضرت احمد جی جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابہ میں سے تھے، کے زیر سایہ گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس وجہ سے آپ کے دل میں احمدیت کی محبت اور خلفاء کرام کا انتہائی احترام تھا۔

آپ کی تعلیم کا آغاز گاؤں سے شروع ہوا اور بی ایس سی کی ڈگری اسلامیہ کالج پشاور سے حاصل کی۔آپ کا تعلیمی ریکارڈ نہایت شاندار تھا۔تمام کلاسز میں اولین پوزیشن حاصل کرتے رہے۔تعلیم کے اس شغف کی بناء پر آپ نے اپنی ملازمت کے دوران وکالت کا امتحان پاس کیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کو کئی ماہ تک الفرقان فورس میں خدمت کی توفیق ملی۔ملازمت کا آغاز بطور انجینئر محکمہ ریڈیو پاکستان براڈ کاسٹنگ سے ہوا۔اس عرصہ میں راولپنڈی، کراچی، پشاور اور اسلام آباد میں ملازمت کی۔بالآخر کنٹرولر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔

۱۹۸۴ء میں آپ امریکہ آ گئے اور یہاں بزنس شروع کیا جو جلد ترقی کر گیا۔سکرانٹو کیلی فورنیا میں قیام کے دوران آپ بارہ سال تک اس جماعت کے صدر رہے۔اس لئے آپ کے تمام خاندان کو جماعت کی خوب خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

مکرم گل زمان صاحب کی شادی 25 سال کی عمر میں اپنی خالہ زاد محترمہ صفیہ رعنا بیگم سے

ہوئی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو تین لڑکوں اور دو لڑکیوں سے نوازا۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم سردار اسد زمان صاحب الیکٹریکل انجنیئر 51 سال کی عمر میں 2004ء میں کینیڈا میں وفات پا گئے۔ مکرم اسد زمان صاحب 1970ء سے 1974ء تک احمدیہ انٹر کالجیٹ کے صدر رہے۔ 1974ء میں جب وہ والدین سے ملنے اسلام آباد آئے تو جماعت اسلامی کے چند شر پسندوں نے آپ کی کتب اور سامان کو آگ لگا دی۔ وہ آپ کی جان کے بھی در پے تھے، اس وجہ سے آپ واپس کالج نہ جا سکے اور آپ کا فائنل امتحان قلعہ بالا حصار میں ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی نواسی ہیں اور آج کل اپنے پانچ بچوں کے ساتھ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

ان کی وفات کا مکرم سردار صاحب کے ذہن پر بڑا گہرا اثر تھا۔ ان کے دوسرے بیٹے مکرم سردار امجد زمان صاحب آجکل ورجینیا میں مقیم ہیں اور بطور سیکرٹری مال خدمت بجالا رہے ہیں۔ آپ کو اسلام آباد میں تین دن اسیرِ راہ مولیٰ کی سعادت نصیب ہوئی۔ نیز آپ کو اس جماعت کی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بھی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ آپ کے تیسرے بیٹے سردار عاصم زماں صاحب ڈاکٹر ہیں اور والدین کے ساتھ ڈیٹرائٹ میں مقیم ہیں۔

مکرم سردار صاحب کی وفات ڈبل نمونیہ کی وجہ سے 19 جون 2012ء میں 86 برس کی عمر میں ڈیٹرائٹ۔ لیوونیا میں ہوئی اور تدفین احمدیہ قبرستان مشی گن میں ہوئی۔

(از مکرم سردار امجد زمان صاحب۔ بیٹا)

○

مکرم قاضی محمد شفیق صاحب ایم اے ایل ایل بی

جماعت احمدیہ مردان کی ایک اہم شخصیت مکرم قاضی محمد شفیق صاحب ایم اے ایل ایل بی تھے۔آپ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے برادر اصغر تھے اور ہوتی میں ان کے قریب ہی رہائش پذیر تھے۔مکرم قاضی صاحب نے آپ کی کفالت کا حق ادا کیا اور آپ کی ہی دینی تربیت کا اثر تھا کہ آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں اٹھارہ سال کی عمر میں قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

آپ کی پیدائش 1896ء بمطابق 1311ھ میں ہوئی۔ یہ وہی تاریخی سال ہے کہ جس میں کسوف وخسوف کا آسمانی نشان ظاہر ہوا،اورسن غاشی والی پیشگوئی پوری ہوئی۔آپ ذہین وفطین طالب علم تھے۔آپ نے ایم اے اکنامکس اور ایل ایل بی کی تعلیم علیگڑھ کی مشہور یونیورسٹی سے حاصل کی۔اس کے بعد آپ نے اپنی پریکٹس چارسدہ اور مردان میں شروع کی اور جلد آپ کا شمار چوٹی کے وکلاء میں ہونے لگا۔آپ کی قانون دانی کی شہرت صرف اپنے علاقہ تک محدود نہ تھی بلکہ لاہور ہائیکورٹ تک پہنچ گئی تھی۔

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انگریزی ،عربی،فارسی اور مقامی زبانوں پر خوب عبور تھا۔دنیوی علوم کے ساتھ دینی علوم اور خاص طور پر قرآن مجید پر گہری نظر تھی۔ باوجود متمول اور صاحب جائیداد ہونے کے رہن سہن درویشانہ تھا۔آپ کثیر الاولاد تھے۔آپ کے ایک بیٹے مکرم قاضی محمد اسماعیل صاحب مرحوم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے داماد تھے۔آپ کے بیٹے مکرم قاضی محمد اسرائیل صاحب اور مکرم قاضی محمد ایوب صاحب جماعت سے اخلاص ومحبت کا تعلق رکھتے ہیں۔مکرم قاضی محمد شفیق صاحب 1979ء میں 85 برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

(ازمکرم قاضی مسعود احمد صاحب)

مکرم مرزا عبدالمجید خان صاحب

جماعت احمدیہ پشاور کی تشکیل و ترقی میں مکرم مرزا عبدالمجید خان صاحب اور ان کے خاندان کے افراد کا بہت اہم کردار ہے۔ ان کا کچھ ذکر ہم جلد اول میں کر آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب مرحوم بہت خاموش اور زبردست کارکن تھے۔ انہوں نے ماشاءاللہ جماعت کی مختلف جہت سے نہایت شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔

ان کی خدمت کا ایک پہلو ایسا ہے جو اکثر کے علم میں نہیں تھا۔ انہوں نے عنفوانِ شباب میں اپنے آپ کو خدمت سلسلہ کے لئے وقف کیا تھا اس کا ذکر مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر الفضل نے اپنی آپ بیتی ''سفر حیات'' میں کیا ہے۔ مکرم مرزا صاحب کے نواسے مکرم انوار احمد فاروقی نے یہ حصہ ہمیں اپنی اس کتاب میں اندراج کے لئے مہیا کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

مکرم دہلوی صاحب نے ''الفضل'' میں اپنے تقرر سے قبل وکالت تبشیر میں کچھ عرصہ کام کیا ان ایام میں ان کی مدد کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے مکرم مرزا صاحب کو مقرر فرمایا۔ جس جذبہ اور اطاعت کے ساتھ مرزا صاحب نے یہ خدمت سرانجام دی وہ احباب جماعت کے لئے انتہائی قابل تقلید ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''اس زمانہ میں وکالت تبشیر کا دفتر خود وکیل تبشیر کے علاوہ ایک کلرک اور ایک اکاؤنٹنٹ پر مشتمل تھا۔ یہ کل کائنات تھی اس دفتر کی جس کو بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی نگرانی کی گراں بہا ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ البتہ

اس زمانہ میں محترم عبدالمجید خان صاحب ڈی ایس پی پشاور اپنی کئی ماہ کی طویل رخصت وقف کر کے قادیان آئے ہوئے تھے اور حضور کی زیر ہدایت اسسٹنٹ وکیل التبشیر کی حیثیت سے خدمات بجالا رہے تھے۔ محترم خان صاحب کے آگے میری حیثیت ایک ناسمجھ بچہ سے زیادہ نہ تھی۔ وہ نہایت ہی نستعلیق طبیعت اور بہت ہی قابل ستائش عادات واطوار کے مالک تھے۔ ہر کام بہت عمدگی اور نفاست سے کرتے۔ ہینڈ رائیٹنگ اس قدر خوبصورت اور جاذب نظر تھا، یوں معلوم ہوتا تھا لکھ نہیں رہے موتی جڑ رہے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر محترم عبدالمجید خان صاحب دفتر میں نہ ہوتے تو مجھ جیسے ناتجربہ کار کلرک کے لئے وکیل التبشیر کی ذمہ داریاں ادا کرنا ممکن نہ ہوتا۔ ان کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ عمر رسیدہ، تجربہ کار اور اہم عہدوں پر فائز رہنے والے افسر اور کارگزار ہونے کے باوجود میرا اس قدر احترام کرتے اور ہر بات کی اس طرح تابعداری کرتے کہ میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔ میں ان کی خدمت میں بار بار عرض کرتا کہ آپ بزرگ ہیں مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کا احترام کروں۔ آپ ایک برخوردار کو واجب الاحترام گردان کر اسے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ وہ ہر بار یہی جواب دیتے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کو افسر مقرر کیا ہے۔ مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کا ادب ملحوظ رکھوں۔ اگر میں خدانخواستہ آپ کا احترام ملحوظ نہ رکھوں تو میں خدا کی نگاہ میں اور حضرت خلیفۃ المسیح کا نافرمان ٹھہروں گا۔ میری تو یہی دعا ہے اور کوشش ہے کہ خدا مجھے نافرمانی کا مرتکب ہونے سے محفوظ رکھے۔

محترم عبدالمجید خان صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ دفتر کا سارا کام آپ

مجھ پر چھوڑ دیں وہ میں سنبھال لوں گا۔ آپ صرف وہ کام کریں جسے انجام دینے کا میں مجاز نہیں۔ اس کے صرف آپ اور آپ مجاز ہیں۔ وہ کام یہ کہ مختلف ممالک میں فریضہ تبلیغ انجام دینے والے مبلغین کو جو مشکلات پیش آتی ہیں آپ حضور کے علم میں لائیں اور حضور جو ہدایات دیں وہ مبلغین تک پہنچانے کا انتظام کریں۔ جہاں تک ڈاک کی ترسیل کا کام ہے ہفتہ وار رپورٹ اور مرکز کی خبروں پر مشتمل مشنوں کو بھیجے جانے والے بلیٹن کا تعلق ہے یہ سب کام میں انجام دیتا رہوں گا اور اس میں قطعاً کوئی کوتاہی نہیں ہونے دوں گا۔

محترم عبدالمجید صاحب کا یہ صائب مشورہ میرے بہت کام آیا۔“

(سفر حیات۔ مؤلفہ مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب۔ صفحہ 128۔129)

مکرم صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب

صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب کے والد صاحبزادہ عبداللطیف خان صاحب کا ذکر جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے۔ آپ ٹوپی جماعت کے بانی تھے۔ آپ زبردست داعی الی اللہ تھے اور آپ کی تبلیغی مساعی سے سینکڑوں مقامی لوگ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ اس زمانہ میں ٹوپی کی جماعت نہایت فعال تھی اور تمام علاقہ میں معروف تھی۔

صاحبزادہ عبداللطیف خان صاحب کی وفات 19 اپریل 1957ء میں ہوئی اور ان کی وفات کے بعد بڑے بیٹے صاحبزادہ عبدالحمید خان صاحب اور ان کے بھائیوں نے جماعت کی بدستور آبیاری کی اور جماعت ترقی پذیر رہی۔

ضلع ہزارہ کے بعض بزرگان

عبداللہ خان صاحب

آپ کی گود میں آپ کا پوتا مبشر احمد ہے جو 1990ء میں داتہ میں بعمر 26 سال شہید ہو گئے تھے۔
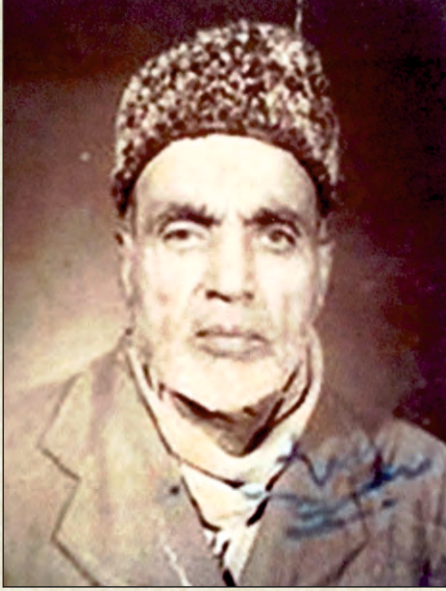
بابو رحمت اللہ صاحب

صدر جماعت احمدیہ داتہ

صوبیدار میجر عبدالرحیم صاحب

صدر جماعت احمدیہ داتہ
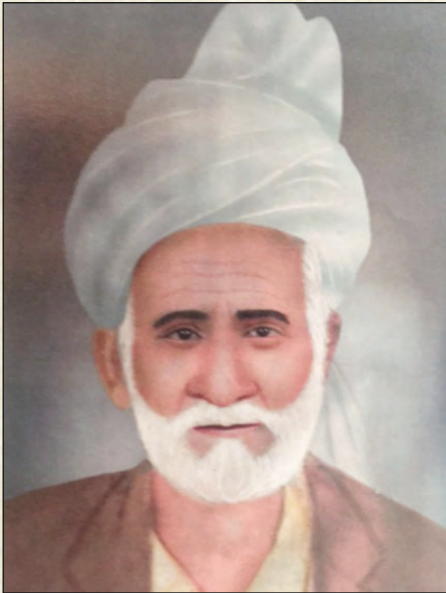
ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے قادیان میں حکمت سیکھی اور قبائلی علاقہ میں لوگوں کی خدمت کرتے رہے۔

حضرت سید احمد نور کابلی صاحب، حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے شاگرد تھے اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب شہیدؓ کے جسد مبارک کو شہادت کے بعد پتھروں کے ڈھیر سے اپنے دوستوں کی مدد سے نکالا اور مرحومؓ کو کابل کے سب سے اعلیٰ ترین قبرستان میں دفن کیا۔

سردار اسد زمان خان صاحب

1971-74ء میں پشاور میں احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ 1974ء کے فسادات میں آپ کی کتب اور سامان جلا دیا گیا۔

سردار گل زمان خان صاحب

آپ 14 سال (1986ء تا 2000ء) صدر جماعت احمدیہ سکرانٹو، امریکہ رہے۔
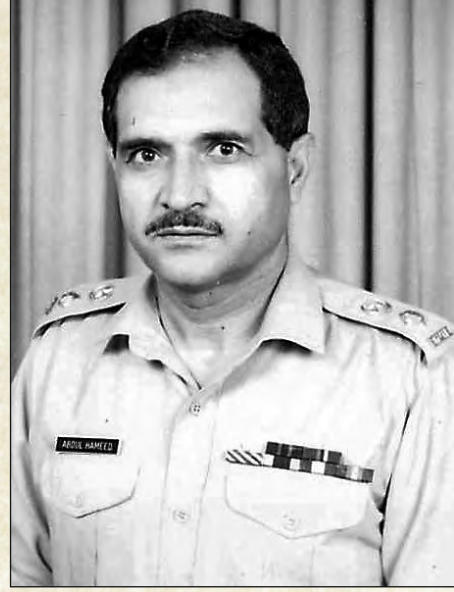
مکرم عبدالحمید خٹک صاحب ولد

مکرم رستم خان خٹک صاحب شہید

مکرم رستم خان خٹک صاحب آف جلوزئی

خلافت ثالثہ کے پہلے شہید

مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

آپ کو فرقان فورس میں خدمت کی توفیق ملی

آپ کے سینہ پر اعزازی تمغہ آویزاں ہے

مکرم ڈاکٹر مرزا اقبال احمد صاحب آف نوشہرہ کینٹ

پیر عبدالغفار صاحب

پیر عبدالسمیع صاحب آف سوات

صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب

مرزا مبارک احمد صاحب پشاور

ٹوپی جماعت کو 1974ء میں بڑا دھچکا لگا جب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی سرپرستی میں جماعت کی منظم مخالفت شروع ہوئی۔ احمدیوں کو اذیت دی گئی اور بعض کے گھروں کو جلا دیا گیا۔ اس بناء پر اکثر افراد جماعت ہجرت کے لئے مجبور ہوئے اور صاحبزادگان کی فیملی بھی اپنے موسم گرما کے ایبٹ آباد کے بنگلوں میں منتقل ہوگئی۔ وہاں پر صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب اس جماعت کے امیر مقرر کر دیئے گئے۔ آپ نے وہاں پر مظلوم احمدیوں کی ہر طرح مدد کی اور جماعت کو منظم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

ضیاء الحق کے دور میں اس علاقہ کے بعض ملانوں نے جماعت کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی۔ ان ملانوں کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ ایک موقع پر صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب کو افسران بالا کے اشارہ پر ڈی آئی جی سردار پیر فضل حق صاحب نے بلا کر حالات کے پیش نظر محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ صاحبزادگان کی قیام پاکستان اور علاقہ کے لوگوں کی خدمات سے بخوبی واقف ہیں۔ تاہم موجودہ صورتحال کا تقاضا ہے کہ وہ ملانوں کو شرارت کا موقع نہ دیں۔

1987ء میں صاحبزادہ صاحب کے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ ناصر احمد صاحب کو کالج کے داخلہ کے فارم پر اپنا مذہب 'اسلام' لکھنے پر ایک ملاں نے سیکشن 298C کی بناء پر پولیس میں رپورٹ کی، اس بناء پر ان کو انیس دن تک جیل میں رہنا پڑا۔ ہائیکورٹ میں کیس قائم کرنے پر ضمانت منظور ہوئی۔ تاہم مقدمہ دو سال تک کورٹ میں چلتا رہا۔

قید کے ان ایام میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ فضا میں ایک جہاز اڑ رہا تھا۔ عزیزم ناصر کی والدہ سے کسی نے ذکر کیا کہ اس میں ضیاء الحق سوار ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی ناحق قید کے دکھ سے مجبور ہو کر آہ بھر کر یہ دعا کی:

> ''اے خدا تیرا قہر اس پر نازل ہو۔ اس کا جہاز تباہ ہو اور کوّے اس کا گوشت کھائیں۔''

چنانچہ اگلے سال ضیاء جہاز کے حادثہ میں اپنے لاؤلشکر سمیت تباہ ہوا۔ درحقیقت ضیاء الحق کی تباہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی دعائے مباہلہ کی بناء پر ہوئی تھی۔

صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب کو بھی قید و بند کی صعوبت برداشت کرنا پڑی۔ 1990ء میں صاحبزادہ صاحب نے اپنے گھر میں صوبائی جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس میں تقریباً دوسوافراد نے شرکت کی۔ جس پر صاحبزادہ صاحب کو مع چندافراد جماعت کے قید میں ڈال دیا گیا اوران ایام میں ایک ملاں نے ایک نہایت ظالمانہ حرکت کی کہ قرآن مجید کے اوراق بیت الخلاء میں خود پھینک کر احمدیوں پر الزام لگایا اوراس طرح ان کے پھانسی پر لٹکانے کی سازش کی۔ ان خبیث ملانوں کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ:

''جولوگ قرآن کوعزت دیں گے وہ آسمان پرعزت پائیں گے۔''

اس موقع پر خدا تعالیٰ نے صاحبزادہ صاحب اوراحمدیوں کو نہ صرف اس شرارت سے بچایا بلکہ ان کے لئے بہتری کی صورت پیدا کردی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل ایک سمجھدار اور شریف النفس شخص تھا۔ اس شرارت کو سمجھ گیا۔ اس نے احمدیوں کو قید خانہ کے ایک بہتر اور کشادہ حصہ میں جگہ دے دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان ایام میں صاحبزادہ صاحب کے لئےخصوصی کوشش کے لئے ہدایت فرمائی اورخود بھی دعاؤں سے مدد کی۔ الحمدللہ یہ صاحبزادہ صاحب اوران کی تمام فیملی کے افراد کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا اور دشمن اپنے مذموم عزائم میں خائب و خاسر رہے۔ آمین۔

○

مکرم عبد الرحیم خان صاحب آف خوست

مکرم عبد الرحیم خان صاحب اور ان کے بڑے بھائی سید آدم خان صاحب کا تعلق خوست سے تھا اور دونوں حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے مرید تھے۔ شہید مرحوم کی شہادت کے بعد افغانستان میں احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو اس علاقہ کے افغان احمدی وہاں سے ہجرت کر کے قادیان پہنچ گئے۔ آپ کے بیٹے مولوی خلیل الرحمن صاحب نے اپنے والد اور تایا کے متعلق لکھا:

''علاقہ خوست سے جتنے افغان احمدی قادیان ہجرت کر کے آتے ہیں یا طلباء آئے ہیں ان سب کو میرے تایا مرحوم سید آدم خان اور عبد الرحیم خان مرحوم لے کر آئے۔''

اس طرح مکرم مولوی صاحب نے اپنے والد مرحوم کے متعلق لکھا:

''والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے 18 سال کی عمر میں نماز تہجد شروع کر دی تھی اور آخر عمر تک پابند رہا ہوں۔ صاحب کشف و رؤیا صالح تھے۔ ان پڑھ تھے لیکن قرآنی آیات کی صورت میں خوابیں آجاتی تھیں..... سب سے پہلے بیت المال کے محافظ پہرہ دار والد صاحب مقرر ہوئے تھے۔ بعد میں ایک روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا۔ بیت المال کی حفاظت کے لئے بندوق کا لائسنس ہم دونوں باپ بیٹے کے نام تھا...... مرحوم نے قادیان میں باغیچہ امرود و آموں کا لگایا تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 21 صفحہ 586)

مکرم عبد الرحیم خان صاحب کے پوتے مکرم ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب آج کل جماعت احمدیہ امریکہ کے نائب امیر ہیں۔

آپ کی وفات پر اخبار ہفت روزہ بدر قادیان نے لکھا:

''کابل کی سخت جان اور سنگلاخ زمین میں ایک اور پھول کھلا تھا جسے خلافت ثانیہ کے عہد میں قادیان آنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ خان عبدالرحیم خان صاحب افغان درویش حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے ہم وطن تھے اور ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تھے۔ یہاں مختلف صیغوں میں پہریدار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد خدمت کے جذبہ سے قادیان میں ہی ٹھہر گئے۔ اور اپنی عمر کے مناسب حال ڈیوٹیاں دیتے رہے۔

نہایت خاموش طبع اور تنہائی پسند انسان تھے۔ نمازیں اور ذکر الٰہی ان کا مشغلہ تھا۔ نماز کے وقت سے بہت پہلے مسجد میں پہنچ جاتے اور ذکر الٰہی کرتے رہتے۔

مرحوم کی کچھ زرعی زمین بھی احمدیہ محلہ کے مشرقی جانب ڈھاب کے کنارے پر واقع تھی۔ اس میں ایک چھوٹا سا مکان اور باغیچہ تھا یہ زمین تقسیم ملک کے بعد بھی مرحوم ہی کے قبضہ میں رہی۔ اور اس کی دیکھ بھال کے لئے اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں یہ ساری جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام ھبہ کر دی تھی۔

مرحوم بڑے نیک سیرت اور کم گو انسان تھے، چونکہ عبادت اور ذکر الٰہی آپ کا شغف تھا اس لئے اکثر سچی خوابیں آتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک درویش بھائی کے متعلق خواب میں دیکھا کہ ان کے مکان کے اندر آگ لگی ہوئی ہے اور ساری کھڑکیوں میں سے دھواں نکل رہا ہے۔ یہ خواب اس درویش کو سنائی کہ وہ استغفار کریں اور بعد میں اس درویش کو واقعی ایسی پریشانیاں لاحق ہوئیں کہ واقعی ان کے مکان میں آگ لگی اور باقی کچھ عرصہ تک خواب کی کیفیت رہی۔

مرحوم 31 اکتوبر 1960 کو فوت ہو کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 9 میں مدفون ہوئے وفات کے وقت عمر 80 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔''

(بدر 13 دسمبر 1967)

مکرم فردوس خان صاحب آف ترناب

مکرم فردوس خان صاحب ۱۸۹۵ میں موضع ترناب ضلع چارسدہ میں مکرم فیرور خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نسلاً محمد زئی افغان تھے ابھی آپ بیس دن کے تھے کہ آپ کے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہو گئے۔ بعد میں آپ کی والدہ نے مکرم محمد الطاف خان صاحب سے شادی کر لی۔

ملک الطاف خان صاحب مخلص احمدی تھے۔ اس بناء پر فردوس خان کو ایک احمدی کی سرپرستی حاصل ہو گئی اور آپ بچپن میں ہی احمدیت سے متعارف ہوئے۔ بعد میں آپ نے خود بھی قادیان جا کر ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے آپ کو شدید ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اخلاص ووفا میں مزید ترقی کرتے چلے گئے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا کیں۔ ۱۹۶۶ء میں آپ کے دو بیٹوں مکرم محمد سعید صاحب اور بشیر احمد صاحب کو مخالفین احمدیت نے شہید کر دیا۔

۱۹۷۴ء میں جماعت کے خلاف فسادات کی بناء پر مخالفین نے آپ کے مکان اور جائیداد کو لوٹ لیا اور قبضہ کر لیا۔ اس بناء پر آپ اپنے بیٹے محمد صادق کے ساتھ مردان ہجرت کر گئے۔

مکرم فردوس خان کی وفات ۱۹۷۹ء میں ۸۴ سال کی عمر میں ہوئی اور تدفین احمدیہ قبرستان مردان میں ہوئی۔

مکرم محمد صادق صاحب کی بیٹی عزیزہ شبانہ احمد زوجہ مکرم بشیر احمد صاحب نے مزید یہ تحریر کیا کہ ان کے والد کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مکرم رفیق احمد اور عطاء الخبیر میڈیکل سٹور چلاتے

رہے جبکہ چھوٹا بھائی احمد اکمل بغرض تعلیم لندن چلا گیا۔ ان کے خاندان اور جماعت کے خلاف احمدیت کی بناء پر جو مخالفت شروع ہوئی تھی وہ مزید بڑھتی چلی گئی۔

۳؍ستمبر ۲۰۱۰ء میں احمدیہ مسجد مردان پر ایک خودکش حملہ ہوا۔ اس وقت ان کے دونوں بھائی مسجد کی حفاظتی ڈیوٹی پر متعین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا لیکن ایک خادم شیخ عامر رضا صاحب شہید ہو گئے۔

۱۵؍جون ۲۰۱۱ء پر دشمنوں نے ان کے دونوں بھائیوں پر پھر قاتلانہ حملہ کیا وہ دونوں اپنا میڈیکل سٹور بند کر کے گھر کے گیٹ پر پہنچے تھے کہ دہشت گردوں نے ان کے قتل کی ہر ممکن کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اب حالات ایسی نازک صورت اختیار کر گئے تھے کہ ان سب کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی اور ربوہ میں پناہ لی۔ بعد میں وہاں سے دیگر ممالک جانے کے لئے کوشاں ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ قرآن مجید میں خدائی ارشاد کے مطابق جب حالات سے مجبور ہو کر کوئی خود ہجرت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ان کی غیر معمولی نصرت فرماتا ہے اور دینی و دنیوی برکات سے نوازتا ہے۔

(شبانہ احمد۔ پوتی)

مکرم محمد صادق صاحب ابن فردوس خان صاحب

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۷۴ء یں جماعت کے خلاف فسادات تمام صوبہ میں پھیل گئے اور حکومت عملاً ان کے کنڑول کرنے میں ناکام رہی۔ چنانچہ اس بناء پر فردوس خان اپنے بیٹے محمد صادق کے ہمراہ ترناب سے مردان میں ہجرت کر گئے۔

مردان میں محمد صادق صاحب نے اپنے باپ کے تعاون سے ایک میڈیکل سٹور اور ڈسپنسری کھول لی۔ خدا تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں برکت عطا کی اور ان کو مالی فراوانی سے نوازا۔

خدا تعالیٰ نے صادق صاحب کو تین بیٹوں (رفیق احمد، عطاء الخبیر اور احمد اکمل) اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ الحمدللہ ان کی تمام اولاد مخلص اور جماعت کے خادم ہیں۔

۱۵ جون ۱۹۸۷ء میں مخالفین نے ضیاء الحق کے بدنام زمانہ آرڈیننس کے تحت ایک جھوٹا مقدمہ محمد صادق صاحب اور ان کے بڑے بیٹے رفیق احمد کے خلاف زیر دفعہ C298 اور C295 بنایا اور ایک عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات بخشی۔

محمد صادق صاحب اپنے باپ کی طرح داعی الی اللہ اور خادم خلافت تھے۔ آپ ۶۱ سال کی عمر میں ۱۷ جون ۱۹۹۷ء میں وفات پا گئے اور احمدیہ قبرستان مردان میں تدفین عمل میں آئی۔

(شبانہ احمد۔ پوتی)

مکرم نذر محمد خان صاحب افغان

مکرم نذر محمد خان صاحب افغان ابن مطیع اللہ خان (عرف ٹانک رتنک خان) قوم جدران اندازاً 1918-1919 میں ہجرت کر کے قادیان تشریف لائے تھے۔ ان کا خاندان حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید مرحومؓ کے زیر اثر تھا ان کا گاؤں بھی شہید مرحوم کے گاؤں کے نزدیک واقع تھا۔ نذر محمد خان کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام شریف تھا جو قتل کر دیئے گئے تھے۔ (نذر محمد خان صاحب کے نواسے شریف احمد خان برادر اصغر فضل محمد خان کو بھی پشاور میں قتل کر دیا گیا تھا۔ آپ احمدیہ قبرستان پشاور میں مدفون ہیں) یہ احمدیت سے قبل کی بات ہے اور وہ غیر شادی شدہ تھے۔ دوسرے بھائی کا نام عبداللہ تھا اور انہوں نے حضرت شہید مرحومؓ سے احمدیت سے قبل بیعت کی تھی۔ حضرت شہید مرحوم نے ان کا نام عبداللہ کی بجائے عبدالرؤف رکھ دیا تھا۔ عبدالرؤف حضرت شہید مرحوم کی قبول احمدیت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ عبد الرؤف صاحب کا ایک ہی بیٹا عزیزم عبد الرحمن تھا جو ایک گرانڈیل نوجوان تھا۔ عبد الرحمن صاحب احمدی ہو گئے تھے اور قادیان میں کچھ عرصہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ واحباب کے ہاں کام کرتے رہے۔ وہ واپس گئے تو ترکستان میں قتل کر دیئے گئے۔ نذر محمد خان صاحب علاقہ کابل سے مع اہلیہ قادیان ہجرت کر آئے تھے۔ پھر اہلیہ واپس وطن گئیں تو وہاں وفات پا گئیں۔ ان کا ایک ہی لڑکا نور محمد تھا جو عین عالم جوانی میں قادیان میں فوت ہو گئے۔ نذر محمد خان صاحب نے اس موقعہ پر صبر کا ایک بے مثال نمونہ دکھایا۔ نذر محمد خان صاحب کی ایک بچی طاہرہ ماسٹر نور محمد صاحب ابن مولوی محمد صاحب متعین مانسہرہ ضلع ہزارہ کے عقد میں ہیں۔

حضرت شہید مرحومؓ سے نذر محمد خان صاحب اس درجہ متاثر تھے کہ ان کے ذکر پر آبدیدہ

ہو جاتے تھے۔ ہفت روزہ بدر قادیان کے شمارہ 25 جلد 8 اشاعت 11 جون 1959 کے مطابق نذر محمد خان صاحب نیک خصائل کے مالک تھے ان کی ایک بہت بڑی قربانی اپنے وطن و اقارب کو خیر آباد کہہ کر ہمیشہ کے لئے قادیان میں دھونی رمانہ تھیں۔ اس وجہ سے تقسیم ملک کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کا قادیان میں قیام آسان کر دیا۔ قادیان میں وہ بہت غربت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب انہوں نے 1927ء میں وصیت کی تو صرف 100 روپے ان کے پاس جمع تھا اور 8 روپے ان کی ماہوار آمد تھی۔ موجودہ احمدیہ محلہ کے قریب ان کی نصف کنال زمین تھی وہ بھی درویشی کے عرصہ میں انہوں نے صدر انجمن احمدیہ کو دے دی تھی۔ نہایت صابر و شاکر تھے۔ کبھی کسی سے قرض نہ لیتے تھے۔ دستِ سوال دراز کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ معمولی وظیفہ جو ملتا تھا اس کے ملنے پر ہر قسم کا نفلی چندہ ادا کر دیتے تھے۔ کئی دفعہ بہت قلیل رقم متفرق اخراجات کے لئے بچتی تھی۔ لیکن وہ ذرا بھر بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کی وفات بھی دراصل اسی جذبہ کے باعث ہوئی۔ آمد کے ذرائع مفقود تھے۔ ایک کھجور کے درخت پر ایندھن اُتارنے کے لئے چڑھے، اُترنے لگے تھے کہ لڑھک کر ڈھاب میں جا گرے۔ کمر کی ہڈی اور پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ موقعہ پر موجود احباب جماعت نے فوراً انہیں ڈھاب سے نکالا۔ اور احمدیہ شفاخانہ پہنچا دیا۔ لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے اور بیہوشی ہی کے عالم میں قریباً 20 گھنٹے بعد اس جہانِ فانی سے 28 مئی 1951 کو کوچ کر گئے۔ ان کو بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ نمبر 9 میں دفنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔ آمین۔

روزنامہ الفضل ربوہ کی اشاعت مورخہ 31 مئی 1959 میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ دفتر حفاظت ربوہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ:

''نذر محمد صاحب درویش بھی وفات پا گئے ہیں۔ ان کو ایک درخت سے گر کر سخت چوٹیں آئیں اور اس کے دوسرے دن فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نذر محمد صاحب افغان علاقہ خوست ملک افغانستان کے رہنے والے تھے اور ملک کی تقسیم سے کافی عرصہ قبل

قادیان ہجرت کر کے آ گئے تھے اور پھر وہیں ملک کی تقسیم کے بعد بھی صبر وشکر کے ساتھ بیٹھے رہے۔ بہت خاموش طبیعت کے مالک تھے اور الگ تھلک رہنے کے عادی تھے۔ ملکی زبان بہت کم ہی سمجھ سکتے تھے زیادہ تر پشتو ہی بولتے تھے۔ کافی جوش رکھتے تھے اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ آمین۔''

نذر محمد خان صاحب کی طبیعت میں جذبہ تشکر بہت تھا۔ کوئی ان کا تھوڑا سا کام بھی کر دیتا تو عرصہ تک شکریہ ادا کرتے رہتے۔ مرحوم عرصہ 40 سال سے قادیان میں رہائش پذیر تھے۔ لیکن بہت ہی کم اردو جانتے تھے۔ چنانچہ گفتگو کے وقت ایک آدھ فقرہ کہہ کر بے اختیار پشتو میں گفتگو کرنے لگتے۔ ایمانی امور میں بہت پکے تھے اور ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ مرحوم اتنی عمر کے باوجود سخت جفاکش اور محنتی تھے۔ صبح سے شام تک انتھک کام کرتے تھے جس کام پر لگا دیا جائے جنوں کی طرح کام کرتے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ نیشنل کور میں بھرتی ہوئے تھے اور باقاعدگی اور مستعدی سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پہرہ کی ڈیوٹی سالہا سال تک ادا کرتے رہے۔

محترم فیض احمد گجراتی صاحب درویش ناظر بیت المال آمد نے اپنی کتاب ''گلدستہ درویشان کے وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ اوّل کے صفحات 119 تا122 میں نذر محمد خان صاحب کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

> ''نذر محمد خان صاحب اخلاص محنت اور جفاکشی کا مرقع تھے بیلچہ کاندھے پر اور کدال ہاتھ میں ہر وقت محنت کرنے کے لئے تیار۔ صبح دوپہر شام رات انہیں سوائے نمازوں کے اوقات کے کسی وقت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ بعض اوقات سحری کے وقت کھدائی کا کام شروع کر دیتے اور درمیان کے نمازوں کے اوقات میں نمازیں پڑھ کر یا کھانا کھا کر رات گئے تک کام میں جٹے رہتے۔ سخت جسم اور سخت

جان تھے۔ ٹھیٹھ افغان تھے اور پشتو ٹھیٹھ بولتے تھے۔ نہایت مخلص اور بارعب چہرہ مہرے کے مالک تھے۔ اکیلے دس پندرہ آدمیوں کے برابر کام کرتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر فرد کے ساتھ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ اور دل کی گہرائی سے فرمانبرداری کے جذبات رکھتے تھے۔ ایک بار بہشتی مقبرہ میں کسی کام کے سرانجام دینے کے لئے سب درویشوں کو چند روز لگانے کا سوچا جارہا تھا۔ پھر خیال آیا کہ نذر محمد خان کو کہا جائے تو وہ اکیلا اس کام کے لئے کافی ہوگا۔ لیکن اس خالص افغان کو کہے کون۔ آخر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے عرض کیا چنانچہ صاحبزادہ صاحب کے کہنے پر سینکڑوں آدمیوں کا تین روز کا کام اس اکیلے شخص نے چندروز میں ختم کرلیا۔ اور سب کو دانتوں تلے انگلیاں دبانے پر مجبور کردیا۔ اگر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا اس کام کے لئے کہتا تو اسے یقیناً یہ جواب ملتا کہ خو چہ ہم کوئی تمہارے باپ کا نوکر ہیں۔ مرحوم کا تکیہ کلام تھا الا عمال بالنیات۔ تقریباً ہر فقرے اور جملے میں یہ الفاظ بولتے تھے۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد نے ان کے نواسے فضل محمد خان کو ایک موقعہ پر فرمایا:

''نذر محمد خان صاحب مرحوم ایک بےغم اور بےفکر انسان تھے۔ آپ نے اپنے آپ میں مست رہ کر تنہائی کی ساری زندگی گزاری۔ اکثر کہا کرتے خدا داری چہ غم داری۔ مرحوم کو جب وظیفہ ملتا تو رقم جھولی میں ڈال لیتے تھے اور جب انہیں بتایا جاتا کہ آپ کے ذمہ تحریک جدید وغیرہ کا اتنا چندہ ہے۔ تو جھولی آگے کر کے کہتے اس میں سے اُٹھا لو۔ مرحوم موصی تھے اور تحریک جدید دفتر دوم کے مجاہد تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 72 تھی۔'' (از: فضل محمد خان۔ نواسہ)

مکرم ماسٹر نور محمد خان صاحب

مکرم نور محمد خان صاحب ابن مولوی محمد صاحب آف خوست افغانستان۔ آپ شعبۂ تدریس سے تعلق رکھتے تھے اور ایک لمبا عرصہ مانسہرہ ضلع ہزارہ میں مقیم رہے۔ وہاں پر ہی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی پہلی شادی بی بی طاہرہ دختر نذر محمد خان جدران عرف نانک خان آف خوست افغانستان سے ہوئی۔ نذر محمد خان بہت پرجوش اور فدائی داعی الی اللہ تھے اور 313 درویشان قادیان میں شامل تھے۔ اس بیوی سے ایک بیٹا فضل محمد خان اور دو بیٹیاں ہاجرہ بیگم اور نجم النساء ہیں۔ فضل محمد خان مجلس خدام الاحمدیہ ضلع پشاور کے قائد رہے ہیں اور ان دنوں کینیڈا میں مقیم ہیں۔ کینیڈا میں اس وقت وہ جماعت ہملٹن نارتھ کے نائب صدر کے عہدے کے ساتھ ساتھ ایڈیشنل سیکرٹری مال اور امین کے عہدوں پر بھی جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

نور محمد خان صاحب جن کو سکول ٹیچر ہونے کی وجہ سے ماسٹر نور محمد خان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باوجود کٹر پٹھان ہونے کے انہیں اردو زبان پر عبور حاصل تھا اور اسی طرح انہیں حساب الجبرا اور جیومیٹری کا ماہر گردانا جاتا تھا۔ انہوں نے دوسری شادی مانسہرہ ضلع ہزارہ کی ایک خٹک فیملی کی لڑکی بی بی حوا سے کی تھی۔ اس بیوی سے آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے بڑی بیٹی شمیم اختر کی شادی سابق صوبائی امیر صوبہ سرحد مولوی محمد عرفان کے بیٹے خورشید احمد جہانگیری (برادر اصغر ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری) سے ہوئی اور آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

آپ کو خلافت اور احمدیت سے حقیقی محبت اور اخلاص کا تعلق تھا۔ ہزارہ میں اگرچہ پہلے بھی احمدیت کی مخالفت کی جاتی رہی تھی مگر 1974 کے بعد اس میں بہت شدت آ گئی تھی اور اس شدت کی مخالفت اور دباؤ میں آ کر کئی احمدی مجبور ہو کر احمدیت سے منحرف ہو گئے تھے۔ مگر نور محمد خان

صاحب کے اخلاص میں کمی نہ آئی اور ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کیا جبکہ آپ کے سسرالی خاندان والے سب کے سب غیر احمدی تھے اور آپ کو احمدیت سے منحرف کروانے اور گوناگوں تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ نہایت خوش الحانی سے روزانہ باقاعدگی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ اور خصوصاً رمضان میں ان کا زیادہ وقت تلاوت میں ہی گزرتا تھا۔ بہت کم گو سادہ طبیعت اور منکسر مزاج تھے۔

آپ ایک لمبا عرصہ بعارضہ فالج بیمار رہے۔ بیماری کے دوران اکثر اپنے بچوں سے ملنے کچھ عرصے کے لئے مانسہرہ چلے جاتے۔ وہاں انہوں نے ایک احمدی فیملی کو وصیت کی کہ اگر انہیں کچھ ہو جائے اور تم لوگ یہ سمجھو کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے تو میرے بیٹے فضل محمد خان کو پشاور اطلاع کر دینا کہ وہ آ کر مجھے لے جائے کہ میرا جنازہ احمدی پڑھیں چنانچہ جب انہیں برین ہیمرج ہوا تو ان کے بیٹے انہیں راتوں رات پشاور لے آئے اور ان کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں داخل کیا لیکن وہ داخلے کے اگلے روز 15 اپریل 1983ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ احمدیہ قبرستان پشاور میں مدفون ہیں۔

(از: فضل محمد خان - بیٹا)
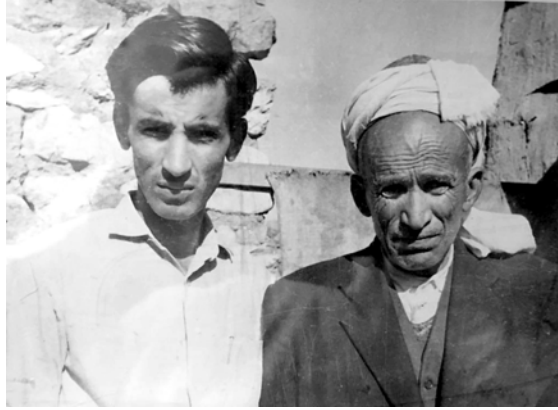
مکرم ماسٹر نور محمد صاحب اپنے صاحبزادہ مکرم فضل محمد خان صاحب کے ساتھ۔ (1965ء)
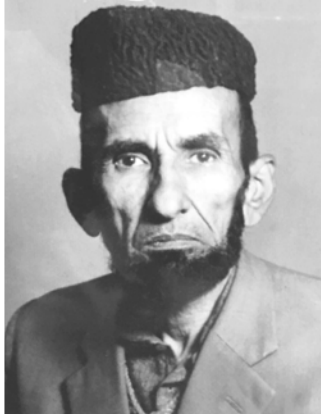
مکرم حبیب احمد خان صاحب

مکرم حبیب احمد خان مولوی محمد صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ نے محکمہ اینیمل ہسبنڈری میں ایک لمبا عرصہ سرکاری ملازمت کی۔ آپ کی پہلی شادی بی بی سائرہ دختر بازگل صاحب سکنہ ہوتی (کوہاٹ) سے ہوئی۔ جن سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں (اقبال احمد خان اور نصیر احمد خان) اور تین بیٹیوں (رضیہ بیگم، مریم صدیقہ اور شاہدہ پروین) سے نوازا۔ بی بی سائرہ 12 جولائی 1952ء میں اپنے چھوٹے بیٹے نصیر احمد کی بوقت پیدائش وفات پا گئیں۔ یہی نصیر احمد خان بعد میں بڑے ہو کر وقف عارضی پر تقریباً پانچ سال تک سیرالیون افریقہ میں رہے اور پھر کینیڈا آنے کے بعد جماعت اوٹاوا کے صدر رہے۔ تبلیغ میں بہت پر جوش تھے اور ان ہی کی وساطت سے کئی سعید روحیں جماعت میں شامل ہوئیں۔ 2010ء جولائی میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شرکت کے لئے ٹورنٹو آتے ہوئے ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم حبیب احمد خان کے بڑے بیٹے اقبال احمد خان انجینئر اُوٹاوا کینیڈا میں مقیم ہیں۔ نہایت پر جوش مبلغ اور جماعت کی ہر قسم کی خدمات کے لئے ہمہ دم تیار انسان ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر کے ساتھ ایک علیحدہ رہائش گاہ جماعت کے مہمانوں وغیرہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ اوٹاوا میں حال ہی میں ان ہی کی کوششوں سے مسجد کے لئے ایک سکول کی بلڈنگ خریدی گئی ہے۔ کئی عہدوں پر جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مکرم حبیب احمد خان صاحب کی بڑی بیٹی مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ مکرم چودھری ناصر احمد صاحب برادر اکبر مکرم چودھری ریاض احمد

صاحب شہید شب قدر کے عقد میں ہیں۔آپ کی دوسری بیٹی مکرمہ مریم صدیقہ خان صاحبہ جو اپنے چچا زاد مکرم فضل محمد خان صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں، پچھلے چھ سال سے ہملٹن نارتھ کینیڈا کی لجنہ کی صدر ہیں اور بخوبی جماعتی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

مکرم حبیب احمد خان صاحب نے دوسری شادی مکرمہ حمیدہ خاتون صاحبہ ساکن پوڑی بالاکوٹ سے کی ، جو کہ مکرم محمد زمان خان صاحب شہید کی بھتیجی ہیں۔ان سے آپ کو اللہ نے 4 بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔آپ ایک پرجوش قابل تقلید داعی الی اللہ، شاعر اور پرخلوص احمدی تھے۔ دفتر سے گھر واپس آتے ہوئے اس تلاش میں رہتے کہ کوئی آپ کو مل جائے اور اسے تبلیغ کریں۔اکثر انگریزوں کو گھر لے آتے۔ان کی خاطر تواضع کرتے اور پھر ان کے ساتھ گپ شپ میں تبلیغ شروع کر دیتے۔انہیں احمدیت کی کتب پڑھنے کو دیتے۔

خلافت سے سچی محبت اور عقیدت تھی ۔کوئی تکلیف یا پریشانی ہوتی تو فوراً حضور کو خط لکھ دیتے اور کہا کرتے کہ اب اللہ کے فضل و کرم سے یہ پریشانی دور ہو جائے گی کیونکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ خلیفہ کی بات سنتا ہے۔انتہائی سادہ طبیعت پائی تھی۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ ہر کسی کے کام آتے۔اگر چہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے مگر ہر قسم کے حالات میں آپ ہی کے مشورہ پر عمل کیا جاتا۔آپ ایک بہت اچھے شاعر اور مقرر تھے۔آپ نے اردو، فارسی، انگریزی اور مادری زبان پشتو میں شاعری کی۔

ریٹائرمنٹ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد سینے میں درد محسوس کرتے تھے جو کہ دن بدن بڑھتا ہی رہا۔تشخیص سے معلوم ہوا کہ آپ عارضہ جگر کینسر میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ بہت تھوڑا ہی عرصہ بیمار رہنے کے بعد 19 ستمبر 1979 کو وفات پا گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

(مریم صدیقہ خان۔بیٹی)

مکرم ناصر خان صاحب

صوبہ خیبر پختونخوا کے بہت سے افراد صوبہ میں جماعت کی شدید مخالفت کی وجہ سے دنیا کے دوسرے ممالک میں ہجرت کر گئے اور الحمد للہ وہاں پر پُرامن اور خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔انہی میں سے ترناب تحصیل چارسدہ کے مشہور بزرگ مکرم ملک الطاف خان صاحب کے پوتے مکرم ناصر خان صاحب کیلیفورنیا میں اپنے بیٹے مکرم محمد عامر خان صاحب کے پاس مقیم ہیں۔

مکرم ملک محمد الطاف خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان کی چار بیویوں سے بہت اولاد سے نوازا جن میں سے محمد عباس خان، محمد اکرم خان اور فردوس خان معروف ہیں۔خود ملک الطاف خان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانۂ خلافت میں قادیان ہجرت کر گئے تھے اور اپنا مکان تعمیر کروا کر وہیں رہائش اختیار کر لی۔ان کے قادیان جانے کے بعد ان کے بیٹے ان کی چارسدہ کے علاقہ میں زمین کی نگرانی کرتے رہے۔

مکرم ناصر خان صاحب کے والد مکرم محمد اکرم خان صاحب اور ان کے دونوں بھائی بہت نڈر احمدی تھے۔نماز جمعہ کیلئے مکرم محمد علی درّانی جو مشہور وکیل تھے، کے گھر میں اکٹھے ہوتے۔اس زمانہ میں احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے دوکاندار اپنی اشیاء احمدیوں کو فروخت نہیں کرتے تھے اور تانگے والے بھی بطور سواری نہیں بٹھاتے تھے۔اس کی وجہ سے احمدیوں کو پیدل ہی سفر کرنا پڑتا تھا۔1974ء میں یہ مخالفت بہت شدت اختیار کر گئی اور احمدیوں کے مکانات مسمار کر دئے گئے اور اکثر احمدیوں کو اپنے علاقہ سے ہجرت کرنا پڑی۔

مکرم ناصر خان صاحب کی شادی مکرم مولوی محمد الطاف خان صاحب کی بیٹی سے ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔

مکرم خانزادہ عبدالرحمن خان صاحب آف اسماعیلہ

مکرم عبدالرحمن خان صاحب کے والد مکر خانزادہ امیر اللہ خان صاحب آف اسماعیلہ تھے۔ آپ کی شادی حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کی بیٹی محترمہ خدیجہ بیگم سے ہوئی جو کہ اپنے والد کی تربیت کی وجہ سے بہت نیک اور سادہ طبیعت کی پرہیزگار خاتون تھیں۔

مکرم عبدالرحمن خان صاحب نہایت مخلص اور غریب پرور انسان تھے آپ سول سیکرٹریٹ میں سیکشن افسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

خانصاحب کی تمام اولاد ماشاء اللہ جماعت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھتی ہے۔ آپ کا بڑا بیٹا ریٹائرڈ میجر عبدالرشید خان لندن میں مقیم ہے جبکہ دوسرا بیٹا عبدالمجید خان امریکہ میں کیلیفورنیا میں رہائش پذیر ہے اور جماعت کا نہایت فعال اور مخلص کارکن ہے۔

خان صاحب کی بڑی بیٹی محترمہ سلیمہ ناہید صاحبہ سابق امام مسجد فضل لندن محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی مکرمہ نسیمہ رحمن صاحبہ مکرم قاضی محمد اکبر صاحب کی بیوی ہیں اور تیسری چھوٹی بیٹی مکرمہ عابدہ شاہین صاحبہ کی شادی مکرم مبشر احمد خان صاحب ابن مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب سے ہوئی۔

(از: محترم امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم۔ داماد)

مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب نوشہرہ کینٹ

مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب مرحوم (برادر مکرم مرزا عبدالرؤف صاحب آف اٹک) نوشہرہ کینٹ جماعت کے سالہا سال صدر رہے۔

آپ ''ریلوے ڈاکٹر'' کے نام سے معروف تھے۔ نوشہرہ میں ریلوے کی ملازمت سے بحیثیت میڈیکل آفیسر ریٹائر ہونے کے بعد وہیں اپنا کلینک کھول لیا۔ ایلو پیتھک ڈاکٹری کے ساتھ ساتھ ہومیوپیتھی کے بھی ماہر تھے اور مریض کے لیئے جو امر یا طریق علاج مفید دیکھتے وہی تجویز فرماتے۔ نہایت مرنجاں مرنج، باکردار، عبادت گزار، مستجاب الداعوات اور نافع الناس وجود تھے۔ کبھی کسی احمدی یا غریب مریض سے فیس نہ لی۔

علاقہ بھر میں آپ کی شرافت، بزرگی اور خدمت خلق کا جو گہرا اثر تھا اس کا اندازہ ایک قابل ذکر واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، جس کی تفصیل یوں ہے کہ 1974ء کے پُرآشوب ایام میں پنجاب کے شر پسند مولویوں نے نوشہرہ میں ایک جلسہ کر کے شہر کے لوگوں کو اکسایا کہ قادیانیوں کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ ان کی املاک کو تہس نہس کر کے نذرِ آتش کرنا ہے اور پھر چن چن کر انہیں قتل بھی کرنا ہے۔ اس کے بعد شہر کے عمائدین کے ساتھ خفیہ میٹنگ کی جس میں اس کا باقاعدہ پروگرام بنایا گیا۔ لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ اس کا آغاز ڈاکٹر عبدالقیّوم صاحب کے کلینک اور گھر سے ہوگا تو پٹھانوں کے دل پسیج گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم بے غیرت اور احسان فراموش نہیں، ڈاکٹر صاحب نے ہماری بہنوں، بیٹیوں، ماؤں اور بیویوں کا علاج کیا ہے اور جانیں بچائی ہیں اور ہماری خواتین کا ان سے کوئی پردہ نہیں۔ تم کیسے کہتے ہو کہ ہم جا کر اب ان کا نقصان کریں اور انہیں جان سے ماردیں۔ پھر انہوں نے ان مولویوں کو خوب برا بھلا کہا اور کہا کہ خبردار آئندہ ایسی کوئی بات بھی نہ کرنا۔ بعد میں ان لوگوں نے خود آکر مکرم ڈاکٹر صاحب کو یہ

سارا قصہ سنایا اور کہا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ ہمارے ہوتے ہوئے یہ شرپسند مولوی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے نوشہرہ میں جملہ احمدی اور ان کی املاک محفوظ و مامون رہے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

(نوشہرہ کے اکثر افراد جماعت کے متعلق معلومات مکرم ڈاکٹر طارق مرزا صاحب حال مقیم آسٹریلیا نے مہیا کی ہیں۔)

مکرم شیخ عبدالحکیم صاحب نوشہرہ کینٹ

مکرم شیخ عبدالحکیم صاحب نوشہرہ کے ایک مخلص احمدی تھے۔ آپ سرکاری ریسٹ ہاؤس میں جو کہ ڈاک بنگلہ کہلاتا تھا بطور Chef ملازم تھے۔ نوشہرہ چھاؤنی میں جب احمدیہ دارالذکر کے لیئے زمین خریدی گئی تو حالات ایسے نہ تھے کہ صدر انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری حاصل کی جا سکے۔ اس پر آپ نے پیشکش کی کہ آپ کا نام اس مقصد کے لیئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کے نام پر پلاٹ حاصل کیا گیا اور دارالذکر تعمیر ہوا۔ تعمیر مکمل ہونے پر قانونی تقاضہ کے تحت آپ کو بمع اہل خانہ اس دارالذکر کے ایک محدود حصہ میں منتقل بھی ہونا پڑا، جس کے بعد کئی دہائیوں تک آپ اور آپ کے اہل خانہ کو دارالذکر کی دیکھ بھال نیز مہمانوں کی ضیافت کی خدمات کی توفیق ملی۔ یہ نازک اور حساس ذمہ داری آپ نہایت بشاشت سے سرانجام دیتے رہے۔

مکرم شیخ صاحب کی متعدد اولاد میں سے ایک بیٹا مکرم نعیم احمد صاحب کراچی منتقل ہو گئے تھے جبکہ ایک (مکرم خلیل احمد صاحب) طویل عرصہ سے امریکہ میں مقیم ہیں۔

مکرم شیخ عبدالحکیم صاحب کے ایک بھائی مکرم شیخ عبدالغفور صاحب اور ان کے بھانجے مکرم

شریف احمد صاحب (مرحوم) اور مکرم مبشر احمد طاہر صاحب اور ان کی اولادیں بھی نوشہرہ جماعت کے معروف احمدیوں میں شامل ہیں۔

○

مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالرحیم صاحب آف نوشہرہ کینٹ

آپ سابق صوبائی امیر مکرم مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ اور طویل ترین مدت تک صدر لجنہ اماء اللہ نوشہرہ کی حیثیت سے خدمات بجالانے والی بزرگ خاتون محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے بیٹے تھے۔ آپ کے متعدد اور بہن بھائی تھے جو بلوغت کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی وفات پاتے رہے، چنانچہ آپ ان میں سے زندہ رہنے والی واحد اولاد تھے۔ آپ کی پیدائش 29 اگست 1922ء کی ہے جبکہ وفات 1974 میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے 9/اپریل 1948ء کو محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ کے ساتھ پڑھایا جو صحابی حضرت مسیح موعودؑ حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب ایک ماہر سرجن تھے اور ریڈیالوجی کے بھی سپیشلسٹ تھے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں تعینات رہے اور ہر جگہ نہایت کامیاب اور بے انتہا مقبول رہے۔ چنانچہ سول ہسپتال ایبٹ آباد کے سٹاف (جنہیں بخوبی علم تھا کہ آپ احمدی ہیں) کی طرف سے اس حقیقت کا سچا اور برملا اظہار ایک سپاس نامہ میں ان الفاظ میں کیا گیا کہ:

"آپ جتنا عرصہ یہاں رہے آپ نے بڑا شاندار اور ناقابل فراموش وقت بسر کیا ہے۔ آپ کا روّیہ مریضان اور ہسپتال کے سٹاف کے ساتھ بڑا ہمدردانہ اور

خلوص اور محبت سے بھرپور تھا......اور ہسپتال کا ماحول ایک عرصہ سے گھریلو طرح کا تھا، اور ہسپتال کی فضا نہایت صاف اور پاکیزہ رہی۔ اس کی وجہ آپ کی بردبار اور حلیمی طبیعت اور نرم مزاجی اور خوش اخلاقی تھی اور ساتھ ساتھ ایک غیر متزلزل دیانت داری بھی تھی۔"

اسی طرح اپنے حسنِ عمل سے خاموش دعوت الی اللہ کرنے والے اس احمدی ڈاکٹر کو ڈسٹرکٹ ہسپتال بنوں (جہاں آپ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تھے) کے سٹاف نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ:

"آپ میں فن ڈاکٹری کے کمال کے علاوہ کچھ اور خداداد صلاحیتیں بھی ہیں جن کے مفید اثرات کے گہرے نقوش تا حیات ہمارے دلوں پر ثبت رہیں گے....اور ان کے اچھے اخلاق کی روشنی ہمارے لئے زیست کی اندھیری رات میں "سرچ لائٹ"، یعنی روشنی کے مینار کا کام کرے گی۔ آپ کی تبدیلی سے نہ صرف ہسپتال کا تمام سٹاف ایک ہمدرد شخصیت کی ہمدردی سے محروم ہوجائے گا بلکہ ضلع بنوں کے عوام بھی ان کی عدم موجودگی شدت سے محسوس کریں گے۔"

آپ ایک خاموش طبع، سادہ مزاج اور درویش صفت انسان تھے۔ ذاتی نام ونمود صلہ ستائش کی نہ کبھی تمنا کی اور نہ پرواہ۔ اس طرح نہ تو خود کبھی "پدرم سلطان بود" کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی اپنی اولاد کو اس کا درس دیا۔ خیبر پختونخوا کی ایک نمایاں قومی سیاسی شخصیت نے جو کہ پیشہ کے لحاظ سے خود بھی ڈاکٹر ہیں ایک بار آپ کے بیٹے سے آپ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو اس عظیم شخص کی سادگی دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ اگلے زمانہ کے نایاب لوگوں میں سے ایک شخص ہے۔ جو ہمارے سامنے چل پھر رہا ہے۔ آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی پرہیزگار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ انتہائی ذہین تھیں۔ زمانہ طالبعلمی میں آپ لیڈی گرفتھ ہائی سکول پشاور میں مڈل اور پھر میٹرک کے امتحان میں فرسٹ آئی تھیں۔ اور آپ کی انگریز معلمہ نے ایک سنہری گھڑی بطور انعام آپ کو دی تھی۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب مرحوم کا کہنا تھا کہ آپ تحریک پاکستان کی ایک پرجوش اور سرگرم (مگر گمنام) کارکن تھیں۔ اور پشاور شہر کی خواتین کو تاریخی ریفرنڈم میں پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی تحریک گھر گھر جا کر کرتی رہیں۔ چنانچہ کثیر تعداد میں پشاور کی خواتین نے پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالے۔ آپ کے نزدیک:

''اس کا اسی (80) فی صد کریڈٹ ہمشیرہ سکینہ کو جاتا ہے۔''

آپ نے کچھ عرصہ بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ نوشہرہ بھی خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ شوہر کی وفات کے وقت تمام بچگان طالب علم تھے۔ آپ نے یہی نصیحت کی کہ اعلیٰ تعلیم ضرور حاصل کرنی ہے خواہ حالات کیسے بھی ہوں۔ چنانچہ آپ کی تمام اولاد نے پوسٹ گریجویٹ تک تعلیم حاصل کی۔ الحمدللہ علی ذالک۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ زاہدہ پروین صاحبہ دوران تعلیم طویل عرصہ بیمار رہ کر فوت بھی ہو گئیں جس کی وفات کا صدمہ آپ نے بیوگی کے عالم میں نہایت حوصلہ اور صبر سے برداشت کیا۔

مکرم ڈاکٹر صاحب اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے ہمیشہ خلیفہ وقت سے عقد بیعت و اطاعت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے رشتۂ اخوت و عقیدت باندھے رکھا۔ اس گھرانے کو یہ اعزاز بھی نصیب ہوا کہ 1973 میں مامورِ زمانہ کی دختر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے پشاور میں اپنے قیام کے دوران ازراہ شفقت ان کے گھر میں چند گھنٹے رونق افروز ہو کر انہیں میزبانی کا شرف بخشا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا تعالیٰ نے آپ کو پانچ بچوں سے نوازا۔ دونوں بیٹے مرزا مبارک احمد صاحب اور مرزا طارق احمد صاحب ماشاء اللہ اپنے دادا کی طرح خادم سلسلہ ہیں۔ تین بیٹیوں میں سے ایک بیٹی طالب علمی کے دوران وفات پا گئیں۔ دوسری بیٹی محترمہ شاہدہ نسرین صاحبہ کی شادی مکرم پیر عبدالسمیع صاحب آف مردان سے ہوئی۔ آپ نے 1982 سے 2009 کے دوران گورنمنٹ گرلز کالج سیدو شریف مینگورہ، سوات (حال ملالہ یوسفزئی کالج) میں بطور لیکچرار اور وائس پرنسپل کے کام کیا۔ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج بٹ خیلہ کی پرنسپل بھی رہیں۔

تیسری بیٹی محترمہ قدسیہ شیریں صاحبہ کی شادی محترم ڈاکٹر مرزا اقبال احمد صاحب سے ہوئی۔ جو آج کل نوشہرہ جماعت کے صدر ہیں۔ آپ نے ایم اے اردو اور بی ایڈ کیا ہوا ہے۔ اور نوشہرہ میں تعلیم وتدریس سے وابستہ ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) مکرم احمد خان صاحب

مکرم کرنل احمد خان صاحب 3 جون 1926ء کو موضع مینی تحصیل صوابی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صوبیدار خوشحال خان صاحب کے متعلق تفصیل سے جلد اول میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کس طرح انہوں نے ایک واضح رؤیا کی بناء پر احمدیت قبول کی اور پھر ان کو شہادت کا اعزاز حاصل ہوا۔ 29 مئی 1942ء میں خوشحال خان صاحب کو بعض افراد نے اس وقت شہید کیا جبکہ وہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے بیٹے احمد خان کے ساتھ گاؤں واپس آ رہے تھے۔ اس طرح مکرم احمد خان صاحب جن کی عمر اس وقت سولہ سال تھی اپنے والد کی شہادت کے خود عینی شاہد تھے۔

ایک ملٹری خاندان کے فرد ہونے کے لحاظ سے آپ کی تعلیم ملٹری اکیڈیمی میں ہوئی۔ آپ کو تقسیم ملک سے قبل آرمی میں کمیشن مل گیا تھا۔ تاہم قیام پاکستان کے بعد آپ کو دوبارہ کمیشن

حاصل کرنا پڑا۔ آپ کو ملک وقوم کی ایک لمبے عرصہ تک مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ بالآخر آپ 1976ء میں بحیثیت لیفٹیننٹ کرنل فرنٹیئر فورس سے ریٹائر ہوئے۔ اپنی سنیارٹی اور کارکردگی کی بناء پر آپ کو بریگیڈیئر کے عہدہ پر پروموشن کا حق حاصل تھا۔لیکن اس بارہ میں آپ کی احمدیت سے وابستگی آڑے آئی۔ آپ کو کہا گیا کہ اگر وہ اپنا تعلق احمدیت سے قطع کرلیں تو آپ کو ترقی مل سکتی ہے۔ مگر آپ نے کسی دنیوی عہدہ کے لیے احمدیت کو قربان کرنا ہرگز پسند نہ کیا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ ٹیکسٹائل ملز نوشہرہ میں 2007ء تک بطور منیجر کام کرتے رہے اور آج کل ایبٹ آباد میں اپنے بیٹے منظور احمد خان کے پاس مقیم ہیں۔

آپ نے اپنی ملازمت کے دوران 1971ء میں موضع ٹوپی سے قریب خوشحال آباد میں ایک بنگلہ تعمیر کروایا تھا۔ اس کا نام دارالبرکات رکھا گیا۔ بنگلہ کے ساتھ ایک بڑا حجرہ بھی تھا تا کہ علاقہ کے لوگوں کے بھی کام آسکے۔ اس بنگلہ میں ضروری فرنیچر کے علاوہ خاندان کے بچوں کے جہیز وغیرہ کے سامان بھی پڑا ہوا تھا۔ 1974ء میں اس بنگلہ میں ان کے بڑے بھائی مکرم صوبیدار عبدالغفور صاحب قیام پذیر تھے کیونکہ اسی جگہ سے قریب وہ اپنا مکان بھی تعمیر کروا رہے تھے چنانچہ 1974ء میں جماعت کے خلاف فسادات کے دوران اس بنگلہ پر ہزارہا لوگ حملہ آور ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے مکرم صوبیدار صاحب اور ان کے بچوں کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ لیکن حملہ آور بنگلہ میں پڑا ہوا تمام سامان لوٹ کر لے گئے اور بنگلہ کو نذر آتش کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے نہ صرف اس نقصان کی تلافی کی بلکہ بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ خدا تعالیٰ نے اس بنگلہ کو پھر بہتر طور پر تعمیر کی توفیق دی اور وہاں صد سالہ احمدیہ جوبلی کا جشن منایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن احمدیت کو ملیا میٹ کرنے کے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا اور خدا تعالیٰ نے اس خاندان کو اپنے افضال وبرکات سے نوازا۔

مکرم کرنل صاحب کے بڑے بیٹے مکرم محبوب احمد خان صاحب ہیں۔ جن کو دشمنان

احمدیت نے پبلک سکول ایبٹ آباد میں تعلیم کے دوران اغوا کیا۔لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے چنگل سے محفوظ رکھا اور وہ بخیریت واپس گھر پہنچ گئے۔

آپ کے دوسرے بیٹے مکرم منظور احمد خان صاحب بفضلہٖ تعالیٰ ایبٹ آباد میں رہائش پذیر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو خاندانی روایات کے مطابق جماعت کے لیے قربانی کے وصف سے نوازا ہے اور وہ موصی بھی ہیں۔ (تحریر: کرنل احمد خان)

مکرم پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب مرحوم

آپ صحابی حضرت مسیح موعود حضرت مرزا غلام رسول صاحب آف پشاور کے ہاں 18/جون 1919ء کو متولّد ہوئے۔ کچھ عرصہ قادیان دارالامان میں تعلیم حاصل کی۔بعد میں MSc Botany کر کے شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔سوپیریئر سائنس کالج پشاور میں کافی عرصہ پڑھاتے رہے، پھر صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف کالجوں میں (بشمول مردان) بطور پرنسپل تعینات رہے۔

سائنسی شغف کے علاوہ آپ کو اردو و انگریزی شعر و ادب کا نفیس ذوق تھا۔آپ کے تحقیقی مضامین جماعتی رسائل و جرائد مثلاً الفرقان میں شائع ہوئے۔شبینہ اجلاس جلسہ سالانہ ربوہ میں تقریر کا بھی موقع ملا۔ہومیوپیتھی پہ اچھا عبور تھا اور گھر میں ہومیو ادویات کا ایک خاصا ذخیرہ رکھتے جسے بلا معاوضہ خدمت خلق کے لئے استعمال کرتے۔تمام خلفاء سلسلہ خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت مندانہ دوستی کا تعلق تھا۔بذلہ سنج، خلیق اور ہمدرد مزاج کے حامل تھے۔آپ 1984ء میں مستقل طور پر کینیڈا منتقل ہو گئے تھے جہاں آپ کو متعدد جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔آپ

کی وفات بھی کینیڈا میں ہوئی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹے اوراور چار بیٹیاں شامل ہیں جو سب بیرون پاکستان آباد ہیں۔

آپ کی شادی محترم راجہ علی محمد صاحب آف چوا سیدن شاہ (سابق امیر گجرات۔ پاکستان) کی صاحبزادی محترمہ عارفہ بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی جن کے ایک بھائی مکرم راجہ غالب احمد صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے معروف اور فعال ممبر تھے۔ آپ کے تعارف میں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ آپ خالد احمدیت مکرم عبدالرحمٰن خادمؔ صاحب ایڈوکیٹ، (مصنف ''احمدیہ پاکٹ بک'') کی بھانجی تھیں۔ محترمہ عارفہ بیگم صاحبہ کی وفات حال ہی میں یکم جنوری 2015ء کو ہوئی ہے۔ آپ پشاور میں بھی کچھ عرصہ مقامی صدر لجنہ اماء اللہ رہیں اور اسی طرح لگ بھگ دس برس ایڈمنٹن (کینیڈا) میں بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ بے لوث خدمات کی توفیق پائی۔ آپ نہایت درجہ ملنسار اور شفیق خاتون تھیں، دوسروں کی اولاد کا بھی سگی اولاد کی طرح خیال رکھتیں اوران کو زندگی کے مشکل مراحل سے دوچار پا کر نہ صرف حسب توفیق ان کی دامے، دَرَمے، سخنے مدد کرتیں بلکہ نام بنام انہیں اپنی دعاؤں میں بھی ہمیشہ یاد رکھتیں۔

آپ کے ایک داماد مکرم ڈاکٹر سید جلید احمد صاحب (پی ایچ ڈی) واقف زندگی چند سال گیمبیا میں بطور پرنسپل خدمت کی توفیق پا کر آجکل مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ میں تعینات ہیں اور نمایاں اوراہم خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں۔

(طارق احمد مرزا، آسٹریلیا)

○

مکرم خان علی بہادر خان صاحب آف ٹوپی

کا ایک ایمان افروز واقعہ

علی بہادر خان صاحب آف ٹوپی کے والد مکرم حمید گل صاحب تھے۔ آپ کو احمدیت میں شمولیت کی سعادت مکرم عبداللطیف خان صاحب آف ٹوپی کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے علی بہادر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا تھا۔ آپ کی آمد کا ذریعہ ایک چائے اور کھانے کا معمولی ہوٹل تھا۔ لیکن جماعت کی مخالفت کے دور میں مقامی مُلّا نے اُن کے ہوٹل کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی آمدنی متاثر ہوتی تھی لیکن یہ مالی ابتلاء اُن کے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکے بلکہ ان حالات میں بھی وہ جماعتی چندوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے اور خاص طور پر جلسہ سالانہ ربوہ میں مع خاندان کے افراد کے شمولیت کی ضرور کوشش کرتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت میں ایک جلسہ سالانہ میں جماعت ٹوپی کے افراد ربوہ کے لئے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ اس موقع پر مکرم علی بہادر صاحب بھی گھر سے تیار ہو کر اڈہ پر موجود تھے کہ شاید ان کے جلسہ پر جانے کی صورت پیدا ہو جائے۔ بس کے کرایہ کے لئے جیب میں پیسے موجود نہ تھے۔ مایوسی کے عالم میں گھر کے لئے واپس مڑے تو دل میں خیال آیا:

”علی بہادر تم تو جلسہ پر جانے کے لئے نکلے تھے۔ کیا ہوا اگر بس نہیں مل سکی۔
خدا تعالیٰ نے تمہیں دو ٹانگیں دی ہیں تم ربوہ چل کر جا سکتے ہو۔“

اس خیال کے آتے ہی علی بہادر نے گھر واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ربوہ کے

لئے چلنا شروع کر دیا۔ دل میں پروگرام یہ بنایا کہ وہ جہانگیرہ تک تیس میل کا فاصلہ چل کر طے کریں گے اور پھر وہاں سے کسی ٹرک وغیرہ سے لفٹ لے کر ربوہ پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ ابھی آپ نے تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ پیچھے سے آنے والا ایک ٹرک آپ کے پاس رُکا اور پوچھا کہ کہاں جانا ہے۔ آپ نے ڈرتے ہوئے اُس کو جہانگیرہ تک جانے کا بتایا۔ خطرہ تھا کہ اگر ربوہ کا ذکر کیا تو وہ لفٹ دینے سے انکار کر دے گا۔ کیونکہ ان ایّام میں جماعت کی مخالفت کا دور دورہ تھا۔

جہانگیرہ پہنچنے پر ڈرائیور نے علی بہادر سے دریافت کیا کہ اب یہاں سے کس طرف جانے کا ارادہ ہے۔ اب آپ نے بلاخطر اسے بتایا کہ دراصل وہ ربوہ جانا چاہتے ہیں کیونکہ وہاں سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ علی بہادر صاحب کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ جب ڈرائیور نے کہا:

''میں بھی اسی طرف لاہور جا رہا ہوں۔ میں تم کو پنڈی بھٹیاں تک لے جاؤں گا۔ وہاں سے آپ باآسانی ربوہ جاسکیں گے۔''

علی بہادر صاحب نے ڈرائیور کی اس پیشکش کا دلی طور پر شکریہ ادا کیا اور دل ہی دل میں خدا تعالیٰ کے شکر اور حمد میں مصروف ہو گئے۔ جس نے یہ سہولت اور انتظام کر دیا۔ چنانچہ جب ٹرک راولپنڈی پہنچا تو وہاں سے ڈرائیور نے سرگودھا کا راستہ لے لیا اور علی بہادر کے دریافت کرنے پر بتایا:

''میں نے یہ راستہ اس لئے لے لیا ہے تا کہ آپ کو ربوہ تک چھوڑ دوں۔ پتہ نہیں کہ پنڈی بھٹیاں میں رات کے وقت کوئی سواری میسر ہو یا نہ ہو۔ میرے لئے چند میل کا زائد سفر ہے لیکن آپ آسانی سے اپنی جگہ تک پہنچ جائیں گے۔''

خدا تعالیٰ کا دلوں پر تصرف ہے اور واضح تھا کہ یہ صرف خدائی غیر معمولی انتظام تھا اور قرآنی وعدہ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجاً مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ کے مطابق تھا۔ ورنہ عام

حالات میں کوئی ٹرک ڈرائیور کسی کو مفت اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ ڈرائیور مکرم علی بہادر صاحب کی نیکی اور اسلام پر فدائیت سے اسقدر متاثر ہوا کہ اس نے ازخود اپنی جیب سے پینتیس روپے نکال کر دیئے تا کہ وہ واپس بذریعہ بس اپنے گھر تک پہنچ سکیں۔ یہ تھے وہ غریب، مسکین لیکن ایمان وایقان میں راسخ بزرگ جو گھر سے خالی جیب نکلے تھے اور خدا تعالیٰ نے نہ صرف ان کے ربوہ تک لے جانے کا انتظام کیا بلکہ واپسی کے لئے بھی انتظام کر دیا۔ (ازمحترم شیر علی بشارت صاحب ابن صوبیدار عبدالغفور مرحوم صاحب)

مکرم سید سخاوت شاہ صاحب

سید سخاوت شاہ صاحب 14/اپریل 1933ء کو ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید گلاب شاہ تھا۔ اپنے علاقہ میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور منگلور کے لوئر مڈل سکول میں بطور انگلش ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا بعد میں اکاؤنٹنگ کی تعلیم حاصل کر لی۔

بچپن سے ہی مذہبی رجحان تھا اور اپنے علاقہ کے مشہور احراری مولوی غلام غوث ہزاروی کے شاگرد تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو سعید فطرت عطا کی تھی۔ 1950ء میں جبکہ احرار جماعت احمدیہ کے خلاف سرگرم عمل تھے، عین انہی ایام میں آپ کو جماعت کا پیغام ملا اور لٹریچر پڑھنے کا اتفاق ہوا تو حق قبول کر لیا۔ چنانچہ احراری حلقوں میں اسے شدت سے محسوس کیا گیا اور آپ کی پرزور مخالفت افرادخانہ اور علاقہ کے لوگوں کی طرف سے ہوئی۔ مگر آپ ثابت قدم رہے۔

1956ء میں آپ کراچی آ گئے اور اپنی بقیہ زندگی یہاں ہی گذاری۔ کراچی میں آپ کو جماعت کی بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔ آپ ایک عرصہ تک سیکرٹری اصلاح وارشاد وسیکرٹری تعلیم وتربیت اور ضلع کراچی کے عہدیدار رہے اور تمام جماعت میں اپنی خدمت اور کارکن ہونے کی

وجہ سے بہت مقبول تھے۔

آپ کی شادی ہزارہ کی نہایت ہی معروف شخصیت سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھگلہ کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ کے تمام بچے سلسلہ کے خادم ہیں۔

آپ کا انتقال 20 جنوری 1994ء میں کراچی میں ہوا اور بوجہ موصی ہونے کے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

(از: سید محمد اقبال شاہ۔ربوہ)

مکرم ملک ظفر الحق صاحب

مکرم ملک ظفر الحق صاحب کا تعلق پنجاب کے مشہور شہر بھیرہ سے تھا۔ آپ کے والد حکیم عبد الجلیل صاحب تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی ملازمت کا تقریباً تمام عرصہ صوبہ خیبر پختونخوا میں گزارا۔ پشاور سے قریب ترناب فارم میں آپ سپرنٹنڈنٹ تھے۔ یہاں بعض اور احمدی بھی ملازم تھے۔ مکرم ملک صاحب کا گھر جماعتی مساعی کا مرکز تھا۔ آپ اپنی دیانت، امانت اور نیکی وتقویٰ کی بناء پر تمام ملازمین اور دیگر لوگوں میں مثالی شہرت رکھتے تھے۔

مکرم ملک صاحب کے ایک بھائی مکرم حکیم مرغوب اللہ صاحب بھی پشاور میں مقیم تھے۔ بعد میں وہ شیخوپورہ میں چلے گئے۔ وہ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح بہت مخلص اور فعال احمدی تھے۔ ملک صاحب کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ وہ بہت مہمان نواز تھے۔ اسی طرح ضرورت مند افراد اور خاص طور پر احمدیوں کی امداد کے لئے کوشاں رہتے۔

محترم مولانا امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم نے اپنے طالب علمی کا کچھ عرصہ آپ کی کفالت میں گزارا۔ آپ مکرم ملک صاحب مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں:

''ملک ظفر الحق صاحب جماعت احمدیہ کی اسلامی تعلیمات کا ایک نہایت ہی خوشبودار پھولوں کا گلدستہ تھے۔ آپ سادہ مگر انتہائی خلیق اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ خلیفہ وقت حضرت المصلح الموعودؓ کے جانثار خادم اور سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں سرشار تھے۔''

مکرم ملک صاحب کے ایک نواسے مکرم شمس الحق ہادی صاحب ہیوسٹن جماعت کے فعال کارکن ہیں۔

(از: شمس الحق ہادی۔نواسہ)

مکرم میر محمد ابراہیم صاحب

آپ 1899 میں مکرم میر کرم دین صاحب کے ہاں کنجاہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگوں کا آبائی تعلق سری نگر کشمیر کے ''میر حبہ کدلی'' خاندان سے تھا۔ آپ بچپن سے ہی نہایت شریف النفس تھے۔ 1914 میں جب آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو انہی دنوں خوابوں کے ذریعہ آپ پر حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ 1914ء میں خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی ایام میں قبولیت احمدیت کی توفیق پائی۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے آپ کے والد صاحب نے آپ کو (جو اکلوتے بیٹے تھے) عاق کر دیا اور آپ کو گھر چھوڑنا پڑا۔ اسی دوران جلد ہی آپ کو انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے بحیثیت پوسٹ ماسٹر (گزٹیڈ آفیسر) نوکری مل گئی۔ آپ کی ساری سروس صوبہ سرحد کے مختلف مقامات مثلاً مالاکنڈ، مستونگ، پشاور، نوشہرہ، مردان اور تربیلا وغیرہ میں رہی۔

1924ء میں آپ کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت میر احمد دین صاحب کی بیٹی محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور 5 بیٹیوں سے

نوازا۔آپ نے 1935ء میں اپنی فیملی کو قادیان میں مستقلاً آباد کیا۔ پارٹیشن کے بعد آپ نے پسرور ضلع سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔

آپ جب مستوگ میں ملازمت کرتے تھے ان دنوں مستونگ کا سردار جو والی کہلاتا تھا خود تو شریف النفس انسان تھا لیکن اس کا نوجوان بیٹا احمدیت کی سخت مخالفت کرتا تھا اور نہایت گندی زبان استعمال کرتا تھا۔ اکثر آپ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتا رہتا تھا۔آپ کے دفتر کا سٹاف آپ کی نیکی اور ایمانداری کی وجہ سے آپ کی نہایت عزت کرتا تھا۔ایک دن اس نوجوان نے پوسٹ آفس آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخی کی اور جماعت کے خلاف بدکلامی کی۔آپ نے اس نازک موقع پر انتہائی صبر اور برداشت سے کام لیا اور صرف اتنا کہا کہ میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔خدا ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔آپ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ کے حضور رقت سے دعا کرنے لگ گئے۔خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ قریباً ایک ہفتہ بعد وہ نوجوان گھوڑے پر جا رہا تھا کہ اچانک کسی وجہ سے گھوڑا بدک گیا۔نوجوان گھوڑے سے نیچے گر گیا لیکن اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دور تک لے گیا۔جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔چند دنوں بعد لڑکے کا والد آپ سے معافی مانگنے آیا۔

مستونگ میں کچھ لوگوں کی طرف سے پھر بھی مخالفت جاری رہی تاہم کچھ ہی عرصہ بعد آپ کا وہاں سے تبادلہ ہو گیا۔آپ خچر پر بیٹھے اپنے سامان کے ساتھ اپنی نئی Posting والی جگہ پر جاتے ہوئے جب آپ پہاڑی کے موڑ پر پہنچے اور پیچھے کی طرف دیکھا تو اس نوجوان کا باپ (یعنی والی مستونگ) دور کھڑا ہاتھ جوڑے آپ سے معافی مانگ رہا تھا اور اشارہ سے کہہ رہا تھا کہ خدارا اب پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا (کوئی بددعا نہ دینا) اس طرح آپ کے ایمان کی پختگی اور دعا کی بدولت علاقہ میں احمدیت کی سچائی ظاہر ہوئی۔

آپ کی نسل میں سے اکثر افراد کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پاتے رہے

ہیں۔آپ کے ایک پوتے مکرم رفیق مبارک میر صاحب خدا کے فضل سے اس وقت وکیل المال ثانی تحریک جدید کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔الحمدللہ۔

(از:رفیق مبارک میر۔پوتا)

مکرم ملک عبدالجبار صاحب آف ٹوپی

ملک عبدالجبار صاحب صوبیدار عبدالغفور خان صاحب مرحوم (مصنف سانحہ ٹوپی) کے ماموں تھے۔صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی کی تحریک پر غالباً 1928ء میں پہلی بار ان کے ساتھ قادیان گئے اور پھر بعد میں صاحبزادہ صاحب کو بتائے بغیر خود اپنے طور پر آزادانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیق کی غرض سے دوبارہ قادیان گئے چنانچہ مکمل تسلی اور شرح صدر پانے پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیت میں شامل ہو گئے۔آپ اپنے گاؤں کے نمبردار (ملک) تھے۔آپ کے چار بیٹے مکرم محمد الیاس صاحب،مکرم محمد شیر صاحب،مکرم اقبال احمد صاحب اور مکرم بشیر احمد صاحب ہیں۔

(از:شیر علی بشارت صاحب آف ٹوپی)

مکرم سید عبدالرحیم شاہ صاحب

ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ

''جس امام مہدی کا ظہور ہو تو خواہ تمہیں برف کے پہاڑ پر سے گھسٹ کر جانا پڑے تو اس کو جا کر میرا اسلام پہنچائیں۔''

حضورؐ کے اُمت مسلمہ کے اس پیغام کے مطابق واقعی جس شخص نے عملی طور پر اس کا مظاہرہ

کیا وہ سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھگلہ تھے۔ ان پر جب احمدیت کی صداقت روشن ہوگئی تو وہ 1929ء کے دسمبر کے مہینہ میں جب اس علاقہ میں بوجہ برف باری کے شدید سردی تھی اور آمد ورفت کے راستے مسدود تھے، انہوں نے باپیادہ پھگلہ سے مانسہرہ تک گیارہ میل کا فاصلہ طے کیا۔ پھر وہاں سے قادیان تشریف لے گئے اور حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

مکرم شاہ صاحب کے قبول احمدیت اور اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کے حالات جلد اول میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ تاہم شاہ صاحب کے بیٹے سید محمد اقبال شاہ صاحب اور سید لقمان شاہ صاحب جو آج کل ربوہ میں مقیم ہیں انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کے والد نے اپنی وفات سے قبل اپنے بعض ایمان افروز واقعات اور اس علاقہ میں احمدیت کی تاریخ کے حالات قلمبند کروائے تھے، ان کو کتابی شکل میں جلد شائع کریں گے۔ الحمد للہ، اب یہ کتاب ''سوانح سید عبدالرحیم شاہ صاحب'' کے نام سے اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔

(سید محمد اقبال شاہ۔ بیٹا)

مکرم سید ظہور الحسن صاحب

مکرم سید ظہور الحسن صاحب کا خاندان پشاور میں قیام پذیر تھا اور سب کا جماعت کے ساتھ بہت مثالی تعلق تھا۔ ان کا کافی ذکر جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے۔ تاہم سیدہ نصرت زین صاحبہ جو سید ظہور الحسن صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں اور مکرم میجر زین العابدین کی اہلیہ ہیں وہ اپنے والد صاحب کے متعلق مزید تحریر فرماتی ہیں:

''میرے والد صاحب لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور صوفی محلہ میں رہائش پذیر تھے۔ میرے چچازاد سید شاہد حسین کرمانی صاحب بتایا کرتے تھے کہ جب

سیدنا حضرت مسیح موعود لدھیانہ میں آتے تو صوفی محلہ کی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔

میرے والد صاحب جماعت کے مشہور بزرگ مکرم مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ کے کلاس فیلو تھے اور درد صاحب کے والد حضرت قادر بخش صاحبؓ جو حضورؑ کے صحابی تھے وہ اسکول میں ان کے استاد تھے۔ والد صاحب نے ان کے ذریعہ جماعت میں شمولیت کی اور بیعت کی۔

جب راجپوتانہ میں شدھی کی تحریک چل رہی تھی حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر والد صاحب نے بھی رخصت لے کر اس جہاد میں حصہ لیا۔ اس طرح والد صاحب تحریک جدید کے پانچ ہزاری خدمت گزاروں میں شامل تھے۔ اب ان کی اولاد اپنے والد کی طرف سے باقاعدہ چندہ دے رہی ہے۔ الحمدللہ۔

والد صاحب کی وفات 16 جنوری 1936ء میں بنوں میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 48 سال تھی۔ قادیان جلسہ سالانہ پر گئے تھے، وہاں آپ کو نمونیہ ہو گیا اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(از: سیدہ نصرت ذین۔ بیٹی)

محمد عبد اللہ خان، حکیم عطاء الرحمن خان، ڈاکٹر عبد القادر خان

برصغیر میں انیسویں صدی کے اواخر میں امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا بہت چرچا تھا۔ احادیث اور اقوال بزرگان و رویا و کشوف کی بنا پر لوگ اس کے جلد ظہور کے منتظر تھے اور بعض نے تو معین تواریخ بھی مقرر کر دی تھیں۔ بہت سے لوگ اس امر کے لئے فکرمند تھے کہ کہیں وہ اس کے ظہور سے بے خبر نہ رہ جائیں اور اس مبارک ہستی کے دیکھنے اور قبول کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ضلع ہزارہ کے علاقہ تناول میں ایک ایسے بزرگ شخص مکرم محمد زمان

خان صاحب تھے۔ انہوں نے امام مہدی کے ظہور کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اس زمانہ میں دہلی تک کا غیر معمولی لمبا سفر کیا۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ امام کا ظہور برصغیر کے کسی اہم شہر میں ہوگا۔ یہ ۱۸۵۷ء کا زمانہ تھا اور مسلمان انگریز حکومت کے خلاف سرگرم عمل تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ واپس تناول میں آ گئے اور اپنی موت سے قبل اپنے تینوں بیٹوں کو وصیت کی کہ جب بھی ان کو امام مہدی کے ظہور کی خبر پہنچے تو اس کے پاس جا کر اسے قبول کریں۔ اور ایمان لے آئیں۔ اس دور میں کئی نیک سیرت اور سعید فطرت لوگ امام وقت کے منتظر تھے اور اپنی اولاد کو بھی اس کے لئے تیار کرتے تھے۔ مکرم خان محمد زمان خان کے تین بیٹے تھے:

۱۔ محمد عبداللہ خان صاحب۔ ۲۔ عطاء الرحمن خان صاحب۔ ۳۔ ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب

اپنے والد کی وصیت کے مطابق امام مہدی کے انتظار میں رہے۔ ان کو جب ایسے مدعی کا علم ہوا کہ وہ قادیان سے ظاہر ہوا ہے۔ تو تینوں بھائی قادیان گئے۔ اس وقت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ تو وفات پا چکے تھے لیکن ان کے خلیفہ حضرت مولانا نورالدین موجود تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کچھ دن قیام کے بعد بڑے بیٹے محمد عبداللہ خان صاحب واپس اپنے علاقہ میں آ گئے۔ عطاء الرحمن صاحب قادیان میں ٹھہر گئے تا کہ حضور کی شاگردی میں حکمت کی تعلیم حاصل کریں۔ تیسرے بیٹے عبدالقادر نے بھی کچھ عرصہ طب کی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور بعد میں باقاعدہ ڈاکٹری کی ڈگری لی اور اپنی سروس کے دوران وزیرستان اور سرحد کے دیگر علاقوں میں ملازمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ اسی طرح پیچیدہ اپریشن اپنی مہارت سے کر لیتے تھے۔ اس بناء پر انگریز حکومت کی طرف سے آپ کو سلور میڈل دیا گیا۔

یہ تینوں بھائی تناول کے علاقہ میں تھے۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے جب ان کی مخالفت بڑھنی شروع ہوئی تو وہ ہجرت کر کے داتہ حضرت حاجی احمد جی کے پاس آ گئے۔ انہوں

نے ان کو خوش آمدید کہا۔اس طرح انہوں نے داتہ میں رہائش اختیار کر لی۔کچھ عرصہ بعد حضرت احمد جی صاحب نے اپنی ایک بیٹی کا رشتہ ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب سے کر دیا اور اس طرح یہ خاندان آپس میں منسلک ہو گئے۔

ڈاکٹر عبدالقادر صاحب ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی وفات ۱۹۵۷ء میں ہوئی اور داتہ میں ہی ان کی تدفین ہوئی۔ڈاکٹر صاحب کو سلسلہ کی کتب اور اخبارات پڑھنے میں بہت رغبت تھی اور دعوت الی اللہ کا بھی شوق تھا۔حضور کے اکثر اشعار زبانی یاد تھے اور محبت سے گنگناتے رہتے تھے۔

مکرم محمد عبد اللہ خان صاحب نے بہت لمبی عمر پائی۔تقریباً ۱۱۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔مکرم عطاء الرحمن صاحب نے طب میں کافی مہارت حاصل کر لی اور وہ حکیم عطاء الرحمن کے نام سے معروف تھے۔ (از: صفیہ رعنا صاحبہ)

مکرم مختار احمد شاہ خلیل صاحب

مکرم مقبول احمد شاہ صاحب کے پانچ بیٹوں میں سے مکرم مختار احمد خلیل صاحب سب سے بڑے بیٹے تھے۔آپ ۱۹۳۹ء میں قصبہ اچینی پایاں میں پیدا ہوئے۔آپ پیدائشی طور پر احمدی تھے۔آپ نے گاؤں میں اپنے والد کی وفات کے بعد جماعتی خدمات کو زندہ رکھا۔

آپ نے پشاور یونیورسٹی سے پشتو زبان میں بی۔اے پاس کیا۔آپ نے اپنی اس تعلیم سے بھرپور طور پر اس طرح استفادہ کیا کہ حضور کے خطبات کا پشتو زبان میں ایک عرصہ تک ترجمہ کرتے رہے۔اس کے علاوہ اپنے علاقہ میں دعوت الی اللہ کا فریضہ بھی ادا کرتے رہے۔اس بناء پر آپ کی اور جماعت کی مخالفت ایک طبعی امر تھا۔

معاشی لحاظ سے آپ نے گاؤں میں اپنی خاندانی اراضی کی کاشت وغیرہ کی نگرانی کی۔ آپ کی وفات ۲۰۰۴ء میں پینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

آپ کی وفات کے چند سال بعد آپ کے تین لڑکوں میں سے دولڑکے ریاض احمد خلیل اور امتیاز احمد خلیل ایک خودکش حملہ کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ دونوں بھائی موٹر سائیکل پر پشاور کینٹ میں جا رہے تھے کہ اس علاقہ میں غالباً طالبان میں سے ایک خودکش حملہ آور نے اپنے آپ کو اڑا لیا اور یہ دونوں بھی اس کی زد میں آ کر موقع پر فوت ہو گئے۔

مکرم پیر عبدالسمیع صاحب مرحوم (سوات)

آپ مکرم پیر عبدالغفار صاحب مرحوم آف پیرانو ڈاگ، مردان کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کی تاریخ پیدائش یکم اپریل1946ء اور تاریخ وفات 19/فروری 2011ء ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے پٹرولیم ڈرِلنگ انجنیئر تھے۔طویل عرصہ مینگورہ، سوات میں قیام رہا جہاں آپ کی اہلیہ محترمہ شاہدہ نسرین صاحبہ (بنت ڈاکٹر مرزا عبدالرحیم صاحب آف نوشہرہ) شعبہ تعلیم سے وابستہ تھیں۔

مکرم پیر صاحب کو سوات میں مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمات کی توفیق ملی جن میں صدر جماعت احمدیہ سوات، صدر مجلس انصاراللہ سوات کے عہدے شامل ہیں۔ دعوت الی اللہ کی غرض سے مینگورہ اور اس کے نواحی علاقہ جات مثلاً شموزئی وغیرہ کے تبلیغی دورے کئے اور مقامی افراد سے جماعت کا تعارف اور تعلق قائم کیا۔آپ کے گھر پہ مجالس سوال جواب بھی منعقد ہوا کرتی۔صوبائی اور مرکزی نمائندگان کی سوات آمد پہ بہت خوش ہوتے اور آپ اور آپ کی اہلیہ صاحبہ ان کی مہمان نوازی کا شرف حاصل کر کے ہمیشہ خوشی اور فخر محسوس کیا کرتے۔

جب مربی سلسلہ مینگورہ مکرم کرامت اللہ خادم صاحب کے خلاف سوات میں مخالفین احمدیت نے جلسہ جلوس کیا ور آپ کے خلاف پولیس میں پرچہ درج کرایا تو اس ہنگامی دور میں مکرم پیر عبدالسمیع صاحب نے شورش رفع دفع کرانے اور مکرم مربی صاحب کو بحفاظت علاقہ سے نکل جانے کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پولیس افسران نے ان کے گھر آ کر مذاکرات کئے اور احتیاط برتنے اور حکمت سے وقت گزارنے کی ہدایات دیں۔ اسی طرح مربی صاحب کے گھر سے جو جماعتی لٹریچر مولویوں اور پولیس کے ہاتھ لگنے سے رہ گیا تھا، وہ آپ اپنے گھر لے آئے۔ آپ کے غیر از جماعت ہمسایوں نے پیشکش کی کہ جملہ احمدیہ لٹریچر اور کاغذات وغیرہ ان کے گھر منتقل کر دیں مبادہ شر پسند مولوی آپ کے گھر پر ہلہ بول کر یہ ''مواد'' برآمد نہ کر لیں اور آپ کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ اس شریف النفس غیر متعصب ہمسایہ نے سارا جماعتی لٹریچر اپنے گھر منتقل کر لیا اور امن امان بحال ہو جانے پر واپس پیر صاحب کے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس نیکی کا اجر عطا فرمایا۔ اس واقعہ سے مکرم پیر عبدالسمیع صاحب اور آپ کے اہل خانہ کے حسن اخلاق اور نیک نمونہ کے اثر کا پتہ چلتا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے جاننے والوں کے دلوں پہ قائم ہو چکا تھا۔

(مکرم پیر حمود الرحمٰن صاحب۔ بیٹا)

محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ

محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ زوجہ مکرم مرزا غلام حیدر صاحب آف نوشہرہ کینٹ کو خدا تعالیٰ نے اپنے خاوند کے دوش بدوش پوری زندگی بھرپور خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائی۔ نوشہرہ میں بوجوہ تقریباً چالیس سال تک باقاعدہ مسجد کی تعمیر نہ ہو سکی۔ اس تمام عرصہ میں نماز جمعہ اور دیگر جماعتی اجتماعات آپ کے گھر میں ہوتے۔ اس طرح بعض اوقات سلسلہ کے کارکن اور مہمان

آجاتے ان کی رہائش اور کھانے پینے کی تمام ضروریات کو نہایت خندہ پیشانی سے ادا کرتی تھیں۔ایک لمبے عرصہ تک ایسی ذمہ داری کی ادائیگی معمولی امر نہیں۔دلی قربانی کے جذبہ کے بغیر ایسی خدمت ہرگز ممکن نہیں۔

محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ ایک لمبے عرصہ تک نوشہرہ لجنہ اماء اللہ کی صدر رہیں۔اس ذمہ داری کو بھی بہت احسن طور پر ادا کیا۔یہی وجہ ہے کہ لجنہ کے پنج سالہ جشن کے موقع پر آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو سند خوشنودی دی گئی۔

آپ بہت دعا گو اور صابر و شاکر تھیں۔آپ کے ہاں ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کے علاوہ چار لڑکے اور تین لڑکیاں یعنی سات بچے پیدا تولد ہوئے جو یکے بعد دیگرے بچپن ہی میں فوت ہوتے رہے۔آپ نے یہ صدمات خدا تعالیٰ کی مشیت جان کر صبر سے برداشت کئے اور کبھی کوئی بے صبری کا کلمہ منہ سے نہ نکالا۔پھر ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بھی صرف اکاون سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔بڑھاپے میں یہ صدمہ بھی آپ کے لئے بہت عظیم تھا لیکن ان تمام مواقع پر آپ نے صبر و رضا کا مثالی کردار پیش کیا۔

سلسلہ کے لئے مالی قربانی میں بھی آپ پیش پیش تھیں۔1923ء میں نظام وصیت میں شمولیت کی اور شرح ادائیگی 1/3 مقرر کی جو آخری حد ہے۔

آپ کے پوتے مکرم مرزا مبارک احمد صاحب آپ کی بعض خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''ان کی زندگی درویشانہ تھی اور ان سے ہر ملنے والا محبت کی چاشنی محسوس کرتا۔ نمود و نمائش نام تک نہ تھی اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی کوشش کرتی رہیں۔ ناراضگی کسی سے نہ تھی۔کسی کو غلط فہمی سے رنجش ہو جاتی تو صلح میں پہل کرتیں۔ صدقات اور خیرات اکثر کرتیں اور ہمیشہ بیمار پرسی کے لئے، چاہے زحمت اٹھانی

پڑتی ضرور حاضر ہوتیں۔''

غرض یہ کہ ان کا وجود ایک محبت کرنے والا وجود اور ہمارے لئے ایک تعویذ کی مانند تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے لمبی زندگی عطا فرمائی۔ آپ نوے سال کی عمر میں 7 جنوری 1995ء کو وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بوجہ موصیہ ہونے کے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

(مبارک احمد۔ پوتا)

○

پشاور میں ایک یادگار علمی مجلس

سرحد کے مشہور شاعر کا خراج عقیدت

صحابی حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمد عبداللہ صاحبؓ میڈیکل پریکٹیشنر (ولادت ۱۸۸۷۔ بیعت ۱۹۰۷ء وفات ۱۴ جون ۱۹۷۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

''سال ۱۹۲۳ء میں ہجرت مومنٹ جاری تھی، لوگ عدم تعاون پر کاربند تھے اور قافلہ در قافلہ کابل کو جا رہے تھے۔ خصوصاً پٹھان آبادی میں ہجرت کا زیادہ زور تھا۔ نوشہرہ میں ایک اسسٹنٹ کمشنر فشر تھے جو ایک پادری کے لڑکے تھے۔ ان کی ڈیوٹی تحریک ہجرت پر لگی ہوئی تھی وہ نوشہرہ سے باہر چراٹ کے مقام پر تھے۔ میرے پاس کچھ انگلش لٹریچر تھا۔ میں نے ایک فارورڈنگ لیٹر ٹائپ کیا اور انگلش لٹریچر کی ایک ایک کاپی اسٹیشن کے بڑے بڑے ملٹری افسروں کو بھیج دی۔

ایک کاپی میں نے کیپٹن فشر صاحب کو بھی بھیجی۔کیپٹن فشر صاحب نے چراٹ سے خط بھیجا کہ میں جب نوشہرہ آؤں تو آپ ضرور مجھے ملیں بہخر ایک دن نوشہرہ آ گئے اور مجھے بلا بھیجا۔مجھ سے کسی کتاب کا مطالبہ کیا۔میں نے قرآن کریم کا پہلا پارہ جو حضرت مفتی صاحب نے مدراس رہ کر طبع کروایا تھا وہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' پڑھنے کے لئے دے دی۔انہوں نے پہلے پارہ اور ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کا خوب مطالعہ کیا۔مجھے بلایا کہ آؤ میرے ساتھ آ کر بیٹھو۔میں ان کے بنگلہ پر پہنچا۔مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔پہلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ آپ مجھے کیوں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جبکہ میں ایک سچے مذہب کا پیرو ہوں۔مانا کہ آپ اپنا راستہ جلدی طے کر لیں گے مگر میں بھی آج نہیں کل یا بدیر اپنا راستہ طے کر کے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لوں گا۔میں نے جواب دیا کہ جو چل رہا ہو اس کے کبھی پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر جو چلنے سے رہ گیا اور بیٹھ گیا وہ کس طرح منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے...... بہت بحث کے بعد اس کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں۔اس نے کہا میں صدق دل سے کلمہ پڑھتا ہوں۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں آج کے دن میرے ایمان پر آپ گواہ بنیں۔مگر ابھی میرے متعلق کسی کے پاس اظہار نہ کرنا یہ تاکید ہے۔الحمد للہ کہ میری ناچیز محنت کا پھل مجھے مل گیا۔ثم الحمد للہ۔''

(بحوالہ: تاریخ احمدیت جلد ۷ ۲۔صفحہ ۱۶۱۔۱۶۰)

یہاں پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ نوشہرہ کینٹ میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ قیام محترم حضرت

محمد عبداللہ صاحبؓ میڈیکل پریکٹیشنر نوشہرہ کینٹ کے ذریعہ عمل میں آیا تھا۔اور آپ اس کے پہلے جنرل سیکرٹری اور محصل مقرر ہوئے جبکہ پہلے پریذیڈنٹ محترم شیخ عبدالرحمان صاحب مرحوم تھے۔اسی طرح صوبہ سرحد میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ عام منعقد کرنے کا اعزاز بھی جماعت احمدیہ نوشہرہ کینٹ کو ہی ۱۹۲۰ء میں نصیب ہوا تھا جس میں کثیر تعداد میں غیر از جماعت افراد شامل ہوئے تھے۔ یہ جلسہ عام مسجد فضل لندن کے لئے چندہ کی اپیل کے لئے آئے ہوئے مرکزی وفد کی آمد سے فائدہ اٹھا کر منعقد کیا گیا تھا جس میں جماعت کے متعدد علماء نے نہایت پراثر تقاریر کیں جن میں مولوی ظہور حسین فاضل صاحب بھی شامل تھے۔اس موقع پر جماعت کی مخالفت بھی ہوئی لیکن مجموعی طور پر لوگ جماعت احمدیہ کے مداح ہو گئے اور کچھ افراد نے بیعت بھی کی۔غیر احمدی مولویوں نے مکرم مولوی ظہور حسین صاحب سے ختم نبوت کے موضوع پر مناظرہ بھی کیا لیکن عاجز آ گئے۔

(بحوالہ: تاریخ احمدیت جلد ۲۷ صفحہ ۱۵۸-۱۵۹)

○

1974ء کا پُر آشوب دور

محترمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ مرحومہ کا ایمان افروز کردار

محترمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ جن کی وفات گذشتہ سال 6 دسمبر کو ہوئی، وہ جماعت احمدیہ خیبر پختونخوا اور خاص طور پر لجنہ اماء اللہ کی فعال عہدیدار اور کارکن تھیں۔ لجنہ پشاور کی تشکیل و تعمیر میں ان کا بنیادی کردار تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے والد محترم حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی متعدد خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کی تمام تر راحت جماعت کی خدمت سے وابستہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو زندہ ایمان کی حرارت سے نوازا تھا۔ اس کا کچھ اندازہ 1974ء میں جماعت کی شدید مخالفت کے دور میں ان کے کردار سے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت سے نوازے۔ آمین۔

1974ء میں میری رہائش چارسدّہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھی۔ یہ گاؤں ہماری زمینوں پر آباد ہے۔ صرف 31 گھر ہیں جن میں ایک ہمارا باقی مزارع رہتے ہیں۔ یہ گاؤں دراصل میرے سسر محترم اکرم خان دُرّانی صاحب کا تھا اور اسی نسبت سے ''ڈب اکرم خان'' کہلاتا تھا۔ میں اپنے گھر میں تنہا رہتی تھی۔ میرے شوہر 1968ء میں وفات پا گئے تھے اور بیٹا عزیزم محمد عالم دُرّانی آرمی آفیسر تھا جو تین سال انڈیا میں جنگی قیدی رہ کر واپس آیا تو کوئٹہ میں پوسٹنگ ہوگئی۔

گھر کے کاموں کی دیکھ بھال کے لئے ایک میاں بیوی ساتھ رہتے تھے۔ مخالفت کا طوفان اُٹھا تو چارسدہ بھی کسی سے پیچھے نہ رہا۔ جلسے جلوس شور شرابا شروع ہوگیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

السلام اور جماعت کو بے نقط سنائی جاتیں اور احمدیوں کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جاتیں۔ میں زیادہ تر گھر میں رہتی اس لئے حالات سے بے خبر تھی۔ ایک دن گھر سے نوکر کے ساتھ بینک جانے کے لئے نکلی۔ بینک پہنچی تو مینیجر مجھے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ کہنے لگا آپ کیوں آئی ہیں؟ میں نے کہا رقم لینے کے لئے۔ اُس نے کہا آپ یہ ہنگامہ دیکھ رہی ہیں۔ یہ آپ کی جماعت کے خلاف ہے۔ ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ آپ کو ڈپٹی کمشنر صاحب نے بلایا ہے۔ میں تو ڈی سی صاحب کو نہیں جانتی تھی نہ کبھی ان کے دفتر گئی تھی۔ مگر اس بلاوے پر جانا پڑا۔ ڈی سی صاحب نے کہا: ”آپ ان دنوں یہاں نہ آیا کریں۔“ میں نے کہا کہ میں برقعہ میں آتی ہوں۔ وہ بھی کبھی کبھار بینک آتی ہوں، یا پشاور جانا ہو تو گھر سے نکلتی ہوں اور یہاں مجھے کوئی جانتا بھی نہیں۔ انہوں نے کہا: ”آپ کو سب جانتے ہیں۔ آپ اکرم خان درانی صاحب کی بہو ہیں۔“

ان دنوں عقل سے کورے مخالفت میں اندھے مولوی لوگ فساد پر دوسروں کو اکسانے کے لئے بکروں کی زبانوں کا ہار پرو کر بازاروں میں گھومتے اور لوگوں کو بتاتے کہ ہمارے نوجوانوں کی زبانیں ہیں جو ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر مرزائیوں نے کاٹی تھیں۔ اس قسم کی بے سروپا باتیں پھیلا کر وہ تان یہاں پر توڑتے کہ مرزائی واجب القتل ہیں۔ ان کی جائیدادیں لوٹنا یا جلانا باعث ثواب ہے۔ عورتوں کی بے حرمتی کرنا کارِ خیر ہے۔ جو جس قدر ان کو دکھ دے گا اسی حساب سے جنت کے انعامات کا حقدار بنے گا۔ جنت اور اس قدر آسان!

عوام کالانعام احمدیوں پر پِل پڑے۔ کہیں سے گھر جلنے کی خبر آتی تو کہیں سے لُٹنے کی۔ چارسدہ میں ایک ہی احمدی گھرانہ تھا جو نقل مکانی پر مجبور ہو گیا۔ پشاور اور صوابی میں گھر لوٹے اور جلائے گئے۔ کئی احمدی شہید ہوئے۔ مجھے تو پشاور کا نو احمدی نوجوان نہیں بھولتا۔ وہ بہت ہی مخلص تھا۔ تھوڑا عرصہ پہلے اس کی شادی ہوئی تھی۔ نقاب شاہ خاندان میں اکیلا احمدی تھا۔ پشاور کے نائب امیر جماعت مکرم ومحترم بابو محمد الطاف صاحب کا داماد تھا۔ (اس کی بیوی ممتاز بیگم میری

گہری سہیلی تھی)۔اللہ تعالیٰ سب کے درجات بلند کرے اور ورثاء کا خود حامی و ناصر ہو۔

میرے ایک عزیز نے مجھے پیغام بھجوایا کہ میں تو ربوہ جا رہا ہوں، تم بھی چلو۔فیصلہ آسان نہ تھا۔ میں نے اپنے دِل کو ٹٹولا۔ جواب نفی میں تھا۔ اپنے اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گی۔لوگ کیا کہیں گے کہ احمدی جان کے خوف سے بھاگ گئے۔ میں نے سوچا کہ میں بھی چلی گئی تو یہاں کوئی احمدی نہیں رہے گا۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔اس لئے میں نے اپنا جواب بھجوا دیا کہ میں تو یہیں رہوں گی۔

لوگوں کے اشتعال میں شدت آرہی تھی۔گھر میں کام کاج کے لئے آنے والوں نے بھی حیرت انگیز طور پر آنکھیں پھیر لیں۔رات کو جلسہ سیرت النبی ﷺ کے نام سے جمع ہوتے اور شدید غیض وغضب میں نعرے بازی کرتے۔ ہمارے خاندان کے افراد کے نام لے لے کر گالیاں دیتے۔

اس طوفان حوادث میں گھری اپنی تنہا بندی کے لئے الٰہی حفاظت کا سامان دیکھئے۔بغیر میری کسی درخواست کے حکومت نے میری حفاظت کے لئے ایک تھانیدار اور بیس سپاہیوں (پولیس کے آدمیوں) کو متعین کر دیا۔صبح آٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک وہ ہمارے گھر کے باہر پہرہ دیتے۔بیس اکیس آدمیوں کو صبح چائے پانی پھر دوپہر کا کھانا اور شام کی چائے بھجوانے کے اہتمام میں از حد مصروف رہتی۔اکیلے پن کا احساس ہی نہ ہوتا۔رات کو تھک ہار کر گہری نیند سو جاتی۔ہاں جب گالیوں کا شور حد سے بڑھ جاتا تو نیند کھل جاتی۔مگر ڈر خوف نہیں تھا۔ دِل دعا کی طرف مائل رہتا اور سب احمدیوں کی خیر خیریت کے لئے دعائیں کرتی۔رات کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے الگ انتظام کر دیا۔ ہماری زمینوں کے ٹھیکیدار بہت وفادار ثابت ہوئے۔وہ رات کو تیس گھروں کے اردگرد چکر لگاتے تاکہ ہر قسم کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔ مجھے پیغام بھجوایا کہ بی بی کو کہہ دیں کہ کوئی فکر نہ کریں۔ جو کوئی بھی آئے گا ہم نمٹ لیں گے۔کیا یہ سب انسان کے کام تھے۔نہیں بلکہ میرا محافظ میرا خدا تھا اور ہے۔اُس نے اپنے قریب تر آ جانے کا احساس

اس طرح دلایا کہ جب میں مہمانوں کے کھانے کا بندوبست کرواتے ہوئے چلتی پھرتی تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بابرکت ذات میرے ساتھ چمٹی ہوئی ہے۔میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتی ہوں اس میں ذرّہ برابر مبالغہ نہیں ہے۔آج اتنے برسوں کے بعد جب یہ بات یاد آئی ہے تو وہ لذت عود کر آئی ہے۔اسے محسوس کر کے میری آنکھیں نم ہیں۔ثبات قدم بھی اس نے بخشا اور اپنے ہونے کا احساس بھی۔

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

گاؤں کی عورتیں یہ دیکھنے کے لئے آتیں کہ بی بی کا برا حال ہوگا۔مگر انہیں کیا علم تھا کہ بی بی کا سہارا خود خدا تعالیٰ ہے۔اُن کی باتوں میں خوف،طعنہ،طنز و مذاق ہوتا۔حوصلہ شکنی اور دلخراشی ہوتی۔مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ہمت وحوصلہ عطا فرمایا ہوا تھا۔

کم وبیش دس بارہ دن کے بعد چارسدہ کے ڈپٹی کمشنر صاحب ہمارے گھر آئے اور مجھے کہا کہ آپ ربوہ چلی جائیں۔میں نے کہا کہ مخالفت کی آگ تو پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔کتنے لوگ ربوہ جائیں گے۔میں یہاں سے موت سے بچ کر ربوہ جانے کا سوچوں۔موت مقدر ہے تو وہاں بھی آجائے گی۔موت سے فرار ہو کر کہاں جا سکتے ہیں۔انہوں نے دوسری تجویز یہ دی کہ اپنے چچا سسر حاجی صفدر خان کے گھر چلی جائیں۔میں نے جواب دیا کہ ان کا گھر یہاں سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے۔جو جلوس یہاں آئے گا وہ یہ خبر پا کر کہ میں چچا کے گھر گئی ہوں،وہاں آجائے گا۔اس طرح میری وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی۔میں ان کی تکلیف کا باعث نہیں بننا چاہتی۔تیسری تجویز یہ دی کہ اپنے بیٹے کے پاس کوئٹہ چلی جائیں۔کوئٹہ جانے میں یہ مسئلہ تھا کہ میرا بیٹا Mess میں رہتا تھا۔وہاں کسی کو ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔وہ شریف النفس آدمی تھے۔میری باتوں میں معقولیت دیکھ کر واپس چلے گئے۔جاتے جاتے باہر پولیس

والوں کو سمجھا کر گئے کہ یہ اکیلی عورت ہے۔ خاص خیال رکھنا۔ اگر کوئی مسئلہ ہوا تو انتظامیہ کی بہت بدنامی ہوگی۔

تھانیدار صاحب جو پہرے پر متعین تھے میری بہتری کے لئے فکرمند ہو گئے اور مجھے پیغام بجھوایا کہ: ''بی بی کلمہ پڑھ لیں، آپ کی جان چھوٹ جائے اور ہماری بھی۔'' میں نے کہلا بھیجا کہ میں تو روز کلمہ پڑھتی ہوں تم کون سے کلمہ کی بات کرتے ہو۔''

میں نے گاؤں میں بجلی لگوانے کے لئے درخواست دے رکھی تھی۔ ہمارے گاؤں سے دو میل کے فاصلہ پر بجلی کی لائن تھی۔ گاؤں تک لائن لانے کے لئے مجھے بہت دوڑ دھوپ کرنی پڑی تھی۔ کبھی پشاور جانا پڑتا، کبھی نوشہرہ جاتی۔ اُن دنوں مجھے محکمہ کی طرف سے ایک خط ملا کہ پشاور آ کر چیف انجینئر صاحب کو صورت حال سمجھائیں۔ میں نے ڈی سی صاحب کو درخواست لکھی کہ مجھے لازماً پشاور جانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ مقررہ تاریخ پر جائیں۔ میں چارسدہ سے آگے جہاں پشاور کا راستہ شروع ہوتا ہے، پہرہ لگوا دوں گا۔ جب میں سڑک پر آئی تو سڑک کے دونوں طرف دس دس قدم کے فاصلہ پر ایک سپاہی کھڑا تھا۔

کس زباں سے میں کروں شکر، کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

ایک دن میرے ہمسایہ سے جو میرے عزیز بھی تھے، نوکر نے گیٹ پر بلا کر یہ پیغام دیا کہ کل جمعہ ہے، جلوس نکلے گا اور آپ کی طرف آئے گا۔ آپ پچھلے دروازہ سے نکل کر گنے کے کھیتوں میں چھپ جانا۔ میں نے جواب دیا کہ میں گنے کے کھیتوں میں جانے کی بجائے گیٹ کھول کر کھڑی ہو جاؤں گی۔ وہ اگر مار سکتے ہیں تو مار دیں۔ وہ بیچارہ میرا ہمدرد میرا جواب سن کر واپس چلا گیا۔ ایک ہمارے گھر کا پلا بڑھا لڑکا جلسوں میں بڑا پیش پیش تھا۔ اُس نے ہمارے نوکر کو دھمکی دی کہ بی بی کی حفاظت سے ہاتھ اُٹھا لو ورنہ تمہاری چمڑی اُدھیڑ کر اس میں بھوسہ بھروا

دوں گا۔ میں نے اُس لڑکے کو بلوایا اور کہا کہ: ’’احمدیت میں نے قبول کی ہے۔ ہمت ہے تو میری چمڑی ادھیڑ کر اس میں بھوسہ بھر وادو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے عجیب رعب عطا فرما دیا تھا۔ میری ایک ایک بات ان کی بہادری کے دعووں اور اکڑفوں کو ختم کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ کے نوازنے کے اپنے انداز ہیں۔ میں اپنی ایک سہیلی مکرمہ شمیم شریف صاحبہ کا ذکر کرتی ہوں۔ ہماری صدر لجنہ اور پشاور یونی ورسٹی میں ہوم اکنامکس کی لیکچرار تھیں۔ سرکاری بنگلہ میں رہتی تھیں۔ جلوس نے ان کے گھر کا سارسامان باہر نکال کر آگ لگا دی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بہتر سامان دیا۔ امریکہ میں شادی ہوگئی۔ وہاں بھی خدمت دین میں مصروف ہیں۔

اندازاً 20 دن کے بعد ستمبر کی 7 تاریخ آ گئی جب ملک کے ارباب حل وعقد نے وہ فیصلہ کیا جو ہماری نہیں خود ان کی قسمت پر مہر ہو گیا۔ ممکنہ گڑبڑی کے خیال سے پہلے ہی ہماری چھت پر توپیں نصب کر دی گئیں۔ مجھے علم نہیں کہ کتنی توپیں تھیں۔ یہ خبریں مجھے مزارعوں سے ملتیں۔ فیصلہ آنے پر عوام کچھ ٹھنڈے ہو کر بیٹھے۔ کمشنر صاحب نے پولیس کی جگہ ملیشیا کے جوان پہرے پر متعین کر دئے۔ مجھے یہ فرق پڑا کہ یہ لوگ اپنا کھانا خود پکاتے تھے۔

حالات بہتر ہونے پر ربوہ گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ہشاش بشاش چہرہ دیکھا۔ ساری کوفت دور ہو گئی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہارے ایک عزیز سے تمہاری خیریت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے شافی کو چلنے کے لئے کہا تھا، مگر وہ بہت ضدی ہے، جگہ نہیں چھوڑی۔ حضورؒ کا شفیق چہرہ، دلنشین مسکراہٹ اور حوصلہ بڑھاتا ہوا بات کا انداز میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

(از: امۃ الشافی صاحبہ)

○

ایک دلآویز روحانی سفر

محترمہ نینسی حبیبہ جیلانی صاحبہ کا قبول احمدیت

میجر جنرل جیلانی کی اہلیہ محترمہ نینسی حبیبہ جیلانی صاحبہ پشاور میں اپنے خاندان کے ساتھ 1960ء کے عشرہ میں مقیم تھیں۔ آپ جماعت پشاور کی فعال ممبر تھیں اور باقاعدہ اپنا چندہ وغیرہ ادا کرتی تھیں۔ آپ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی کے ان کے ساتھ پشاور کے زمانہ سے دوستانہ مراسم ہیں۔ انہوں نے مسز جیلانی کو اپنے قبول احمدیت کے واقعات کو احاطۂ تحریر میں لانے کے لئے تحریک کی۔ انہوں نے اپنے قبول احمدیت کی داستان مختصر طور پر تحریر کی اور یہ احمدیہ گزٹ امریکہ اکتوبر 2007ء کے انگلش سیکشن میں شائع ہوئی تھی۔ اس ایمان افروز اور دلچسپ مضمون کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

(محمد اجمل شاہد)

میری تربیت ایک ایسے مسلم گھرانہ میں ہوئی جہاں نماز کا سیکھنا اور قرآن مجید کا عربی زبان میں تلاوت کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرا مذہب کے متعلق کچھ ذہنی الجھاؤ اس وقت شروع ہوا جب ہم پشاور میں قیام پذیر تھے۔ میں ابھی بچہ ہی تھی اور دوسری بہن سے بڑی تھی اس لئے فیملی میں تعلیم کے سیکھنے کے لئے تمام تر توجہ کا میں ہی مرکز تھی۔ میری ماں بہت ہی خوبصورت اور پیار کرنے والی اور سادہ طبیعت کی مالک تھی اور وہ ہمیں دن میں پانچ وقت نماز

پڑھنے کے لئے زور دیتی تھی کیونکہ یہ روحانی تربیت کے لئے بہت ضروری تھا۔ دوسری طرف میرے والد بہت تعلیم یافتہ اور روشن خیال انسان تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ وہ انگلینڈ میں پانچ سال قیام کے بعد واپس تشریف لائے تھے۔ اس عرصہ میں انہوں نے وہاں شعبہ ایگریکلچر میں ایم اے کی ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اور اسلامیہ کالج پشاور میں بطور پروفیسر کام کر رہے تھے۔ میں اپنے والد کے ساتھ بہت مانوس تھی اور نمازوں کی ادائیگی اور دیگر مذہبی امور کی ادائیگی کا تھوڑا بہت التزام کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

جب میں 13 سال کی ہوگئی تو میری والدہ میرے نماز نہ پڑھنے کا قدرے سختی کے ساتھ محاسبہ کرنے لگی اس موقع پر میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اس پر انہوں نے سیدھے اور واضح الفاظ میں مجھے بتا دیا کہ وہ درحقیقت دہریہ ہیں اور مذہب کو نہیں مانتے۔

ان کے اس جواب سے میں بہت پریشان ہوگئی۔ اس پر میرے والد نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ میں اس بارے میں خود کوئی فیصلہ کروں اور مجھے مشورہ دیا کہ دُنیا کے تمام بڑے مذاہب کا مطالعہ کروں اور اس کے بعد خود فیصلہ کروں کہ کونسا مذہب بہتر ہے۔ اس غرض کے لئے وہ میرے لئے یہودیت، عیسائیت، ہندوازم، بدھ ازم اور اسلام کے متعلق کافی کتب لے آئے۔ تقریباً ایک سال تک میں ان کا مطالعہ کرتی رہی۔

اسلام کے لئے رہنمائی

اس عرصہ میں مجھے ایک خواب آئی جس کے نتیجہ میں مجھے یہ فیصلہ کرنے کا موقع ملا کہ اسلام ہی تمام مذاہب سے بہترین اور سادہ مذہب ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا:

> ''میں کسی بڑے برتن میں کھانا پکا رہی ہوں اور اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پاس دو شخص کھڑے ہیں جو سبز لباس میں ملبوث ہیں مجھے یہ احساس ہوا کہ

یہ آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ یہ تو کافی عرصہ پہلے فوت ہو چکے ہیں اس لئے لازمی طور پر یہ ان کی روحیں ہوں گی۔ خواب میں میں ان سے ہٹ کر ایک طرف ہونا چاہتی ہوں مگر میں جہاں جاتی ہوں وہ میرے پیچھے آرہے تھے۔''

جب میں بیدار ہوئی تو میری یہ خواب مجھے اس قدر حقیقی لگی کہ مجھے اس خواب کے متعلق گمان کرنا مشکل تھا۔ صبح جب میں نے اس کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

''کیا تمہیں یاد ہے کہ جو اشخاص تم نے خواب میں دیکھے ان کا حلیہ کیسا تھا؟''

میں نے جواباً کہا:

''رسول کریم ﷺ لمبے قد کے اور دبلے پتلے تھے اور ان کے اگلے دانتوں میں خلا تھا۔ اور حضرت علیؓ چھوٹے قد کے مگر قدرے مضبوط تھے۔''

اس پر وہ جلدی سے ایک کتاب لے کر آئیں جس میں ان کے جسمانی حلیہ کا ذکر موجود تھا اور جیسے میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ اس کے مطابق تھا۔ چنانچہ میری والدہ بہت خوش ہوئیں کہ یہ خواب سچی ہے اور شیطانی نہیں ہے۔ اس طرح خاکسار کا موازنہ مذاہب کے متعلق مطالعہ اختتام پذیر ہوا۔ اور میں نے اسلام کو منتخب کرنے کا فیصلہ کیا۔ الحمدللہ۔ نمازوں کی ادائیگی کا باقاعدہ التزام کرتی تھی اور صرف اپنی کسی بیماری وغیرہ سے ہی چھوڑتی تھی۔

1942 میں جب میں راولپنڈی میں ایک کانوینٹ بورڈنگ سکول میں طالب علم تھی، میں نے ایک اور خواب دیکھی:

''میں نے دیکھا میں ایک ایسی مارکیٹ میں ہوں جہاں لوگوں کا جم غفیر ہے۔ میں نے وہاں ایک جگہ دروازہ کے اُوپر صدر انجمن احمدیہ کے الفاظ لکھے دیکھے۔ چنانچہ میں دروازہ سے داخل ہو کر اندر چلی گئی اور وہاں میں نے قرآن مجید کا ایک

نسخہ دیکھا۔ جسے میں نے پڑھنا شروع کیا اور اس وقت کسی شخص نے چاندی کا ایک روپیہ[1] میرے ہاتھ میں رکھ دیا۔''

جب میں بیدار ہوئی تو مجھے اس خواب کی کچھ سمجھ نہ آئی کیونکہ میں نے اس سے پہلے کبھی احمدیہ تحریک یا اور کسی تحریک کے متعلق سوچا بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں اپنی تعلیمی اور دیگر مصروفیات کی بنا پر اس خواب کے متعلق زیادہ توجہ نہ دے سکی۔ تاہم اس خواب کی یاد تازہ ہوگئی جب میں نے مری روڈ پر وہی سائن بورڈ دیکھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اس وقت چونکہ کافی دیر ہوگئی تھی اور ہمیں جلد ہوسٹل پہنچنا تھا اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اس کی تحقیق کسی آئندہ وقت میں کروں گی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ میں پھر اسے بھول گئی اور مجھے اس کی تحقیق کرنے کا خیال نہ آیا۔

دسمبر 1945 میں میں نے ایک اور خواب دیکھی میں نے دیکھا میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے ریلوے سٹیشن پر ہوں یہ سٹیشن ایک شیڈ کی طرح ہے۔ اور اس کی چھت لوہے کی چادروں سے بنی ہوئی ہے۔ اس وقت بہت رات گزر چکی ہے اور کوئی سواری دستیاب نہیں۔ جو ہمیں اپنی جگہ پر لے جائے۔ بالآخر ڈیڑھ دو بجے ہم ایک ٹانگہ کے ذریعہ اس گھر میں پہنچے جہاں ہمیں قیام کرنا تھا۔ وہاں میں دو لڑکیوں سے ملی جن میں سے چھوٹی بڑی معلوم ہوتی تھی اور بڑی چھوٹی لگتی تھی۔ اس موقع پر سین بدل گیا اور میں نے ایک پکا چبوترہ دیکھا۔ جہاں دو قبریں ایک ساتھ موجود ہیں۔ اور ان کے اُوپر کچی مٹی پڑی ہوئی ہے۔

[1] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب میں چاندی کا سکہ دیکھنے کی تعبیر کے متعلق فرمایا: ''خواب میں اگر کسی مسلمان کو چاندی دے تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اسے اسلام سے محبت ہے اور وہ مسلمان ہو جائے گا۔''
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 405)

احمدیت کے لئے واضح رہنمائی

ایک دن میں نے اپنی یہ خواب اپنے پہلے خاوند یونس جان سے بیان کی جو میں نے راولپنڈی میں اپنی تعلیم کے دوران دیکھی تھی چنانچہ میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں خود قادیان جا کر دیکھوں گی۔ چنانچہ یونس جان رضامند ہو گئے اور ان کے سالے عیسیٰ جان نے ہمارے لئے قادیان میں اپنے خسر مولوی عطاء اللہ صاحب کے گھر ٹھہرنے کا انتظام کیا۔ ہم بذریعہ ٹرین قادیان کے لئے روانہ ہوئے اور بٹالہ پہنچ گئے وہاں معلوم ہوا کہ ٹرین لیٹ ہے چنانچہ ہم قریباً 11 بجے رات سٹیشن پر پہنچے اور اس وقت سٹیشن پر کوئی ٹانگہ میسر نہ تھا جو ہمیں شہر لے جاتا تقریباً نصف شب کے قریب ایک قلی کو ہم پر رحم آ گیا اور وہ ایک اپنے دوست ٹانگہ والے کے پاس گیا اور اُسے راضی کیا کہ وہ ہمیں شہر میں لے جائے تقریباً رات کے ایک بجے ہم قادیان میں اس گھر تک پہنچ گئے اور دروازہ پر دستک دی دو لڑکیاں مبارکہ اور عطیہ دوڑتی ہوئی آئیں، تاکہ ہمیں خوش آمدید کہیں اور ہمیں اپنے کمروں تک لے جائیں۔ ان کے ایسا کرنے سے پہلے میں نے ان کو کہا کہ میں تمہارے متعلق اس بات کا اندازہ کرتی ہوں۔ مبارکہ تم بڑی ہو اور عطیہ تم چھوٹی ہو۔ وہ دونوں بہت حیران تھیں اور یہ جاننا چاہتی تھیں کہ کس نے ان کو بتایا ہے۔ اب میں وہ دو قبریں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس پر ان لڑکیوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کو ان دو قبروں تک لے جائیں گی۔ جو کنکریٹ چبوترہ پر موجود ہیں۔ اور وہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی ہیں۔ چنانچہ اگلے دن ہم بہشتی مقبرہ میں گئے اور وہاں میں نے وہی دو قبریں دیکھیں جو میں نے خواب میں دیکھیں تھیں اب میرے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ قادر مطلق خدا اپنے فضل سے میرے اس روحانی سفر کی آخری منزل تک لے آیا ہے۔ جو احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔

قادیان جانے کا میرا سفر اس وقت ہوا جب ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

موجود تھے۔آپ نے میرا استقبال نہایت خوش دلی سے فرمایا اور مجھے جماعت اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب مزید چند ماہ تک مطالعہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ٹھیک دو ماہ بعد میں بیعت کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اس موقع پر ایک مزید حیران کن امر کا انکشاف ہوا۔حضور نے مجھے بتایا کہ تمہارے دادا میاں فضل حق صاحب جماعت احمدیہ کے فدائی ممبر تھے اور ایک وقت میں صوبہ کے شمال مغربی حصہ کے امیر جماعت تھے۔آپ نے مزید فرمایا کہ میاں صاحب مرحوم کو قرآن مجید سے ایسے حوالہ جات معلوم کرنے کا انتہائی شوق تھا کہ جو موجودہ سائنسی تحقیقات کی تائید کرتے ہوں۔

یہ میری بد قسمتی تھی کہ مکرم میاں صاحب بہت سال پہلے جبکہ میں بچہ تھی،انتقال کر گئے تھے۔ میری والدہ اور میرے چچا نے مکرم میاں فضل حق صاحب مرحوم کے جماعت احمدیہ سے تعلق کے متعلق مجھے کبھی کچھ نہ بتایا۔اس بناء پر مجھے ان سے جماعت کے متعلق کسی قسم کی معلومات حاصل نہ تھیں یعنی قبول احمدیت کی سعادت ان کو محض خدا تعالیٰ کی رہنمائی سے حاصل ہوئی۔کسی خاندانی یا انسانی کوشش کا اس میں دخل نہ تھا۔

(احمدیہ گزٹ امریکہ۔اکتوبر 2007ء۔انگلش سیکشن۔اُردو ترجمہ از مؤلف)

مکرمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ

محترمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ اہلیہ محترم سردار گل زمان خان صاحب مرحوم کا آبائی وطن داتہ ضلع ہزارہ ہے۔ آپ حضرت حاجی احمد جی صاحبؓ صحابی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؓ وہ بزرگ ہیں کہ جن کے ذریعہ احمدیت کا نفوذ اس علاقہ میں ہوا۔

محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ کے والد صاحب اس علاقہ کے معروف احمدی مکرم ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب تھے اور آپ کے دادا خان مکرم محمد زمان خان صاحب تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بچوں کو وصیت کی کہ چونکہ امام مہدی کا ظہور اس علاقہ میں ہونے والا ہے، اس لئے جب بھی وہ امام پیدا ہو تو جلد اس کو قبول کریں۔ اس وجہ سے ان کے تینوں بیٹوں نے بشمول ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ پیدائشی احمدی ہیں اور جماعت کے ساتھ اخلاص و محبت اور فدائیت کا جذبہ رکھتی ہیں۔ امریکہ آنے سے قبل آپ اسلام آباد میں قیام پذیر تھیں۔ آپ اپنے حلقہ کی سیکرٹری مال اور بعد میں صدر رہیں۔ اب آج کل ڈیٹرائٹ امریکہ میں اپنے بیٹے مکرم عاصم زمان صاحب کے پاس مقیم ہیں۔ النور گزٹ۔ امریکہ میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں سردار اسد فرمان، سردار محمد زمان اور سردار عاصم زمان اور دو بیٹیوں فوزیہ خالد اور فرح محمود سے نوازا۔ آپ کے تمام بچے ماشاء اللہ جماعت اور خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق رکھتے ہیں۔

(صفیہ بیگم رعنا۔ مقیم ڈیٹرائیٹ، امریکہ)

بعض احمدیہ مساجد اور
جماعتوں کا ذکر

پراونشل انجمن احمدیہ صوبہ سرحد کا قیام انجمن کے اغراض ومقاصد

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے شوریٰ کے نظام کا ارشاد فرمایا ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص (الشوریٰ:39)

یعنی وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 1922 میں جماعت میں شوریٰ کا آغاز فرمایا اور ہر سال اس کے انعقاد کو ضروری قرار دیا۔ مرکزی شوریٰ کے بعد تمام جماعتوں اور ذیلی تنظیموں میں بھی اسے نافذ کرایا گیا۔ چنانچہ 22 اکتوبر 1927 میں صوبہ سرحد میں شوریٰ کا انعقاد مسجد احمدیہ پشاور میں ہوا۔ جس کی تفصیلی کاروائی احمدیہ گزٹ قادیان کی 11 دسمبر 1927 کی اشاعت میں شائع ہوئی۔

اس شوریٰ میں پراونشل صدر انجمن احمدیہ صوبہ سرحد کے قیام کا فیصلہ کیا گیا نیز اس کے اغراض ومقاصد اور دائرہ کار کی وضاحت کی گئی۔ چنانچہ ہم اس تاریخی شوریٰ کی کاروائی ذیل میں نقل کرتے ہیں:

''زیر صدارت جناب خان صاحب میاں فضل حق صاحب احمدی رئیس و جاگیردار سوڈھیری تحصیل مردان بہ موجودگی عہدیداران انجمن ہائے صوبہ و دیگر نمائندگان منجانب جماعت ہائے مضافات سرحد ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو مسجد احمدیہ پشاور میں حسب اعلان مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ جس میں مندرجہ ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

ا۔ اتفاق رائے قرار پایا کہ صوبہ سرحد کے اندر جماعت احمدیہ کے تبلیغی تمدنی، معاشرتی اور سیاسی نظام کے استحکام کے لئے ایک متحدہ انجمن بنائی جائے۔ جس کا نام پراونشل انجمن احمدیہ صوبہ سرحد ہو۔

۲۔انجمن کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہوں گے:

(۱) حفاظت اسلام اور تبلیغ احمدیت کے لئے صوبہ کے اندر ایک متحدہ طاقت پیدا کرنا۔

(۲) احمدیہ جماعتوں کے تمدن کی حفاظت اور ترقی کے لئے نگرانی کا انتظام کرنا۔

(۳) جماعت کے تعلقات جو حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کی نگہداشت کرنا۔

(۴) حفاظت اسلام کے نقطہ نگاہ سے جماعت کے تعلقات جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہیں ان کی نگہداشت کرنا۔

(۵) غیر مسلم اقوام سرحد کی رفتار کے لحاظ سے صوبہ کی تمدنی واقتصادی ترقی کی تدابیر کرنا۔

(۶) افراد جماعت احمدیہ پر معاندین سلسلہ کی طرف سے جو ناجائز حملے کسی نہ کسی رنگ میں ہوتے رہتے ہیں ان کا مناسب دفاع کرنا۔

(۷) صوبہ میں احمدی نقطہ نگاہ سے قیام امن کی تجاویز اور بہبودی ملک کے لئے خدمات پیش کرنا۔

(۸) سائمن کمیشن کی تحقیقاتی سرگرمیوں میں ان کے پراگرام کے مطابق جائز معاونت کرنا وغیرہ۔

اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پراونشل انجمن کے اراکین کا انتخاب ہر سال ہوا کرے گا اور سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل اراکین ہوں گے:

(۱) پریذیڈنٹ، مکرم میاں فضل حق صاحب رئیس وجاگیردار سوڈھیر مردان۔

(۲) وائس پریذیڈنٹ، ملک محمد اکرم خان صاحب بی اے موضع ڈب تحصیل چارسدہ۔

(۳) جائنٹ وائس پریذیڈنٹ، مکرم قاضی محمد شفیق صاحب ایم اے آنرز ایل ایل بی چارسدہ۔

(۴) جنرل سیکریڑی، مرزا شربت علی خان صاحب پنشنر پشاور۔

(۵) جائنٹ سیکرٹری جناب سرفراز خان صاحب، جنرل مرچنٹ بازار قصہ خوانی پشاور۔
(۶) محاسب، مکرم ارباب محمود جان صاحب۔ جاگیردار سفید ڈھیری پشاور۔

ان کے علاوہ ہر ایک جماعت کی طرف سے ایک ایک ممبر اسسٹنٹ سکرٹریان پراونشل انجمن نامزد کئے جائیں جو پراونشل کانفرس کے نمائندوں میں شامل ہوں گے۔اس کے لئے حسب ذیل ممبران منتخب ہوئے۔

(۱) مولوی عبدالحق صاحب احمدی اپیل نویس ایبٹ آباد ضلع ہزارہ۔
(۲) پیر محمد زمان شاہ صاحب بی اے ایل ایل بی مانسہرہ۔
(۳) میر جی پیر سرور شاہ صاحب رئیس داتہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ۔
(۴) سید مبارک شاہ صاحب احمدی مجسٹریٹ شیر گڈھ ڈاکخانہ آکرورزدگھی، ضلع ہزارہ۔
(۵) سید بہادر شاہ صاحب احمدی سکنہ گندف ڈاکخانہ کرپیلیاں اگرور ضلع ہزارہ۔
(۶) مولوی فضل کریم صاحب احمدی تاجر بالاکوٹ ڈاکخانہ خاص اگرور ضلع ہزارہ۔
(۷) صوفی رحمت اللہ صاحب احمدی مدرس دیبگران اگرور ضلع ہزارہ۔
(۸) جناب مولوی عبدالکریم صاحب احمدی سوداگر بازار قصاباں شہر بنوں ضلع بنوں۔
(۹) صاحبزادہ محمد طیب صاحب احمدی کوٹکا سرائے نورنگ ضلع بنوں۔
(۱۰) جناب مولوی صدرالدین صاحب احمدی جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ ضلع کوہاٹ۔
(۱۱) خانزادہ عبداللہ خان بانڈہ داؤدشاہ ڈاکخانہ خاص ضلع کوہاٹ۔
(۱۲) خان بہادر سعداللہ خان صاحب جاگیردار خوشحال گڑھ ڈاکخانہ خاص ضلع کوہاٹ۔
(۱۳) حکیم غلام حسین صاحب احمدی پارہ چنار کرم ایجنسی۔
(۱۴) فقیر محمد صاحب احمدی ٹیلر ماسٹر پارہ چنار کرم ایجنسی۔
(۱۵) مہر محمد خان صاحب احمدی عرائض نویس ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

(۱۶) شیخ محمد بخش صاحب ٹانک ضلع ڈیرہ اسمعیل خان۔

(۱۷) میاں احمد دین صاحب بوٹ مرچنٹ رزک ضلع ڈیرہ اسمعیل خان۔

(۱۸) جناب مولوی مسیح الدین صاحب پولیٹیکل سکول لنڈی کوتل خیبر ایجنسی۔

(۱۹) عبدالوہاب خان صاحب احمدی محصل چنگی جمرود خیبر ایجنسی۔

(۲۰) میاں رحیم بخش صاحب ٹیلر ماسٹر مالاکنڈ، مالاکنڈ ایجنسی۔

(۲۱) مرزا شریف اللہ خان صاحب احمدی عرائض نویس، بگٹ گنج تحصیل مردان۔

(۲۲) قاضی محمد عمر صاحب احمدی موضع ہوتی مردان۔

(۲۳) ملک محمود خان صاحب موضع معیار تحصیل مردان۔

(۲۴) لیفٹیننٹ تاج خان صاحب رئیس موضع اسماعیلہ ڈاکخانہ کالوخان تحصیل مردان۔

(۲۵) ملک عبدالمطلب صاحب احمدی موضع کوٹ جھونگڑہ تحصیل مردان۔

(۲۶) میاں شہاب الدین صاحب کا کاخیل بانڈہ جلالہ مردان۔

(۲۷) خان عبدالحمید خان صاحب رئیس موضع زیدہ تحصیل صوابی۔

(۲۸) جناب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب احمدی موضع ٹوپی تحصیل صوابی۔

(۲۹) صوبیدار خوشحال خان صاحب احمدی پنشنر موضع مینی تحصیل صوابی۔

(۳۰) میاں احزاب گل صاحب احمدی موضع ڈاکخانہ سرخ ڈھیری تحصیل صوابی۔

(۳۱) ملک عادل شاہ صاحب موضع ترنگزئی تحصیل چارسدہ۔

(۳۲) ملک الطاف خان صاحب احمدی موضع ترناب تحصیل چارسدہ۔

(۳۳) خطاب خان صاحب احمدی قلعہ شب قدر تحصیل چارسدہ۔

(۳۴) مرزا غلام حیدر خان صاحب احمدی بی اے ایل ایل بی چھاؤنی نوشہرہ ضلع نوشہرہ۔

(۳۵) قاضی محمد علی صاحب۔ موضع نوشہرہ کلاں تحصیل نوشہرہ۔

(۳۶) خان گل محمد خان صاحب احمدی بی اے ایل ایل بی چھاؤنی پشاور تحصیل پشاور۔
(۳۷) مرزا یوسف علی خان صاحب احمدی آفیسر زمنشی شہر پشاور تحصیل پشاور۔
(۳۸) ملک چراغ شاہ صاحب احمدی موضع اچینی، تھانہ برج ہری سنگھ تحصیل پشاور۔
(کل تعداد مع اراکین 440)

6۔ آئندہ جس اجلاس میں حسب ضابطہ اعلان و دعوت کے بعد اراکین مندرجہ تجاویز 4 و5 بالا میں سے کم سے کم 10 ممبر یعنی تہائی حصہ حاضر ہوں، اس اجلاس کی کاروائی باضابطہ سمجھی جائے گی۔

7۔ پراونشنل انجمن احمدیہ کے فرائض ضروریہ کی سرانجام دہی کے لئے فنڈ زباہم پہنچانے کی غرض سے افراد جماعت احمدیہ سے حسب استطاعت مبلغ ایک روپیہ یا چار آنہ یا ایک آنہ وصول کیا جاوے۔

8۔ اسسٹنٹ سیکرٹری صاحبان جو حسب تجویز نمبر 6 نامزد کئے گئے ہیں اپنے اپنے حلقہ کے معطیان چندہ کی فہرستیں تیار کر کے محاسب صاحب کے پاس بھیجیں گے اور تحصیل چندہ کا کام بھی انہی کی وساطت سے ہوگا۔

9۔ اس اجلاس کی تمام کاروائی برائے اصلاح و منظوری بخدمت اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارسال کی جاوے۔

10۔ بعد منظوری خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جملہ روئیداد اخبار الفضل و احمدیہ گزٹ قادیان میں شائع کی جاوے۔

دستخط (خان صاحب) میاں فضل حق احمدی صدر جلسہ
پریزیڈنٹ پراونشنل انجمن احمدیہ صوبہ سرحد پشاور۔ مورخہ 22 اکتوبر 1928ء

○

جامع مسجد احمدیہ سول کوارٹرز کی تعمیر اور تکمیل

دلچسپ اور ایمان افروز داستان

اکناف عالم میں اور خاص طور پر پاکستان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر ہونے والی اکثر مساجد ایک ایمان افروز پس منظر کی حامل ہیں۔ معاندین ہمیشہ ان مساجد کے پلان کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں اور ان کی تعمیر کے دوران ہر ممکن رکاوٹیں کھڑی کرنے کے منصوبے بناتے رہے ہیں۔ ان حالات میں ایسی مساجد کی تعمیر کسی معجزہ سے کم نہیں۔ ان مساجد کی تکمیل افراد جماعت کی مسلسل دعاؤں اور مخلصانہ کوششوں سے معرض وجود میں آئی۔

اس قسم کی صورتحال جماعت احمدیہ پشاور کی جامع مسجد سول کوارٹر کو درپیش رہی۔ اس مسجد کی تعمیر کی ابتداء اور تکمیل واقعی ایک معجزہ سے کم نہیں۔ جماعت پشاور کے معروف بزرگ مکرم مولوی عبدالسلام خان صاحب ابن مکرم حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب نے اپنی آپ بیتی میں اسے قلمبند کیا ہے۔ اس دلچسپ اور ایمان افروز تفصیل کو ہم احباب کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ضمنی طور پر مکرم خان صاحب نے پشاور شہر میں جماعت کی مسجد کی تعمیر نو کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ خدا تعالیٰ ان مساجد کی تعمیر میں حصہ لینے والے تمام افراد جماعت کو اپنے بے پایاں افضال و برکات سے نوازے۔

مسجد احمدیہ سول کوارٹرز کی بنیاد

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے ہی مسجد سول کوارٹرز کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی اور ایک لمبی دعا فرمائی۔ تعمیر مسجد سوال کوارٹرز بھی ایک معجزہ ہے۔

سول کوارٹرز میں ایک کھلی جگہ پر غیر احمدی قناتیں لگا کر نمازیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعد میں ان کو خیال آیا کہ قناتوں کی جگہ ایک مستقل مسجد ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے P.W.D کی اجازت ضروری تھی۔ کیونکہ سول کوارٹرز گورنمنٹ پراپرٹی تھی جو P.W.D کی تحویل میں تھی۔ سول کوارٹرز کے ہندوؤں کو جب علم ہوا کہ مسلمان مسجد کے لئے P.W.D کی زمین کے لئے درخواست دے رہے ہیں تو انہوں نے بھی درخواست دے دی کہ ہم ہندو آبادی کو بھی کوئی قطعہ دھرمشالہ بنانے کے لئے دیا جائے۔

جب یہ دونوں درخواستیں منسٹر اجیت سنگھ صاحب کے پاس پہنچیں جو کہ ایک سکھ تھے، تو انہوں نے ریمارک دیا کہ سکھ ایک علیحدہ مذہب ہے، سکھوں کو بھی زمین برائے گوردوارہ مہیا کی جائے۔ یہ مثل جب واپس چیف انجینئر P.W.D کے پاس آئی تو ان دنوں دفتر چیف انجینئر میں خان محمد خواص خان صاحب بطور اسسٹنٹ سیکرٹری کے کام کرتے تھے۔ انہوں نے فائل پر لکھ دیا کہ احمدی ایک علیحدہ فرقہ ہے ان کی علیحدہ مساجد ہیں۔ غیر احمدی ان کو اپنی مسجدوں میں نمازیں پڑھنے نہیں دیتے۔ اس لئے احمدیوں کے لئے علیحدہ زمین کی گنجائش کی جائے۔ البتہ احمدیوں کی طرف سے یہ گذارش ہے کہ ہم کو مفت زمین نہ دی جائے بلکہ قیمتاً دی جائے۔ چیف انجینئر مسٹر ہنس ورتھ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا۔

احمدیوں کو کہا گیا کہ وہ اپنے لئے موزوں زمین پسند کر لیں۔ سول کوارٹرز کے جنوبی جانب ایک ڈھیری تھی۔ چونکہ اس کا رقبہ زیادہ تھا اس لئے احمدیوں نے لکھا کہ ہمیں یہ ڈھیری فراہم کی جائے۔ اس قطعہ کا رقبہ ڈیڑھ کنال ہے۔

محکمہ P.W.D نے ایک اشتہار حسب قواعد شائع کیا کہ یہ زمین احمدیوں کو مسجد بنانے کے لئے سرکار دینا چاہتی ہے۔ جس کسی کو اعتراض ہو وہ اپنا اعتراض پیش کرے۔ اس پر غیر احمدیوں نے اعتراض کیا کہ اس ڈھیری سے ملحق مسلمانوں کا قبرستان ہے احمدی اذان دیں گے جس سے

ہمارے مردوں کو تکلیف ہوگی، اس لئے یہ مسجد یہاں پر بننے نہ دی جائے۔حکومت نے یہ مسئلہ ایڈوکیٹ جنرل کورائے کے لئے بھیجا۔ایڈوکیٹ جنرل ملک خدابخش صاحب تھے۔انہوں نے ریمارک دیا کہ قبرستان میں مردے کچھ نہیں سن سکتے۔دوسرا یہ کہ میں نے احمدیوں کی اذان کوخود ایک احمدی کو بلا کراس سے سنا ہے ان کی اذان اور مسلمانوں کی اذان میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کی آواز ہے۔یہ اعتراض فضول ہے۔

اس عرصہ میں محکمہ P.W.D نے دوسرا Notification جاری کر کے یہ زمین احمدیہ جماعت کے حوالے کر دی۔ایک عرصہ تک یہ زمین ایسے ہی پڑی رہی۔کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس ڈھیری پر کیسے عمارت تعمیر کی جائے۔

پاکستان بننے کے بعد مرزا عبدالمجید صاحب D.S.P ریٹائر ہوئے۔وہ دراصل اوورسئر پاس تھے مگر P.W.D میں رشوت کی وجہ سے وہ ملازمت چھوڑ کر پولیس میں بطور کلرک ملازم ہوئے اور بعد میں ریگولر پولیس میں آکر بطور D.S.P ریٹائر ہوئے۔تمام عمر مرزا صاحب موصوف تھانوں کی بجائے دفتروں میں کام کرتے رہے۔وہ I.G کے دفتر میں D.S.P تھے اور ان کو اس D.S.P پر بڑا اعتماد تھا۔

تعمیر مسجد

مرزا صاحب جب ریٹائر ہوئے تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ اس ڈھیری پر ہمیں ایک مسجد بنادیں۔پاکستان بننے کے بعد سکھ اور ہندو چلے گئے تھے سکھوں کا گوردوارہ خالی پڑا تھا۔ہم میں سے بعض احمدیوں کا یہ خیال ہوا کیوں نہ اس گوردوارہ پر قبضہ کیا جائے۔مگر میرے والد صاحب حضرت مولوی محمد الیاس صاحب مرحوم نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی اور فرمایا۔ہماری اپنی مسجد ہونی چاہئے۔

مرزا صاحب فرمانے لگے مسجد تو میں بنادوں گا مگر پہلے میرے ہاتھ میں 500 روپے

رکھیں۔ ہمارے پاس 500 روپے تھے۔ مکرم برگیڈیر ضیاء الحسن صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیں گے۔ ان دنوں ضیاء الحسن صاحب فوج میں میجر تھے ان سے جب مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے دو ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ باقی بندوبست میں کر دوں گا۔

جب مرزا صاحب نے بلڈوزر منگوا کر اس زمین کو ہموار کرنے کی بات کی تو غیر احمدیوں نے بڑا شور کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم احمدیوں کی مسجد نہیں بننے دیں گے اور ساتھ ہی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ احمدی غیر مسلم ہیں، ان کی موجودگی میں ہمارے مردوں کو تکلیف ہوگی۔ مجسٹریٹ قلندر خان صاحب تھے۔ جب شورش نے زور پکڑا تو چیف سیکرٹری مسٹر احمد نے چیف انجینئر کو ایک خط لکھا جس میں لکھا کہ رپورٹ ملی ہے کہ احمدی سرکاری کالونی میں مسجد بنا رہے ہیں۔ جس سے بہت بڑا فتنہ اٹھنے کی توقع ہے۔ لہٰذا اس مسجد کی تعمیر کو حکماً روک دیا جائے۔ مسجد کی تعمیر کے لئے پیش از P.W.D سے نقشہ منظور کرا لیا گیا تھا۔

اس خط کے ملنے پر مسٹر ہنس ورتھ چیف انجینئر نے خان خواص خان صاحب سے دریافت کیا کہ مسجد کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا ابھی تعمیر کی ابتدا ہے۔ چیف انجینئر نے کہا کہ مسجد کو جلد تعمیر کر لو اس پر احمدیوں نے یکدم چندہ جمع کر کے کوئی تیس ہزار کے قریب رقم جمع کی اور مکرم مولانا راجیکی صاحب ؓ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ پھر محترم قاضی محمد یوسف صاحب ؓ نے دوسری اینٹ رکھی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی۔ علاقہ کا تھانیدار خان خواص خان صاحب کا دوست تھا۔ انہوں نے چند نفری بھیج دی جو کہ پہرہ دیتے تھے تا کہ کوئی شرارت نہ کرے مسٹر قلندر خان ہر پیشی پر ہمارے وکیل مرزا غلام حیدر خان سے علیحدہ پوچھتے کہ مسجد کی تعمیر میں کتنی دیر ہے اور اگلی پیشی دے دیتے۔

مسجد کا ایک کمرہ ایک ماہ میں بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہوا۔ خدام اور دیگر احباب نے بطور وقار عمل اس میں خوب کام کیا۔

خاکسار مرزا عبدالمجید صاحب کے ساتھ بطور معاون کام کرتا رہا۔ تمام اکاؤنٹ کا حساب رکھتا اور مزدوروں پر بطور نگران بھی کام کرتا رہا۔

جب مسجد مکمل ہوگئی تو خواص خان صاحب نے چیف انجینئر کو اطلاع دی کہ مسجد مکمل ہوگئی ہے۔ اب چیف انجینئر نے چیف سیکرٹری کو اس کے خط کا جواب دیا کہ مسجد مکمل ہو چکی ہے۔ اس کی تعمیر کے بند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ زمین گورنمنٹ نے احمدیوں کو خرید کر دی ہے اور احمدیوں نے P.W.D سے باقاعدہ اس کا نقشہ منظور کرایا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ خط آپ نے غلط دفتر کو لکھا ہے۔ تعمیر کو مسمار کرنا یا اس کی تعمیر کو روکنا پولیس کا کام ہے اس لئے اگر مسجد کو مسمار کرنا ہے تو بذریعہ پولیس کریں۔

اِدھر خان قلندر خان کو بتلایا گیا کہ مسجد مکمل ہوگئی ہے۔ انہوں نے مقدمہ میں ایک تاریخ دی اور چونکہ حسن اتفاق سے مخالف فریق حاضر نہیں تھے۔ مقدمہ خارج کر دیا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک عظیم الشان مسجد ایک اونچی پہاڑی پر دی۔ مسجد میں بجلی کی فٹنگ شیخ مظفر الدین صاحب نے کی اور لاؤڈ سپیکر اور Amplifier بطور عطیہ دیا۔ دو سال بعد ان کی بیگم محترمہ وفات پا گئیں تو شیخ صاحب موصوف نے ان کی یاد میں ایک اور کمرہ عورتوں کے لئے تعمیر کرایا۔ چند سالوں بعد حضرت قاضی صاحبؓ نے تیسرا کمرہ بھی بنا دیا اور ساتھ ہی دو کوارٹرز بھی بنا دیئے تاکہ مربی صاحبان وہاں پر رہ سکیں۔ اس طرح سے اب مسجد میں تین وسیع کمرے وسیع صحن اور دو مربیان کے لئے مکان ہیں۔

اب مکرم ارشاد احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ نے اس مسجد میں بہترین غسل خانے وغیرہ بنوا کر اور مسجد کا فرش چپس کروا کر اور بھی خوبصورت کر دیا ہے۔ یہ مسجد پشاور میں احمدیوں کی جامع مسجد ہے۔

اس کے علاوہ ایک مسجد اور بھی ہے جو محلہ جہانگیر پورہ پشاور شہر میں ہے۔ یہ مسجد مختصر ہے اور

یہ ابتدائی احمدیوں کے لئے کافی تھی۔ یہ مسجد اس محلہ میں ہے جہاں پر مولوی غلام حسن خان نیازی کا مکان ہے اور غیر مبائعین کی مسجد بھی ہے۔ یہ شہر والی مسجد جناب قاضی محمد یوسف صاحبؓ نے ایک غیر مسلم کا گھر خرید کر بنائی ہے اور حضرت راجیکی صاحبؓ ایک عرصہ تک اس مسجد کے ایک مکان میں رہتے تھے۔

یہ مسجد پرانے زمانہ کی وجہ سے بوسیدہ ہوگئی تھی۔ خستہ حالت میں تھی۔ مگر کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اس مسجد کی تعمیر نو کریں۔ اتنے میں محکمہ میونسپلٹی نے نوٹس دیا کہ مسجد کی عمارت جو دو منزلہ ہے۔ ہم اس کو مسمار کر رہے ہیں تا کہ گرنے سے محلہ والوں کا نقصان نہ ہو۔

اس زمانہ میں برادر عبدالقدوس خان امیر جماعت تھے۔ انہوں نے احباب سے اس مسجد کی تعمیر کے لئے درخواست چندہ کی اور مرکز سے بھی درخواست کی۔ مرکز نے پچاس ہزار روپیہ عنایت کیا۔ مرزا مقصود احمد چیف انجینئر P.W.D نے نقشہ تعمیر کیا۔ مسجد کو تھوڑا تھوڑا کر کے گراتے جاتے اور اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی جاتی۔ ایک سال کے اندر تین لاکھ روپیہ سے یہ مسجد بمعہ مکان مربی و مہمان خانہ بہت پختہ تعمیر ہوگئی۔ الحمدللہ۔ اس مسجد کے ماتھے پر کلمہ طیبہ سیمنٹ سے کندہ کیا گیا تھا جو پولیس نے حکومت کے آرڈر سے ہتھوڑوں سے کوٹ کوٹ کر مسمار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(از: مکرم عبدالسلام خان صاحب مرحوم)

○

مسجد احمدیہ مردان کی لوٹ مار اور توڑ پھوڑ

اور ظلم اور دھاندلی پر مبنی مضحکہ خیز مقدمہ

مسجد احمدیہ بگٹ گنج مردان کے متعلق ہم مختصر طور پر جلد اول میں مکرم مولوی آدم خان صاحب کے حالات زندگی میں ضمنی طور پر ذکر کر آئے ہیں کہ کس طرح مقامی پولیس کی ملی بھگت سے ۱۹۸۶ء میں عید الاضحیٰ کے دن مسجد کو مخالفین جماعت نے مسمار کیا اور مسجد کے تمام ساز و سامان کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ مسجد میں جماعت کی لائبریری جس میں کئی درجن قرآن مجید کے نسخے موجود تھے ان کو چیر پھاڑ کر کے جلا دیا یا ضائع کر دیا۔

عجیب امر یہ ہے کہ ساری کارروائی مقامی پولیس کے مکمل تعاون سے ہوئی۔ پولیس جو شہریوں کے مال و جان کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، اس نے حفاظت کا یہ فرض جس عجیب رنگ میں سرانجام دیا اس کی مثال شاید ہی دنیا کے کسی ملک میں مل سکے۔ ہوا یوں کہ یہ عید الاضحیٰ کا دن تھا۔ عید کی نماز کے بعد پولیس احمدیہ مسجد مردان میں کافی تعداد میں پہنچ گئی اور تمام حاضرین کو مجبور کیا کہ وہ ان کے ساتھ پولیس سٹیشن چلیں کیونکہ یہاں ان کی جانوں کا خطرہ ہے۔ جب مسجد خالی کروالی گئی تو مخالفین کو کھلی چھٹی دیدی گئی کہ وہ مسجد کو مسمار کریں اور تمام سامان کو لوٹ کر اپنے گھروں میں لے جائیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو احمدیوں کو پولیس سٹیشن سے اپنے گھروں میں جانے کی اجازت دی گئی۔

شہریوں کی حفاظت کا اس سے بڑھ کر کیا انوکھا طریق ہوسکتا ہے؟ پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ اس وقعہ کے چند ماہ بعد لاہور سے سیاحت کے لئے جانے والے دو خاندان جب اس مسجد کی

''حالت زار'' دیکھنے کے لئے وہاں گئے تو ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ پولیس کی کارکردگی کا مزید شاہکار ہے۔ اس کی تفصیل مکرم محمود احمد ملک ابن مکرم عبدالجلیل عشرت صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

''۲۳؍اگست ۱۹۸۶ء کو سوات سے واپسی پر ہم دونوں فیملیز اور ہمارے والدین بگٹ گنج مردان پہنچے۔ یہ ایک گنجان آباد علاقہ ہے اور گلیاں اور سڑکیں تنگ ہیں۔ گاڑیاں ہم نے نسبتاً کھلے علاقہ میں ڈرائیور کے پاس کھڑی کیں۔ ہم مرد مسجد کی جگہ پر پہنچے اور مسمار شدہ مسجد کے ملبے کو دیکھ کر دل خون کے آنسوں رویا۔

اس عرصہ میں گاڑیوں میں برقع پوش خواتین کو دیکھ کر ایک ہجوم ہمارے گرد اکٹھا ہوگیا۔ وہ لوگ ''قادیانی قادیانی'' کہتے تھے۔ وہ ہمیں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر واقعہ بگٹ گنج میں لے جانا چاہتے تھے۔ ہم نے انکار کیا تو وہ ہمیں ہجوم کی صورت میں پولیس سٹیشن تھانہ اے ڈویژن لے گئے۔ ہم مرد تو اندر پولیس سٹیشن کی بلڈنگ میں متعلقہ عملہ کے پاس چلے گئے اور عورتیں اور بچے باہر کاروں میں پولیس سٹیشن کے کھلے احاطے میں بیٹھ رہے۔

پولیس سٹیشن میں ایک کمرے میں چارپائیوں پر ہم اور ہمارے سامنے اس ہجوم کے کچھ لوگ اور پولیس کے اہلکار بیٹھ گئے۔ ان کا الزام تھا کہ ہم مسمار شدہ مسجد کی تصویریں کھینچنا چاہتے تھے تاکہ وہ تصویریں بیرون ملک بھیجی جائیں اور ملک بدنام ہو۔ ہم نے کہا کہ اول تو ہمارا یہاں آنے کا یہ مقصد نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے مسجد شہید کر کے اپنے نزدیک ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اور اسلام اور انسانیت کی خدمت کی ہے ایسے سنہری کارناموں کی تصاویر اگر بیرون ملک جائیں تو اس سے تو آپ کی عزت اور وقار میں اضافہ ہونا چاہئے۔ اس میں گھبرانے کی کیا

بات ہے۔اس کے علاوہ جماعت کے عقائد کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

اس بحث و تمحیص کے دوران انہیں مقدمہ درج کرنے کے لئے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔البتہ ایک مولوی محمد یونس (جس کا تعلق غالباً مجلس تحفظ ختم نبوت سے تھا) اور اس کے ساتھیوں نے میرے ابا جان عبدالجلیل عشرت مرحوم (جن کی عمر اس وقت ۷۲ سال کے قریب تھی) کی انگلی میں الیس اللہ بکاف عبدہ والی انگوٹھی دیکھی اور کہا کہ یہ انگوٹھی پہننا ایک قادیانی کے لئے خلاف قانون ہے۔ یہ انگوٹھی پہن کر ہمارے والد صاحب مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔کیونکہ یہ قرآنی آیت ہے۔ اس پر پولیس سٹیشن کے عملہ نے ہمارے ابا جان کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 'سی 298' کے تحت ایف آئی آر کاٹی۔انگوٹھی تنگ تھی اور ایک لمبا عرصہ سے ابا جان کی انگلی میں تھی۔اترتی نہ تھی۔ایک آری منگوا کر اسے کاٹا گیا اور یہ انگوٹھی پولیس نے اپنے قبضہ میں کر لی۔ابا جان مرحوم کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا گیا۔''

یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ مکرم عبدالجلیل عشرت حکومت پاکستان کے باعزت اہلکار اور ملک کے نامور ادیب مولانا عبدالمجید سالک صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔اس معمر شخص کو محض مسجد احمدیہ مردان کے مسمار شدہ ملبہ کو دیکھنے کے ''جرم'' کی بناء پر ایک ملاں اور بعض مخالفین کو خوش کرنے کے لئے پولیس نے مقدمہ درج کر دیا۔ جب ملک میں عدل و انصاف کی یہ حالت ہو اور پرامن شہریوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک ہو وہ ملک کیسے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے؟ اس وقت ملک میں دہشت گردی اور قتل و غارت کا جو بازار گرم ہے اور سارا ملک اس کے خلاف سراپا احتجاج بنا ہوا ہے یہ ایسی ظالمانہ کاروائیوں کا ہی طبعی نتیجہ ہے۔

○

ایبٹ آباد میں جماعت کا قیام

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے ۷۵ میل دور پاکستان کی سب سے بڑی فوجی تربیت گاہ ’’کاکول اکیڈمی‘‘ کے قریب ہی ایک نہایت خوبصورت اور اور پرفضا وادی ایبٹ آباد ہے جسے ۱۸۴۷ء میں سکھوں کے ہزارہ پر اقتدار کے خاتمہ کے بعد اس علاقہ کے ڈپٹی کمشنر میجر جیمز ایبٹ نے آباد کیا تھا۔ اس لئے اس کے نام پر ہی اس شہر کا نام رکھ دیا گیا۔

ایبٹ آباد میں احمدیت کی بنیاد ۱۹۰۱ء میں حضرت شیخ نور احمد صاحب وکیل نے رکھی۔ آپ دھرمکوٹ ضلع گورداسپور سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔ پھر ٹیلر ماسٹر مکرم رحمت اللہ صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب احمدی ہونے سے قبل ایبٹ آباد کی جامع مسجد کے امام بھی رہے۔ آہستہ آہستہ متعدد لوگ حلقہ بگوش احمدی ہوئے نیز پرفضا مقام ہونے کی وجہ سے کئی احمدی خاندان یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ جماعت کے بڑھنے کے ساتھ جماعت نے مسجد بھی تعمیر کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ چند سال تک گرمیوں کے ایام میں یہاں قیام کرتے رہے۔ جماعت کی ترقی کے ساتھ مخالفت بھی بڑھتی چلی گئی۔ کئی افراد کو یہاں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اور ۱۹۷۴ء میں مسجد احمدیہ ایبٹ آباد کو پہلی بار سیل کر دیا گیا۔

○

کوہاٹ

کوہاٹ کا شہر صوبہ کی ایک اہم چھاؤنی ہے۔اس شہر میں ایک چھوٹی جماعت قائم تھی۔شہر کے گیٹ کے قریب ہی جماعت کی مسجد تھی۔جو خان بہادر محمد علی خانصاحب آف ظہور بانڈہ نے تعمیر کروائی تھی۔

کوہاٹ بوجہ مرکزی جگہ ہونے کے اردگرد کی بہت سی چھوٹی جماعتوں پاڑا چنار، سرائے نورنگ، اورظہور بانڈہ کے افراد کا مرجع تھی۔شہر کے اندر حکیم عبدالرحیم وزیری صاحب کا مطب خانہ تھا۔ جسے وہ خود اوران کے بیٹے مرحوم جناب احمد وزیری چلاتے تھے۔

اس جماعت کی اصل رونق ملٹری اورایئر فورس کے ملازمین سے قائم تھی۔ یہ سب احباب جمعہ کے دن مسجد میں نماز کے لئے آتے۔اتوار کے دن جماعت کی تعلیم وتربیت کے پروگرام میں حصہ لیتے۔ جماعت کی طرف سے بعض مبلغین کا وقتاً فوقتاً تقرر ہوتا رہا۔جو زیادہ تر بانڈہ میں قیام کرتے اوراس تمام علاقہ کی تبلیغی اورتربیتی امور کی نگرانی کرتے۔

حکیم عبدالرحیم مرحوم قیام پاکستان کے بعد قادیان سے کوہاٹ آئے تھے۔آپ نہایت ہی مخلص احمدی تھے اور جماعت کوہاٹ کے صدر رہے۔آپ کی وفات 1973 میں ہوئی 1974ء کے فسادات میں مسجد کو مقفل کر دیا گیا۔ جماعت کی موجودہ حالت کو دیکھ کر یہی دعا دل سے نکلتی ہے جو خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے دِل سے یروشلم کی تباہی کو دیکھ کر نکلی:

قَالَ اَنّٰی یُحْیِ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا۔

اس نے کہا اللہ اس کی موت کے بعد اسے کیسے زندہ کرے گا۔ (البقرہ:260)

چنانچہ اپنے وقت پر یروشلم کی آبادی کے سامان پیدا ہوئے۔الٰہی جماعتوں پر نشیب وفراز کے ادوار آتے رہتے ہیں۔خدا تعالیٰ اس جماعت کے احیاءِ نو کے سامان ضرور پیدا فرمائے گا۔

داتہ ۔ چھوٹا ربوہ

مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے درمیان ایک اُونچے پہاڑی علاقہ میں پرفضا مقام پر داتہ کا گاؤں آباد ہے۔ یہاں پر احمدیت کا تعارف حضرت حاجی احمد جی صاحب کے ذریعہ 1906 میں ہوا۔ آپ حج کی سعادت کے بعد جب واپس اپنے گھر جاتے ہوئے پنجاب سے گزر رہے تھے تو ایک کشفی حالت میں ان کو قادیان جانے کا اشارہ ملا۔ اس بناء پر آپ قادیان گئے اور احمدیت کی قبولیت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ جب اپنے علاقہ میں پہنچے تو بوجہ حاجی ہونے کے تمام لوگوں نے آپ کا استقبال کیا لیکن جب ان کو آپ کے احمدی ہونے کا علم ہوا تو مخالفت شروع ہو گئی ۔لیکن آپ کے ذریعہ کئی سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔ آہستہ آہستہ داتہ میں جماعت اسقدر ترقی کر گئی کہ لوگ اسے چھوٹا ربوہ کے نام سے موسوم کرتے۔

مکرم حاجی صاحب کی ۱۹۳۶ء میں وفات کے بعد ان کے بیٹے بابو رحمت اللہ صاحب جو محکمہ جنگلات میں رینج افیسر تھے۔ صدر بنے۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح نہایت مخلص احمدی تھے۔ جلسہ سالانہ ہر سال باقاعدگی سے شمولیت فرماتے۔ آپ کی وفات ۸/جولائی ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔

بابو رحمت اللہ صاحب چونکہ رینج افسر تھے اس لئے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اکثر داتہ سے باہر ہوتے۔ ان کی عدم موجودگی میں مکرم حاجی احمد جی صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے بابو عبد اللطیف صاحب بطور نائب صدر فرائض سرانجام دیتے۔ ان کی وفات 1956ء میں ہوئی۔ بابو صاحب کی وفات کے بعد مکرم حاجی احمد جی صاحب کے بڑے بیٹے مکرم فضل دین صاحب کے بڑے بیٹے صوبیدار عبدالرحیم صاحب 1963ء سے 1994ء تک جماعت داتہ کے صدر رہے۔

مکرم حاجی صاحب کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے بہت سے افراد کو قبولیت احمدیت کی توفیق عطا

فرمائی جن میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔حبیب اللہ شاہ صاحب۔آپ مکرم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری کے خسر تھے۔

ان کے بیٹوں کو خدا تعالیٰ نے جماعت کی بہت خدمت کی توفیق دی۔ان کے بڑے بیٹے پیرزمان شاہ صاحب مانسہرہ جماعت کے صدر رہے۔ان کے ایک بھائی احمد زمان خان صاحب حاجی صاحب کے بڑے بیٹے مکرم فضل الدین صاحب کے داماد تھے اور آپ کے تیسرے بیٹے سید شاہ محمد صاحب تھے جن کو بفضلہٖ تعالیٰ انڈونیشیا میں بطور مبلغ غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی اور وہیں فوت ہوئے۔

۲۔گل حسن بابا صاحب: جن کے بیٹے مکرم احمد حسن صاحب رجسٹرار پشاور یونیورسٹی تھے۔

۳۔مولوی علی بہادر صاحب

۴۔عبداللہ مرزائی صاحب،بعد میں آپ کی شادی مکرم حاجی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

۵۔سید احمد صاحب

۶۔مولوی عبدالغنی صاحب،والد مکرم عبدالسبوح صاحب وکیل ایبٹ آباد

۷۔منشی محمد اکرم صاحب

۸۔بالاکوٹ جماعت کے قلیچ خان صاحب جن کے داماد محمد زمان خان شہید کر دیئے گئے۔

خدا تعالیٰ نے مکرم حاجی صاحب کو تین بیٹوں کے علاوہ چار بیٹیوں سے نوازا۔ان سب کی شادیاں مخلص احمدی افراد سے ہوئی۔ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

۱۔سردار صفدر علی صاحب ولد سردار گُل زمان صاحب،آپ اپنے علاقہ ترنوائی ہذیرہ کے لینڈ لارڈ تھے۔

۲۔عبداللہ مرزائی صاحب۔ ۳۔محمد عبداللہ صاحب۔

۴۔ڈاکٹر عبدالقادر خان صاحب ولد مکرمہ صفیہ بیگم رعنا صاحبہ۔آپ علاقہ باغیچہ کے لینڈ لارڈ تھے۔ (از:مکرم سردار امجد زمان صاحب۔امریکہ)

پھگلہ

ضلع ہزارہ کا تمام علاقہ قدرتی مناظر، پھلوں اور پھولوں کی خوبصورت دلآویز وادیوں سے مالا مال ہے۔ ان خوبصورت مقامات میں سے ایک نہایت ہی عمدہ مقام پھگلہ ہے جو اسمِ بامسمیٰ ہے یعنی پھولوں کی وادی۔ یہ مقام مانسہرہ سے بالاکوٹ جاتے ہوئے راستہ میں ایک طرف واقع ہے۔ موضع پھگلہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 1956ء میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے ایبٹ آباد اور اس علاقہ کے دورہ کے دوران پھگلہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہاں آپ کا جماعت کی طرف سے والہانہ انداز میں استقبال کیا گیا۔ اپنے چند گھنٹوں کے قیام میں آپ نے ایک پارٹی میں شرکت فرمائی جس میں علاقہ کے عمائدین کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ حضورؓ نے اس علاقہ کے قدرتی مناظر دیکھ کر فرمایا کہ اس سے کشمیر میں کلو کی وادی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ بننے سے قبل جب آپ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے تو سید لقمان شاہ صاحب ابن سید عبدالرحیم شاہ صاحب کی دعوت پر پھگلہ گئے تھے اور وہاں قیام سے بہت محظوظ ہوئے تھے۔ اسی طرح اصحاب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ بھی پھگلہ جاتے رہے ہیں جن میں حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری ؓ اور مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری قابل ذکر ہیں۔ سید عبدالرحیم شاہ صاحب کے حالات زندگی میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ کس طرح غیر معمولی حالات میں شاہ صاحب نے احمدیت قبول کی اور پھر اس علاقہ میں آپ کی کوششوں سے جماعت ترقی پذیر رہی۔ اس کے نتیجہ میں مخالفت ایک طبعی امر تھا۔ شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں اس کا بھرپور مقابلہ کیا اور آپ کی وفات کے بعد ان کے

افرادخانہ جن میں خاص طور پر سید بشیر شاہ صاحب مرحوم قابل ذکر ہیں ، نے جماعت کی قیادت کی ۔ 1974ء میں حکومتی سطح پر مخالفت کی پشت پناہی کی بناء پر پھگلہ جماعت کو شدید نقصان پہنچا۔اس جماعت کی مسجد اور لائبریری کو جلا دیا گیا۔آج بفضلہٖ تعالیٰ جماعت پھگلہ کے افراد دُنیا کے مختلف مقامات پر جماعت کے فعال کارکن ہیں ۔(از: سید محمد اقبال شاہ صاحب۔ربوہ)

ترنگزئی

چارسدہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ترنگزئی کا قصبہ آباد ہے۔ یہ قصبہ احمدیت کی تاریخ میں اس لحاظ سے بہت معروف ہے کہ یہاں کے دونامی گرامی خوانین کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ یہ دونوں خوانین ملک مدار شاہ اور ملک عادل خان سگے بھائی تھے۔ بڑے بھائی ملک مدار خان نابینا تھے اور چھوٹے بھائی ملک عادل شاہ حصول تعلیم کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں میں گئے۔ دوران تعلیم آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا علم ہوا۔آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیان جا کر حضورؑ کے حالات معلوم کریں۔اس طرح آپ کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضورؑ کی رفاقت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

قادیان سے واپس آ کر ملک عادل شاہ صاحب نے احمدیت کا پیغام اپنے علاقہ میں دینا شروع کیا۔آپ کے بڑے بھائی ملک مدار خان کو جب علم ہوا تو انہوں نے بلا تامل بیعت کر لی۔ محترم مولانا امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم کو اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ترنگزئی جا کر ملک عادل شاہ صاحب سے ملنے اور ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’ملک عادل شاہ صاحب مردانہ حسن کا کامل نمونہ تھے۔لمبا قد، سرخ وسفید

چہرہ اور بارعب شخص تھے۔ 1905ء میں سر جیمس ولسن فنانشل کمشنر نے قادیان آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حکم فرمایا کہ مختلف جماعتوں سے معزز احمدیوں کو قادیان آنے کی دعوت دی جائے تا کہ فنانشل کمشنر کو علم ہو کہ حضورؑ کو ماننے والوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ چنانچہ صوبہ سرحد سے حضرت ملک عادل شاہ صاحب اور حضرت صاحبزادہ امیر اللہ خان صاحب آف اسماعیلہ کا انتخاب کیا گیا۔ یہ دونوں صاحبان قادیان فنانشل کمشنر سے دیگر معززین کے ساتھ ملے۔

حضرت ملک مدار شاہ صاحب کے دو بیٹے تھے۔ ایک شاہ جی محمد اکبر اور دوسرے اسد اللہ خان۔ یہ دونوں نہایت مخلص احمدی تھے۔ مکرم شاہ جی نے ربوہ میں محلہ دارالانوار میں اپنی کوٹھی بھی تعمیر کی تھی۔ ان کے ایک بیٹے بشیر احمد قادیان میں میرے کلاس فیلو تھے۔ جناب سعد اللہ خان کی شادی چارسدہ کے معروف خان غلام سرور خان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔''

(از: محترم امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم)

○

صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب آف بازید خیل سے ایک تاریخی انٹرویو

صوبہ پختون خواہ اور افغانستان میں صاحبزادہ خاندان کو ایک خاص علمی اور روحانی مقام حاصل ہے۔ ان میں سے بہت سے افراد کو نہ صرف قبول احمدیت بلکہ اس کے لئے بے مثال قربانیوں کی توفیق ملی۔ ان میں سرفہرست حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ آف خوست ہیں اس طرح موضع ٹوپی ضلع صوابی کے ان کے ہم نام صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ہیں جو اپنی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے جماعت میں معروف ہیں۔

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خوست سے بازید خیل حصول علم کے لئے آئے تھے کیونکہ یہ جگہ اس زمانہ میں ایک علمی درسگاہ تھی۔

اس طرح اس خاندان کی ایک شخصیت صاحبزادہ سیف الرحمن آف بازید خیل تھے۔ خاکسار نے پشاور میں بطور مربی قیام کے دوران ان سے متعدد بار ملاقات کی اور ستمبر ۱۹۶۲ میں ان کی زندگی کے آخری ایام میں خاکسار کو ان سے ایک انٹرویو لینے کی سعادت ملی۔ یہ تاریخی انٹرویو ماہنامہ الفرقان ربوہ کی ماہ ستمبر ۱۹۶۳ کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس بناء پر پشاور وارد ہونے والے بعض بزرگان نے بھی ان سے ملاقات کی ان میں سے مکرم چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی قابل ذکر ہیں۔

صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب مشہور صحافی اور پشتو زبان کی لغات کے مصنف مکرم قلندر مومند مرحوم کے والد تھے۔ آپ کے ایک بیٹے صاحبزادہ غلام احمد جماعت کے مقامی ممبر ہیں۔

(محمد اجمل شاہد)

پشاور سے تین میل دور کوہاٹ روڈ پر ایک پرانا گاؤں بازید خیل ہے۔ یہ گاؤں ایک لمبے عرصہ تک دینی علوم کی تحصیل کا ایک عظیم الشان مرکز رہا ہے اور سابق صوبہ سرحد کے تقریباً تمام علماء کو اس مقام سے نسبت تلمذ حاصل ہے۔

مشہور بزرگ پیر صاحب آف کوٹھہ شریف بھی یہاں پر پڑھتے رہے۔اسی طرح جماعت کے مشہور بزرگ اور عالم حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ بھی 1882ء میں اپنے علاقہ خوست سے اس گاؤں میں تحصیل علم کے لئے تشریف لائے تھے اور مکرم مسعود گل صاحب (جو کہ صاحبزادہ معین الرحمن صاحب کے دادا عاصم گل صاحب کے بھائی تھے) عربی علوم پڑھتے رہے۔ابھی تک اس کچی درسگاہ کے آثار موجود ہیں۔

اس گاؤں میں خاکسار کو اپنے چند دوستوں کی معیت میں ماہ ستمبر کی ایک خوشگوار صبح کو جانے کا اتفاق ہوا اور اپنی جماعت کے مشہور بزرگ مکرم صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بزرگ اس وقت اپنی زندگی کے پچاسی برس گزار چکے ہیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے بینائی ختم ہو چکی ہے اور قوت شنوائی مدہم پڑ چکی ہے۔ کمر خمیدہ ہو چکی ہے مگر چہرے پر رونق اور روحانیت کا نور اپنے پورے جوبن پر تھا اور دیکھنے والوں کو اپنی طرف جذب کر رہا تھا۔ تعارف کے بعد خاکسار نے ان سے مکرم صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید کے متعلق دریافت کیا اس پر انہوں نے بتایا کہ انہیں ان کو بچپن میں دیکھنے کا موقعہ ملا مگر بعد میں بوجہ پشاور سے باہر ہونے کے ان کی ملاقات کا موقع میسر نہ آیا۔ البتہ کشفی طور پر ان سے کئی دفعہ شرف ملاقات حاصل کر چکا ہوں۔ ہاں شہید مرحوم کے استاد مسعود گل کے لڑکے محمد صاحب ان کا اکثر تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے جوانی میں ایسا پرہیزگار شخص نہیں دیکھا جو گھڑی کی رفتار کی طرح ذکر الٰہی میں مگن رہتا تھا اور علم و عقل میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے شہید مرحوم سے اپنی کشفی ملاقات کے دلچسپ واقعات بھی بیان کئے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے جماعت احمدیہ میں شمولیت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں کی اس لئے خاکسار نے موضوع کو بدلتے ہوئے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض واقعات سنانے کے لئے عرض کیا حضورؓ کا نام لینے پر صاحبزادہ صاحب نے بے اختیار ایک معصوم بچہ کی طرح بلک بلک کر اُونچی آواز سے رونا شروع کر دیا۔ یہ نظارہ اس

قدر رقت آمیز تھا کہ سامعین کے دل بھی پسیج گئے اور میری آنکھوں کے سامنے حضرت منشی روڈے خان صاحب کا وہ واقعہ آ گیا کہ جب آپ مسٹر والٹر کے اس سوال پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی کس دلیل نے ان پر اثر کیا بے اختیار رو پڑے جیسے ایک بچہ والد کی جدائی سے تڑپتا ہے۔ مکرم صاحبزادہ صاحب جب ذرا سنبھلے تو رُندھی ہوئی آواز میں فرمایا:

''مولانا نورالدینؓ واقعی نوردین اور ایک نور تھے۔ میں نے جب ان کو پہلی دفعہ قادیان میں 1910ء میں دیکھا تو مجھے آپ سے شدید محبت پیدا ہوگئی اور میں شرم و حیا سے آپ سے بات نہ کرتا تھا بلکہ دور بیٹھ کر آپ کو دیکھتا رہتا تھا۔ الغرض آپ پر فقیرانہ اور درویشانہ شان ختم تھی۔''

حضورؓ کے بعض واقعات اور ملفوظات بیان کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ایک دفعہ فرمایا: ''میں نے کبھی آئینہ نہیں دیکھا۔''

(۲) ایک دفعہ آپؓ نے اپنے لڑکے عبدالحی کو مخاطب کر کے فرمایا:

''تمہارا بوڑھا باپ بھی کسی پر عاشق تھا اور جانتے ہو وہ کون تھا۔ وہ حضرت مرزا صاحب تھے۔'' پھر کہا کہ ''میں نے اپنی زندگی میں عشق کا لفظ پہلی دفعہ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ قرآن میں حُب کا لفظ ہے۔''

(۳) ایک دفعہ حضورؓ وحی والہام کے متعلق بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) تشریف لائے تو آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھا کر پیار کیا اور بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہم سے باتیں کرتا ہے۔ پھر حضرت میاں صاحب سے دریافت کیا کہ کیوں میاں اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس پر آپ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''دیکھو ہمارے میاں سے بھی خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔''

(۴) حضور کو حضرت میاں صاحب سے بہت محبت اور پیار تھا ان کا ادب بھی بہت کرتے تھے اور کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے۔

(۵) ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کی تفسیر کی تو حضورؓ نے فرمایا ایک بات میں بھی سناتا ہوں کہ اس سورۃ کے آخر میں **ولاالضالین** ہے اور اس پر شدّ بھی ہے اور مدّ بھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال کی حکومت شد و مد سے ہوگی۔

(۶) ایک دفعہ آپ نے **لا صدّق ولا صلّی** کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز کی قبولیت کے لئے امام کی تصدیق ضروری ہے اور جو مامور کی تصدیق نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ صدق پہلے ہے اور صلی بعد میں ہے۔

(۷) ایک دفعہ میں نے آپؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپؓ نے فرمایا کہ میرے بعد اختلاف کا میدان بہت وسیع ہوگا مگر مجھ پر رحم کرو اور مجھے مت ستاؤ ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کروں گا کیونکہ خدا میری سنتا ہے۔

(۸) ایک دفعہ آپؓ نے فرمایا کہ آسمانوں میں میرا نام عبدالباسط ہے۔

(۹) آپؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں کسی چیز کے متعلق نہیں کہہ سکتا کہ اس کا مجھے علم نہیں البتہ جمادات کی بولی میں نہیں سمجھتا۔

(۱۰) حضورؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنے دودھ چھڑانے کا واقعہ یاد ہے۔

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات سناتے ہوئے فرمایا کہ قادیان میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پاس ایک بیمار کو لے کر جانے کا موقعہ ملا۔ اس سے قبل دل میں جماعت کے خلاف کئی باتیں موجود تھیں۔ جب میں نے پہلی دفعہ حضور کے چہرہ کو دیکھا تو دل میں آپ کی صداقت کا قائل ہو گیا اور جب آپ کے درس میں شامل ہوا تو میرے

دل نے یہ گواہی دی کہ اس کی مثال آنحضرت ﷺ کے خلفاء میں ہی مل سکتی ہے۔ یہ ایک فطرتی آواز تھی جو میرے دل سے نکلی۔ قادیان میں کافی دن رہنے کا اور حضور سے استفادہ کا موقعہ ملا مگر اس دوران میں نے بیعت نہ کی کیونکہ جب میں نے اپنے اس ارادہ کا ذکر اپنے ساتھی صندل خان آف سفید ڈھیری ضلع پشاور سے کیا تو اس نے مجھے لوگوں کی مخالفت کی بنا پر بیعت سے باز رکھا۔ اس کے بعد جب میں اپنے گاؤں میں واپس آیا تو میرے بھائی حبیب الرحمن صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں۔ میں نے تصدیق کی۔ اس پر انہوں نے قادیان میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد میں نے یہ بیعت کا خط لکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد جماعت کے اختلاف کے موقعہ پر میں نے ایک لمبے عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت نہ کی۔ جب حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب نے حضورؓ کی بیعت کر لی تو اس کے چند دن کے بعد خاکسار نے بھی بیعت کر لی۔ اور اس طور پر خدا تعالیٰ نے مجھے احمدیت کی حقیقی نعمت سے پھر وافر حصہ دیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور آپ کی اولاد کو بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

(از: محمد اجمل شاہد۔ سابق مربی سلسلہ پشاور)

○

صوبہ کے احمدی طلباء وطالبات کی نمایاں کامیابیاں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے........میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کردیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہوجائے گا۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جماعت کی آئندہ جن مادی اور روحانی علوم و معارف میں ترقیات کا وعدہ فرمایا ہے، وہ انتہائی شاندار اور خوش آئند ہیں۔ حقیقت یہ ہے اس کے کچھ آثار گذشتہ ایک صدی میں احمدیت کے افق پر نظر آرہے ہیں اور اس سے جماعت کی مستقبل میں ترقیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دنیوی علوم میں اس کمال کے ایک مظہر مکرم ڈاکٹر عبدالسلام نوبل لاریٹ تھے۔ خدام الاحمدیہ پشاور کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مکرم ڈاکٹر صاحب کے لئے ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا اور آپ کی قیمتی نصائح سے استفادہ کیا۔

ہم جلد اوّل میں تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے بعض طلباء کا ذکر کرچکے ہیں۔ ان میں ایک ممتاز نام محترم ڈاکٹر طاہر نسرین صاحبہ اہلیہ مکرم رشید ارشد صاحب کا ہے۔ انہوں نے ماشاء اللہ اپنے تعلیمی کیریئر میں میٹرک، ایف ایس سی، بی ایس سی میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ایم ایس سی میں پشاور یونیورسٹی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اسی بنا پر وہ

کامن ویلتھ سکالرشپ انگلینڈ کی طرف سے پی ایچ ڈی ڈگری کی حقدار قرار پائیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ محترمہ طاہرہ نسرین صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ محترمہ زکیہ پروین صاحبہ نے بھی یونیورسٹی میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔

درحقیقت ان بچیوں نے یہ عقل و دانش اپنی والدہ سے ورثہ میں پائی ہے کیونکہ ان کی والدہ محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ بھی مشن سکول پشاور سے صوبہ بھر میں اوّل آئی تھیں۔○

کابل میں یادگار مینار

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطبہ میں کابل میں ایک یادگار مینار کے انکشاف کا ذکر فرمایا تھا۔اس مینار کے بوڑھے آرکیٹکیٹ نے اس یادگار مینار کے وہاں تعمیر کرنے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا:

''میں جب بچہ تھا، میں نے یہاں اسی چوک میں ایک واقعہ دیکھا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے میرے دل پر ثبت ہو گیا۔میں نے یہ دیکھا کہ ایک بزرگ زنجیروں میں جکڑا ہوا سنگسار کرنے کیلئے لے جایا جا رہا تھا۔ہم بھی بچوں میں شامل ہو کر اس کا نظارہ دیکھنے کیلئے گئے۔

میں نے اس بزرگ کے چہرہ پر ایسی عظمت دیکھی، ایسی آزادی دیکھی، ایسی بے خوفی دیکھی اور ایسا اطمینان تھا اور اس کے چہرہ پر طمانیت کی ایسی مسکراہٹ تھی کہ وہ میرے ذہن سے کبھی نہیں اُترتی۔پس جب میری قوم نے کہا کہ افغان روح آزادی کو خراج تحسین ادا کرنا ہے اور اس کیلئے ایک یادگار مینار قائم کرنا ہے تو میں نے سوچا کہ اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں جہاں میں نے اس آزادی کی روح کو دیکھا تھا۔'' (سید الشہداء۔مرتبہ صاحبزادہ جمیل لطیف۔صفحہ 366۔367)

لازمی طور پر وہ بزرگ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف صاحب شہیدؓ تھے۔ہمیں یقین اور ایمان ہے کہ افغانستان میں احمدیت کا مستقبل بہت روشن ہے اور وقت ضرور آئے گا جب یہ نشانات کابل کی سرزمین پر ہر جگہ نظر آئیں گے۔وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا خدام الاحمدیہ پشاور سے تاریخی خطاب

”سائنسی علوم میں مسابقت کا جذبہ پیدا کریں“

1962 میں آل پاکستان سائنس کانفرنس کا انعقاد پشاور میں ہوا۔ اس کانفرنس کے اصل محرک مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تھے جو اس وقت پریزیڈنٹ محمد ایوب خان کے سائنسی مشیر تھے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب کی شدید خواہش اور کوشش تھی کہ پاکستان میں سائنسی علوم کو فروغ حاصل ہو اس طرح ملک کا نام اقوام عالم میں بلند و بالا اور روشن ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اس کانفرنس میں شرکت کے لئے بہت سے نامی گرامی سائنسدانوں کے ہمراہ پشاور میں وارد ہوئے۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس وقت کے پشاور مجلس کے قائد مکرم محمد سعید احمد صاحب نے خدام کے ایک نمائندہ وفد کے ساتھ مکرم ڈاکٹر صاحب کو ایئر پورٹ پر خوش آمدید کہا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے مصروف وقت میں سے کچھ وقت خدام کے ساتھ گزاریں اور انہیں خطاب فرمائیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور مورخہ 30 مارچ 1962ء کو بعد نماز جمعہ خدام سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب کی رپورٹ مربی سلسلہ مکرم محمد اجمل شاہد صاحب نے الفضل کو بھجوائی جو 8 اپریل 1962ء میں الفضل

کے پہلے صفحہ پر نمایاں طور پر شائع ہوئی۔مکرم سعید احمد صاحب قائد مجلس نے اپنی خودنوشت کتاب 'گمنام و بے ہنر' میں بھی صفحہ 85-87 پر اسے شائع کیا۔

1962ء میں پشاور میں آل پاکستان سائنس کانفرنس ہوئی۔اس وقت پاکستان اقوام عالم میں اپنی شناخت کے مراحل طے کررہا تھا اور سائنس کی دنیا میں تو ابھی اس کا تعارف بھی نہیں ہوا تھا۔اب بھی صورت حال کوئی زیادہ بہتر نہیں۔ڈاکٹر عبدالسلام کی شدید خواہش تھی کہ پاکستان کا نام سائنس کے نقطہ نگاہ سے تمام دنیا میں روشن ہو۔انہوں نے کوشش کر کے اس وقت کے نامور سائنسدانوں کو اپنے ہمراہ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے آمادہ کیا۔خاکسار کی قیادت میں جماعت احمدیہ پشاور کا ایک وفد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے استقبال کے لئے پشاور ایئر پورٹ گیا۔مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جہاز سے اُترے اور ان کے ساتھ متعدد و عمر رسیدہ جہاندیدہ نامور،نوبیل انعام یافتہ سائنس دان تھے۔ہم نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب کا استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنانے چاہے مگر ڈاکٹر صاحب نے سختی سے انکار کر دیا۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ مجھے ہار کیوں پہنا رہے ہو۔ان بزرگ معمر اور شہرت یافتہ سائنسدانوں کی طرف اشارہ کیا کہ جاؤ انہیں ہار پہناؤ۔انسانیت کے خادم ہیں۔یہ سائنس کی دنیا کے بادشاہ ہیں۔چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے لئے لائے ہوئے ہار ان سائنسدانوں کو پہنا دیئے گئے۔ڈاکٹر صاحب ایک طرف کھڑے اس منظر کو دیکھ کر محظوظ ہوتے رہے۔

اس کے بعد خاکسار نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سے درخواست کی کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کے اراکین سے خطاب فرمائیں۔پہلے تو ڈاکٹر صاحب نے انکار کر دیا۔وجہ کانفرنس میں مصروفیت نہ تھی بلکہ فرمایا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔یہ کسی بزرگ اور عالم دین کا مقام ہے کہ وہ نوجوانوں کو خطاب فرمائیں۔میرے اصرار پر ڈاکٹر صاحب رضامند ہو گئے مگر اس شرط پر کہ

اگر ان کی تقریر میں کوئی بات ''غیر مولویانہ'' ہوئی تو وہ ذمہ دار نہ ہوں گے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے خطاب میں احمدی نوجوانوں کو اپنے مخصوص انداز میں بہت محنت کرنے، تعلیم خصوصاً سائنس کے میدان میں دوسروں پر سبقت لے جانے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کئے گئے وعدوں کو شاندار طور پر پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو ہر طرح اہل بنانے کی طرف بڑے مؤثر رنگ میں توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ سائنس کے شعبہ طبیعات میں 95 فیصد ماہرین اور نامور شخصیات یہودی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب کسی یہودی ماں کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے کہتی ہے کہ تم اس دنیا میں کیوں آ گئے ہو۔ یہاں پر پہلے ہی کروڑوں انسان بستے ہیں اور زمین پر تل رکھنے کو جگہ نہیں۔ تمہارے لئے ان عوام کالانعام میں کوئی جگہ نہیں۔ مزید برآں یہودی نام بطور گالی کے استعمال ہوتا ہے۔ تم تو نفرتوں کا شکار ہو جاؤ گے اور تمہیں تمہارے جائز حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ اگر اس دنیا میں زندہ رہنا اور کامیاب ہونا چاہتے ہو تو پھر تمہارے لئے ایک ہی جگہ ہے۔ ان کروڑوں انسانوں کے سر پر بہت جگہ خالی ہے۔ تم جس میدان میں بھی آؤ تو دوسروں سے بہت بلند ہو جاؤ۔ اسی قسم کی صورت حال احمدی نوجوانوں کو درپیش ہے۔ احمدیت کے مخالفین نے ان کی ترقی کا ہر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے وعدے ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ انشاء اللہ ضرور پورے ہوں گے۔ بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو ان کا اہل بنائیں۔ اس خطاب کی رپورٹ الفضل 8/اپریل 1962ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(روزنامہ الفضل۔ 8اپریل 1962ء)

○

تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین

صوبہ سرحد کے خوش قسمت افراد

ذیل میں صوبہ سرحد کے ان خوش قسمت افراد کی لسٹ دی جا رہی ہے، جنہوں نے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی 1934ء کے نازک دور میں تحریک جدید کے مالی جہاد میں شرکت کی۔ اس طرح ان کو پانچ ہزاری مجاہدین کی صف میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ (مرتب)

سیریل نمبر	کمپیوٹر کوڈ	نام	ایبٹ آباد
3905	3732	کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب	
3906	3732A	والدہ مرحومہ کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب	
3907	3732B	والد مرحوم کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب	
3908	3732C	بچگان کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب	
3909	3733	اہلیہ صاحبہ کرنل ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب	
3910	3734	ڈاکٹر چوہدری غلام اللہ صاحب	
3911	3735	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر چوہدری غلام اللہ صاحب	
3912	3736	حضرت مولوی عبدالحق صاحب اپیل نویس	
مانسہرہ			
3913	3737	مولوی محمد عرفان صاحب اپیل نویس	

3914	3738	بابو محمد عالم صاحب (ریلوے ایجنسی)	
3915	3739	جمعدار نعمت اللہ خان صاحب آف بگول	
3916	3740	صوفی رحمت اللہ صاحب مدرس	
3917	3741	سید مبارک احمد شاہ صاحب	
3918	3742	سید مقصود علی شاہ صاحب مرحوم	
		ضلع ہزارہ	
3919	3743	ڈاکٹر سید عبدالوحید صاحب بفہ	
3920	3743A	والدہ مرحومہ ڈاکٹر سید عبدالوحید صاحب بفہ	
3921	3743B	والد مرحوم ڈاکٹر سید عبدالوحید صاحب بفہ	
3922	3744	بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید عبدالوحید صاحب بفہ	
3923	3745	چوہدری غلام حسین صاحب حویلیاں	
3924	3746	بابو رحمت اللہ صاحب رینج آفیسر (اوگی)	
3925	3747	بابو عبدالرحیم صاحب مرحوم گڑھی حبیب اللہ	
3926	3748	ماسٹر شاہ محمد صاحب ہری پور سنٹرل جیل	
		پشاور شہر	
3927	3749	ڈاکٹر فتح الدین صاحب	
3928	3749A	والد مرحوم ڈاکٹر فتح الدین صاحب	
3929	3749B	والدہ صاحبہ ڈاکٹر فتح الدین صاحب	
3930	3750	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر فتح الدین صاحب	
3931	3751	ڈاکٹر محمد شریف صاحب	

3932	3752	شیخ مظفر الدین صاحب الیکٹرک کمپنی	
3933	3752A	والد مرحوم شیخ مظفر الدین صاحب	
3934	3752B	والدہ مرحومہ شیخ مظفر الدین صاحب	
3935	3752C	بچگان شیخ مظفر الدین صاحب	
3936	3753	اہلیہ صاحبہ شیخ مظفر الدین صاحب	
3937	3754	شیخ شریف احمد صاحب انجینئر	
3938	3755	منشی عبدالخالق مرحوم	
3939	3756	امیر احمد مرحوم	
3940	3757	مرزا محمد خواص خان صاحب رجسٹرار	
3941	3758	اہلیہ صاحبہ اولیٰ مرزا محمد خواص خان صاحب	
3942	3759	اہلیہ صاحبہ ثانیہ مرزا محمد خواص خان صاحب	
3943	3760	کیپٹن ڈاکٹر محمد ین صاحب لنڈی کوتل	
3944	3761	امتہ الحئی صاحبہ اہلیہ کیپٹن ڈاکٹر محمد ین صاحب	
3945	3762	ڈاکٹر عزیز احمد مرحوم (زیارت)	
3946	3763	اہلیہ صاحبہ مرحومہ ڈاکٹر عزیز احمد مرحوم (زیارت)	
3947	3764	مرزا عبدالمجید صاحب ڈی ایس پی پنشنر	
3948	3765	بابو محمد الطاف صاحب	
3949	3766	بابو نثار احمد صاحب فاروقی	
3950	3767	مرزا رمضان علی صاحب	

3951	3768	چوہدری فضل الرحمٰن صاحب	
3952	3769	ڈاکٹر رحیم بخش صاحب مرحوم پشاور	
3953	3770	مریم بیگم مرحومہ اہلیہ ڈاکٹر رحیم بخش صاحب مرحوم	
3954	3771	ملک ظفر الحق صاحب حمیدیہ فارم	
3955	3772	میاں عبداللطیف صاحب الیکٹریشن	
3956	3773	مرزا عبدالحفیظ صاحب دفتر جوڈیشنل	
3957	3774	عبدالغفور خان مرحوم قادیانی	
3958	3775	مولوی خلیل الرحمٰن صاحب	
3959	3776	ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کپورتھلوی	
3960	3777	مولوی عبدالسلام صاحب	
3961	3778	ملک سعادت احمد صاحب ریڈیو الیکٹرک ہاؤس	
3962	3779	قانتہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ احیاء الدین صاحب	
3963	3780	میاں فضل قادر صاحب	
3964	3781	عبدالرفیق صاحب اورسیئر	
3965	3782	میجر ڈاکٹر شاہنواز صاحب	
3966	3783	حضرت چوہدری مولیٰ بخش صاحب	
3967	3784	رمضان بیگم مرحومہ	
3968	3785	مریم بیگم صاحبہ	
3969	3786	نصیرہ بیگم صاحبہ	

	مولوی عبدالغفور خان صاحب کلرک دفتر ڈی سی	3787	3970
	حکیم فضل محمد صاحب	3788	3971
	ڈاکٹر مبارک احمد صاحب	3789	3972
	میاں غلام حسین صاحب پنشنر ایس ڈی او	3790	3973
	بچگان میاں غلام حسین صاحب	3790A	3974
	اہلیہ صاحبہ میاں غلام حسین صاحب	3791	3975
	کیپٹن عمر حیات خان صاحب مرحوم	3792	3976
	اہلیہ صاحبہ کیپٹن عمر حیات خان صاحب مرحوم	3793	3977
	صوفی غلام محمد صاحب ہیڈ کلرک	3794	3978
	اہلیہ صاحبہ صوفی غلام محمد صاحب	3795	3979
	سید مقبول شاہ صاحب اچینی پایاں	3796	3980
	اقبال بیگم صاحبہ	3797	3981
	حضرت مولوی غلام حسین خان صاحب	3798	3982
	کوہاٹ		
	خلیفہ عبدالمنان صاحب انجینئر	3799	3983
	ماسٹر رکن الدین صاحب ریٹائرڈ	3800	3984
	کیپٹن چوہدری منظور الحسن صاحب	3801	3985
	ڈاکٹر محمد رمضان صاحب (ٹل کوہاٹ)	3802	3986
	بیگم صاحبہ مرحومہ ڈاکٹر محمد رمضان صاحب	3803	3987

3988	3804	خان بہادر محمد علی خان صاحب مرحوم	
3989	3805	والد مرحوم خان بہادر محمد علی خان صاحب مرحوم	
3990	3805A	والدہ مرحومہ خان بہادر محمد علی خان صاحب مرحوم	
3991	3805B	بیگم صاحبہ محمد علی خان صاحب	
3992	3806	مریم بیگم مرحومہ بنت خان بہادر محمد علی خان صاحب	
3993	3807	غیور احمد خان مرحوم	
3994	3807A	بیگم صاحبہ مرحومہ خان بہادر محمد علی خان صاحب مرحوم	
		مردان	
3995	3808	مولوی محمد علی مرحوم امیر جماعت	
3996	3809	میاں شہاب الدین صاحب	
3997	3810	میاں محمد حسین صاحب ڈرافٹسمین	
3998	3811	میاں محمد احسن صاحب ولد میاں محمد حسین صاحب	
3999	3812	مولوی چراغ دین صاحب مبلغ	
4000	3813	اہلیہ صاحبہ مولوی چراغ دین صاحب	
4001	3814	ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب (بکٹ گنج)	
4002	3815	شیخ نیاز الدین صاحب	
4003	3816	سید مبارک علی شاہ صاحب باہری	
4004	3817	سیدہ مبارکہ خاتون صاحبہ معلمہ	
4005	3818	سلطان حیدری اہلیہ بشیر احمد صاحب وینس	

	میاں محمد یوسف اپیل نویس	3819	4006
	والدین مرحومین میاں محمد یوسف	3819A	4007
	سید اشرف علی صاحب باہری	3820	4008
	میاں یار محمد صاحب ہوتی	3821	4009
	محمد ابراہیم صاحب آتش	3822	4010
	بابو محمد عراف اللہ صاحب پوسٹ ماسٹر	3823	4011
	اہلیہ صاحبہ بابو محمد عراف اللہ	3824	4012
	مولوی معین الدین مرحوم	3825	4013
	خان محمد سفور خان صاحب مرحوم	3826	4014
نوشہرہ چھاؤنی			
	مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ نوشہرہ	3827	4015
	اہلیہ صاحبہ مرزا غلام حیدر صاحب	3828	4016
	لیفٹیننٹ محمد سعید صاحب	3829	4017
	والدہ صاحبہ لیفٹیننٹ محمد سعید صاحب	3829A	4018
	قریشی محمد عالم صاحب فٹر ریلوے شیڈ	3830	4019
	مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم	3831	4020
	چوہدری محمد امین صاحب مرحوم بیف مارکیٹ	3832	4021
	صوبیدار میجر سلیم اللہ صاحب	3833	4022
	سید عبدالستار صاحب شریفی	3834	4023

	شیخ عبدالحکیم صاحب	3836	4025
	صوبیدار نواب دین صاحب	3837	4026
	بچگان صوبیدار نواب دین صاحب	3837A	4027
	صفیہ بیگم صاحبہ	3838	4028
	حاکم دین صاحب مرحوم	3839	4029
	فقیری صاحبہ مرحومہ	3840	4030
	ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب ریلوے ہسپتال	3841	4031
	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب	3842	4032
ٹوپی-سرائے نورنگ-رسالپور-چارسدہ			
	ملک عبدالجبار صاحب (ٹوپی)	3843	4033
	حسن جمالہ صاحبہ (ٹوپی)	3844	4034
	صدبرگ خان صاحب	3845	4035
	صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم	3846	4036
	اہلیہ صاحبہ اولیٰ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم	3847	4037
	اہلیہ صاحبہ ثانیہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم	3848	4038
	صاحبزادہ محمد طیب صاحب لطیف	3849	4039
	امتہ اللہ بیگم صاحبہ	3850	4040
	بسم اللہ بیگم صاحبہ اُمِّ اسماعیل	3851	4041
	صاحبزادہ عبدالسلام صاحب	3852	4042
	حبیب احمد خان صاحب (اکبر کلہ)	3853	4043

	ہمشیرہ محمد طیب صاحب	3854	4044
	سارجنٹ مرزا فضل الرحمٰن صاحب	3855	4045
	بابو محمد یوسف خان صاحب فیروز پوری	3856	4046
	بابو محمد یاسین خان صاحب	3857	4047
	صوفی عبدالعزیز ولد صوفی نبی بخش صاحب	3858	4048
	چوہدری دوست محمد صاحب الیکٹریشن (بنوں)	3859	4049
	حلیمہ بیگم صاحبہ	3860	4050
	سید ظہور الحق صاحب مرحوم (پی ڈبلیو ڈی)	3861	4051
	شیخ عمر الدین مرحوم (ہیڈ کلرک)	3862	4052
	خان فقیر محمد خان انجینئر مرحوم (چارسدہ)	3863	4053
	خان محمد اکرم خان صاحب	3864	4054
	خان غلام سرور خان صاحب دُرّانی	3865	4055
	اہلیہ صاحبہ خان غلام سرور خان درانی (سرخ ڈھیری)	3866	4056
	افراد سرحد		
	خان بہادر محمد دلاور خان مع بیگم صاحبہ	3867	4057
	حسن آفتاب بیگم صاحبہ	3868	4058
	میجر محمد اسلم خان صاحب مرحوم	3869	4059
	خان عبدالحمید خان صاحب (زیدہ)	3870	4060
	بابو سردار محمد صاحب پوسٹ ماسٹر (شب قدر)	3871	4061
	بابو فقیر اللہ صاحب محکمہ زراعت ترناب فارم	3872	4062

	محمد عالم مرحوم والد میجر اقبال احمد صاحب	3873	4063
	مرزا شمس الدین صاحب امیر جماعت پشاور	3874	4064
	ماسٹر عبدالحئی مرحوم	3875	4065
	چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم	3876	4066

نوٹ: دفتر اوّل کے صوبہ سرحد کے مجاہدین کی فہرست مکرم مرزا طلحہ احمد بشیر صاحب نائب وکیل المال اوّل نے 10 اگست 1916ء کو مہیا کی تھی۔

○

مکرم داؤد جان صاحب شہید

مکرم داؤد جان صاحب شہید کی شہادت کا ذکر جلد اوّل میں کیا جاچکا ہے۔ اس دردناک شہادت کا ذکر اُس وقت شاعر احمدیت مکرم روشن دین تنویر صاحب مدیر روزنامہ الفضل نے اپنی ایک نظم میں کیا تھا۔ مکرم روشن دین تنویر صاحب کا معاندین احمدیت کیلئے یہ انذاری پیغام جماعت احمدیہ کی تمام شہادتوں کے موقع پر حسب حال ہے۔ (مرتب)

ایک جاں اور بربریّت کا ہجوم		اِک شعاعِ نور، طوفانِ ظلوم
اے ستم آراؤں کی بستی! سنبھل!		تجھ پہ منڈلاتی ہے تقدیرِ سدوم
محوِ ''لا اکراہ فی الدّیں'' کا سبق		لیکن از بر جبر و طغیاں کے علوم
قتلِ انسان، خونِ معصومی، ہیں کیا		رحمۃٌ للعالمین کے رُسوم؟
تیری جانبازی کی اے داؤد جانؓ		پڑ گئی ہے عشق کی دُنیا میں دُھوم
رِیت ہے تنویرؔ اہلِ عشق کی		زخم کھا کر تیغ کو لیتے ہیں چوم

(روزنامہ الفضل 23 مئی 1956ء)

صدسالہ جوبلی گولڈ میڈلز حاصل کرنے والے طلباء وطالبات

یہ گولڈ میڈل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بورڈ یا یونیورسٹی کی سطح پر پہلی تین پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا و طالبات کو دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی فیلڈ میں پی ایچ ڈی کرنے والے احباب کو بھی یہ گولڈ میڈل دیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام	ولدیت	کلاس	پوزیشن	سال	شہر
1	جویریہ حنیف	حنیف اختر	ایم ایس سی	فرسٹ	2002	ایبٹ آباد
2	حبیب احمد	اعجاز احمد		تھرڈ	2007	ڈیرہ اسماعیل خان
3	انیسہ ہاشم	ڈاکٹر صاحبزادہ محمد ہاشم		سیکنڈ	1993	ہری پور
4	شگفتہ کنول	ریاض احمد	ایف ایس سی	سیکنڈ	2003	ہری پوری
5	امۃ الصبور	ریاض احمد	میٹرک	تھرڈ	2004	ہری پور
6	ثوبیہ ناز	ریاض احمد	ایف ایس سی (پری میڈیکل گرلز)	فرسٹ	1999	ہری پور
7	صدف حفیظ	ریاض احمد	ایف ایس سی (پری میڈیکل گرلز)	فرسٹ	2000	ہری پور

ہری پور ہزارہ	1996	سیکنڈ	ایف ایس سی (ہیومینیٹی بوائز)	ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری	حمود احمد جہانگیری	8
کوہاٹ کینٹ	1986	فرسٹ	ایم اے	عطاء المنان	نغمہ قاضی	9
مردان	2003	سیکنڈ	ایف اے	حمید الدین	فائزہ بشریٰ	10
مردان	2003	فرسٹ	ایف اے	میاں بشیر الدین	رافعہ نور	11
مردان	2003	سیکنڈ	میٹرک	شبیر احمد	ثانیہ شبیر	12
مردان	2002	سیکنڈ	ایم اے	کریم احمد	کرن	13
پشاور	2009		پی ایچ ڈی کیمسٹری	بشیر احمد	ماہ رخ صدیقی	14
پشاور	2012		پی ایچ ڈی اینٹمولوجی	فقیر اللہ	منصور احمد	15
پشاور	1993	تھرڈ	بی ایس آنرز	عبد العزیز خان	نوید عزیز	16
پشاور	1999	فرسٹ	ایم اے	افتخار احمد	رابعہ افتخار	17
پشاور	1993	فرسٹ	ایم ایس سی	صاحبزادہ محمود	سیدہ طاہرہ روبینہ	18
پشاور	2008	تھرڈ	میٹرک	غلام مصطفیٰ ناصر	میمونہ ناصر	19
پشاور	1980	سیکنڈ	بی ایس انجینئرنگ	شمس الدین اسلم	نوید اسلم	20

21	امۃ المتین	چراغ الدین	ایم ایس سی	فرسٹ	1980	پشاور
22	امۃ الواسع	ملک محبوب احمد	ایم ایس سی	تھرڈ	1983	پشاور
23	طیبہ نسیم	ڈاکٹر نسیم احمد		O-Level	2007	پشاور
24	فرحانہ تبسم	حبیب الرحمن	ایم اے	تھرڈ	1998	ٹوپی

نظارت تعلیم کے تحت انعامی سکالرشپ حاصل کرنے والے طلباء وطالبات

1	صبا حفیظ (پشاور)	عبدالحفیظ	پہلی انٹرمیڈیٹ پری انجینئرنگ	2005	صدیق بانی سکالرشپ برائے میٹرک سائنس

(مہیا کردہ۔دفتر صد سالہ جوبلی ربوہ)

○○

دو احمدی بچوں کی نمایاں کامیابی

1959ء میں صوبہ سرحد کے مڈل سٹینڈرڈ کے بورڈ کے امتحان میں دو احمدی بچوں نے اوّل پوزیشن حاصل کی تھی۔ان کے اسماء اس طرح سے ہیں:

1۔ عبدالحمید خٹک ابن مکرم رستم خان خٹک صاحب

2۔ بشارت احمد

یہ خوشکن خبر تمام افراد جماعت کیلئے باعث مسرت ثابت ہوئی۔الحمدللہ۔

○○

صوبہ خیبر پختونخوا کے
شہداء جماعت احمدیہ و شہدائے وطن

واقعہ شہادت مکرم صوبیدر خوشحال خان صاحب

مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب کی شہادت کا ذکر جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے تاہم صوبیدار صاحب کے چھوٹے بیٹے کرنل محمد احمد خان (ریٹائرڈ) نے اپنے والد مرحوم کی شہادت کے چشم دید واقعات تحریر کئے ہیں۔ یہ تفصیل قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔ (مرتب)

جمعہ کا دن تھا اور تاریخ غالباً ۲۹ رمئی ۱۹۴۲ء تھی۔ خاکسار ان دنوں کنگ جارج رائل انڈین ملٹری کالج (جس کا نام اب ملٹری کالج جہلم ہے) سرائے عالمگیر جہلم سے چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ ہمارے والد صوبیدار خوشحال خان کا یہ دستور تھا کہ جمعہ کی نماز کے لئے ٹوپی جاتے تھے اور جمعہ کی نماز صاحبزادہ عبداللطیف آف ٹوپی کی امامت میں پڑھتے تھے۔ خاکسار اور میرا چھوٹا بھائی فتح محمد خان بھی نماز کے لئے تیار ہوئے۔ راستہ میں ہمارے گاؤں مینی سے ایک احمدی دوست مجید اللہ کا کا اور ایک غیر احمدی رشتہ دار امیر بادشاہ سودا سلف لانے کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔

ہم لوگ ٹوپی پہنچے تو والد صاحب کو چونکہ دانتوں کی تکلیف تھی تو وہ نماز سے پہلے سول ہسپتال ٹوپی میں احمدی ڈاکٹر عبدالوحید صاحب کے پاس گئے۔ ان دنوں ایک ہی ڈاکٹر ہر بیماری کا علاج کرتا تھا۔ باتوں باتوں میں والد صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے دانتوں کا علاج ہو جائے تو اچھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے دوائی لے کر ہم نماز جمعہ کے لئے صاحبزادہ صاحب کے ہاں چلے گئے۔

جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد اور چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم واپسی کے لئے تیار ہوئے۔ والد صاحب کو چونکہ دانت میں درد تھا اس لئے انہوں نے اپنا منہ ایک چادر میں چھپایا ہوا تھا اور وہ آگے آگے جارہے تھے اور ہم پیچھے گپ شپ کرتے ہوئے جارہے تھے۔

شام تقریباً ۵، ۴ بجے جب ہم علاقہ شکرئے (جن کا نام اب خوشحال آباد ہے) کے پرانے قبرستان شہیداں پہنچے تو قبرستان کی جھاڑیوں سے کچھ لوگ اچانک نمودار ہوئے۔ انہوں نے والد صاحب کو للکارا اور ساتھ ہی فائرنگ شروع کردی۔ گولیاں والد صاحب کے جسم پر لگیں اور وہ موقع پر شہید ہو گئے۔ جاتے ہوئے حملہ آور والد صاحب کی پگڑی اور ریوالور بھی بطور گواہی ساتھ لے گئے۔ ہم اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قاتل علاقہ جدون جوان دنوں علاقہ غیر تھا، سے آئے تھے اور انہوں نے یہ مشہور کیا کہ انہوں نے اس علاقہ کے بڑے قادیانی کو قتل کردیا ہے۔

خاکسار والد صاحب کی لاش دیکھ کر گاؤں کی طرف بھاگ کر گیا تا کہ رشتہ داروں کو اس واقعہ کی اطلاع کرسکوں اور مدد کے لئے کہوں۔ چنانچہ گاؤں کے لوگ لاش لے کر پولیس سٹیشن ٹوپی آئے۔ وہاں میرا بڑا بھائی شیر خان بھی پہنچ گیا۔ اسی طرح صاحبزادہ عبدالحمید بھی آ گئے اور ان کی موجودگی میں قاتلوں کے خلاف رپورٹ درج کروائی گئی۔

دوسرے دن ڈاکٹر عبدالوحید خان نے پوسٹ مارٹم کر کے لاش صاحبزادہ عبداللطیف خان صاحب کے سپرد کی۔ جنہوں نے ضروری انتظامات کرنے کے بعد نماز جنازہ ادا کی اور اس طرح والد صاحب کی تدفین آبائی گاؤں کے قبرستان میں ہوئی۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔

(تحریر منجانب مکرم کرنل محمد احمد خان صاحب ابن مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب شہید)

○

مکرم رستم خان خٹک صاحب آف جلوزئی

خلافت ثالثہ کے پہلے شہید

مکرم رستم خان خٹک آف جلوزئی کی شہادت کا ذکر اس کتاب کی جلد اوّل میں شہدائے احمدیت کے حصہ میں کیا جا چکا ہے۔لیکن بعض واقعات کی ترتیب وغیرہ میں صحت کی ضرورت تھی، چنانچہ اب ان کے صاحبزادے مکرم کرنل عبدالحمید خٹک صاحب نے ان کو ازسرنو ترتیب دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ (اجمل شاہد)

رستم خان خٹک شہید 27اپریل 1909ء کو صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) کے گاؤں جلوزئی میں پیدا ہوئے۔بچپن ہی سے بیحد ذہین وفطین اور علم دوست تھے۔مطالعہ اسلام کا بیحد شوق تھا۔انہوں نے کم سنی ہی میں عربی بمعہ صرف ونحو، فارسی، اردو اور پشتو ادب میں کمال حاصل کیا۔اردو اور پشتو میں شاعری بھی کرتے تھے۔انگریزی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور پائے کے ادیب تھے۔

اسلامیہ کالج پشاور میں دوران تعلیم وہاں زیر تعلیم احمدی طلباء سے بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔خاص طور سے مکرم عبدالحئی صاحب مرحوم (فرزند حضرت مولوی محمد الیاس صاحبؓ) سے علمی بحث ہوتی رہتی تھی۔مکرم عبدالحئی صاحب مرحوم کئی مرتبہ صوبہ سرحد کے امیر حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کو اپنی مدد کیلئے بلا لیا کرتے تھے۔

اسی دوران رستم خان شہید کو Survey of India میں ملازمت مل گئی اور وہ بسلسلہ ملازمت ایران کے شہر آبادان میں تعینات ہوئے۔آبادان ایران میں ان کا رابطہ حضرت مرزا

برکت علی صاحبؓ (مشہور احمدی بزرگ) سے ہوا۔ ان کی تبلیغ اور پے در پے رؤیا صالحہ کے بعد آپ نے آبادان ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 3 اگست 1934ء میں بیعت کر لی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً 25 سال تھی۔ یوں ان کو پختون قوم کے خٹک قبیلے کے اوّلین احمدی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد خلافت سے انتہائی وفاداری اور محبت سے وابستہ رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ان کا مسلسل رابطہ رہا اور خط و کتابت بھی کرتے رہے۔

ایران سے واپسی پر جب اپنے گاؤں تشریف لائے تو وہاں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کیا۔ سارا گاؤں ان کی مخالفت پر اتر آیا۔ انہیں گھر سے نکال دیا گیا اور گاؤں سے باہر ایک کوٹھڑی میں رہنے پر مجبور کیا۔ کھانا پینا بھی بند کیا گیا۔ ان دنوں ان کی والدہ چھپ چھپ کر کھیتوں میں ان کیلئے کھانا لاتی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں تو جاہل عورت ہوں لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ میرا یہ بیٹا بھائیوں میں سب سے نیک ہے اور دین کو بہتر جانتا ہے۔ یہ غلط نہیں ہوسکتا۔

ان پر مختلف طریق سے دباؤ ڈالا گیا کہ احمدیت سے توبہ کر لیں لیکن وہ ثابت قدم رہے اور ملازمت کے سلسلے میں گاؤں سے باہر رہنے لگے۔

ان کی شادی حضرت مولوی محمد الیاس صاحبؓ کی صاحبزادی محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جو انتہائی دیندار، صابر، شاکر، بہادر اور پارسا خاتون تھیں۔ انہوں نے ہر مشکل وقت میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پانچ بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ مکرم رستم خان شہید کے بھائیوں نے صحیح معنوں میں برادرانِ یوسف ہونے کا ثبوت دیا اور متعدد بار ان کی بیٹیوں کو گاؤں لے جا کر بیچنے کی سازش کی، بیٹے کو قتل کرنے کا کئی دفعہ منصوبہ بنایا لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو ناکام کیا۔

گاؤں کے مولویوں اور اکوڑہ خٹک مدرسہ کے ملا (اغلباً مولوی عبد الحق) سے بھی فتویٰ

حاصل کیا گیا کہ یہ کافر ہے اور جائیداد سے عاق ہے اور جو رستم خان کی نسل کو ختم کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ جب بھی گاؤں جاتے تو عزیز کھانے پینے کے برتن الگ کر دیتے۔ سب اچھوتوں والا سلوک کرتے۔ کئی دفعہ قاتلانہ حملے ہوئے اور متعدد بار کھانے میں زہر ملایا گیا لیکن ہر دفعہ خدا تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔

ان کی والدہ کی وفات کے بعد ان کے والد صوبیدار دلاور خان صاحب کی خدمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ وقت کے ساتھ ساتھ ضعیف ہوتے گئے تو ان کے بیٹوں نے (جو غیر احمدی تھے) ان کی خدمت سے ہاتھ اٹھالیا۔

مکرم رستم خان شہید اپنے والد صاحب کو اپنے ساتھ راولپنڈی لے آئے جہاں وہ اب Survey of Pakisan میں ملازمت کر رہے تھے۔ وہاں انہوں نے اپنے والد کی فقید المثال خدمت کی۔ ان کے والد کو گاؤں میں مخالفت کا احساس تھا۔ اس لئے انہیں کہا کرتے تھے کہ بیٹا میری وفات پر میری لاش کو اٹک کے پل پر بھائیوں کے حوالے کر دینا اور خود گاؤں ہرگز نہ جانا۔

جب 9 فروری 1966ء کو آپ کے والد وفات پا گئے تو وہ ان کی میت کو لیکر بمعہ اپنے بچوں کے گاؤں گئے۔ ان کے گاؤں پہنچتے ہی مولویوں نے اعلان کیا کہ رستم خان قادیانی گاؤں آیا ہے، اس کو قتل کر دو۔ اس کی بیٹیوں کو علاقہ غیر میں بھیج دو یا گاؤں میں بیاہ دو۔ اس کا ایک ہی بیٹا ہے اس کو مار دو۔ اب جو بھی ثواب کمانا چاہتا ہے بہادر بنے اور جنت کا حقدار بنے۔ مولویوں کی ایماء پر ان کو والد کی تدفین میں شامل ہونے سے روک دیا گیا۔ تدفین سے ایک رات پہلے انہوں نے اپنی بیگم کو بلا کر کہا کہ تم کسی طرح اپنے بھائیوں عبدالسلام خان اور عبدالقدوس خان کو اطلاع کر دو کہ وہ تعزیت کے بہانے گاؤں آئیں اور بچوں کو ساتھ لے جائیں کیونکہ حالات ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے بیٹیوں کا خطرہ ہے۔ دوسری طرف بیٹا عبدالحمید جو ان دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال

(Cadet College Hassan Abdal) میں پڑھتا تھا اور قریباً بیس سال کا تھا، دادا کی وفات پر گاؤں آیا ہوا تھا۔ اس کو بھی شہید نے واپس حسن ابدال جانے کا کہا۔ (ان دنوں بس گاؤں سے چند میل کے فاصلے پر چراٹ روڈ سے ملا کرتی تھی) وہاں جاتے ہوئے راستے میں اس نے دیکھا کہ کھیتوں میں ایک شخص منہ پر ڈھاٹا باندھے ایک جگہ چھپ کر بیٹھا ہے۔ عبدالحمید کو راستے ہی میں اس کے ماموں ایک گاڑی میں آتے ہوئے مل گئے۔ ماموں نے جب اس شخص کو دیکھا تو اس سے باز پرس کی اور شناخت پر معلوم ہوا کہ وہ تو اس کا چچا ہے جو بقول اس کے عبدالحمید کی حفاظت کی خاطر وہاں چھپا بیٹھا تھا کیونکہ لوگ اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کو سن کر ان کی والدہ نے بیٹیوں اور عبدالحمید کو فوراً ماموں کے ساتھ پشاور روانہ کر دیا۔

تیسرے روز 11 فروری 1966ء کی صبح کو مکرم رستم خان شہید فجر کی نماز کے لئے کھیتوں کی طرف سے گزر کر مسجد جا رہے تھے تو راستے میں انہیں پہلے سے منصوبہ بندی کے تحت چند لوگوں نے گھات لگا کر شہید کر دیا۔ گھر میں فائر کی آواز سنائی دی تو ان کی بیگم یہ آواز سن کر باہر کی طرف بھاگیں۔ پیچھے سے رستم خان شہید کے بھائیوں نے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ پہلے سے چوکنا تھیں اس لئے ان کو دھکا دیکر باہر نکل گئیں۔ گاؤں سے باہر جانے والی پگڈنڈی پر انہوں نے اپنے شریک حیات کو خون میں لت پت پایا۔ دشمن اپنا کام کر چکا تھا اور ان کا خاوند راہ مولیٰ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر چکا تھا۔ دشمن اب بچوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے لیکن وہ تو وہاں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔

ان کی اہلیہ محترمہ صالحہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا صبر اور جرأت سے نوازا تھا۔ شہید کے بھائیوں نے انہیں ترغیب دی کہ کسی کا نام لیکر رپورٹ درج کر دو۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔ تم سب لوگ راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے خاوند کی لاش پشاور لے جاؤں گی اور وہاں جماعت کے لوگ اسے دفن کریں گے۔ ایک بیوہ کی دلجوئی کی بجائے

گاؤں والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اس کو یہیں دفنا دو، لیکن انہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا:

''آج میں اپنے خاوند کی لاش یہاں سے لے جا رہی ہوں۔ کسی میں ہمت ہے تو روک کر دکھائے۔ یاد رکھنا جس سچائی کو رستم خان نے پایا تھا میں اور میری اولاد اس سے مُنہ موڑنے والے نہیں ہیں۔''

تمام لوگوں نے کہا کہ یہ عورت پاگل ہوگئی ہے اور بڑی بڑی باتیں کرتی ہے۔

اگلے دن وہ اپنے بھائیوں کی مدد سے شوہر کی میت کو پشاور لے آئیں اور وہاں پشاور کے احمدیہ قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ نماز جنازہ مکرم شمس الدین خان صاحب مرحوم امیر جماعت صوبہ سرحد نے ادا کی۔ اس موقع پر کسی نے تدفین سے قبل غسل دلانے کا ذکر کیا تو شمس الدین خان صاحب مرحوم نے نہایت جوش سے روتے ہوئے بآواز بلند فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ایک شہید ہے اور شہید کو غسل نہیں دیا جاتا۔

یہاں ان کی اہلیہ مکرمہ صالحہ بیگم صاحبہ مرحومہ کا ذکر نہ کرنا تشنگی کا باعث ہوگا۔ انہوں نے صبر، جرأت، بہادری اور ہر طرح کے حالات میں خدا تعالیٰ پر توکل کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔ شوہر کی شہادت کے بعد بے حد نامساعد حالات میں تمام بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور دوران تربیت اپنے اور اپنے بچوں کی عزت نفس پر حرف نہ آنے دیا۔ ان کو خدا تعالیٰ پر بے انتہا توکل تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو قبولیت دعا کی نعمت سے نوازا تھا۔ صاحب رویاء وکشوف تھیں۔ آپ کی وفات 5 مارچ 1984ء کو راولپنڈی میں اپنے بیٹے کرنل عبدالحمید خٹک کے ہاں ہوئی۔ (نوٹ: آپ کی تاریخ وفات جلد اوّل میں 1983ء درج ہے جو صحیح نہیں ہے۔ آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی۔

ان کی سیرت پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دو خطبات میں تفصیلی ذکر فرمایا ہے اور رستم خان شہید کو اپنے خطبہ جمعہ (بسلسلۂ شہدائے احمدیت) میں خلافتِ ثالثہ کا پہلا شہید قرار دیا۔

دشمنوں کا انجام

ایک سال کے اندر اندر ان کا ایک بھائی جو قتل کی سازش میں پیش پیش تھا اور ان کے بیٹے عبدالحمید کو قتل کرنے کی کوشش کر چکا تھا، ایک پراسرار بیماری سے جاں بحق ہوا اور موت سے قبل لوگوں کو کہتا رہا کہ عبدالحمید کو بلاؤ، میں نے اس سے بات کرنی ہے۔ کچھ عرصہ بعد ان کا اکلوتا بیٹا کوہاٹ سے پشاور آتے ہوئے پولیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ باقی سب سازشی بھی ایک ایک کر کے عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ایک معتبر گھرانے کو احمدیت کی دشمنی کے نتیجہ میں بکھیر دیا۔ رستم خان شہید کے خاندان کو خدا تعالیٰ نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے نوازا۔

رستم خان شہید کے پس ماندگان

شہید نے صالحہ بیگم مرحومہ اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

❁ بڑی بیٹی شمیم اختر صاحبہ کرنل نذیر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور شکاگو، امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ ❁ بیٹا لیفٹیننٹ کرنل عبدالحمید خٹک الیکٹرانک انجینئر ہے اور ٹورانٹو، کینیڈا میں رہائش پذیر ہے۔ ❁ دوسری بیٹی رقیہ بیگم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اہلیہ ہیں اور شکاگو امریکہ میں مقیم ہیں۔ ❁ تیسری بیٹی نکہت ریحانہ ناصر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور یہ شکاگو میں رہتی ہیں۔ ❁ چوتھی بیٹی ناہید سلطانہ لیفٹیننٹ کرنل اویس طارق کی اہلیہ ہیں اور ٹورانٹو کینیڈا میں رہتی ہیں۔ ❁ پانچویں بیٹی یاسمین عذرا ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب کی اہلیہ ہیں اور یہ بھی شکاگو امریکہ میں رہتی ہیں۔

○

محمد سعید اور بشیر احمد ولد فردوس خان آف ترناب کی شہادت

مکرم فردوس خان آف ترناب کے چار بیٹوں میں سے دو بیٹوں نے جام شہادت نوش کیا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مکرم فردوس خان کو احمدیت کی خاطر متعدد ابتلاء پیش آئے اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ اس میں ثابت قدم رہے اور اپنے خاندان کے لئے نہائت اعلیٰ مثال قائم کی جس کے نتیجہ میں بعد میں ان کی اولاد نے بھی اس مثال کو زندہ رکھا۔

مکرم محمد سعید اور مکرم بشیر احمد کی شہادت کے متعلق جو تفصیل معلوم ہوئی اس سے پتہ ملتا ہے کہ نومبر ۱۹۶۵ء میں دونوں نوجوان اپنے کھیتوں میں گنے کی فصل پر کام کر رہے تھے کہ وہاں پر چند افراد آئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن ان میں سے ایک شخص جس کا نام داؤد تھا اس نے فوراً پستول نکال کر فائرنگ کر دی جس سے یہ دونوں نوجوان موقعہ پر وفات پا گئے۔ بعد میں یہ افراد اللہ اکبر کا نعرہ مارتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی قابل فخر مذہبی فریضہ سرانجام دیا ہو۔ در حقیقت اس علاقہ میں ایک مولوی شہزاد نامی ملاں تھا جو جماعت کے خلاف لوگوں کو اکساتا رہتا تھا۔ غالباً اسی نے اس نوجوان کو ان احمدی نوجوانوں کے قتل کے لئے آمادہ کیا تھا۔ دو جوان بچوں کی شہادت کوئی معمولی امر نہ تھا لیکن فردوس خان اور اس کے خاندان نے نہ صرف صبر کیا بلکہ احمدیت کا سچا نمونہ پیش کیا۔

جب کورٹ میں ان بچوں کے متعلق مقدمہ چل رہا تھا تو آپ کے وکیل نے فردوس خان سے کہا کہ وہ کورٹ میں یہ ذکر نہ کرے کہ یہ قتل مذہبی دشمنی کی وجہ سے ہوا ہے بلکہ یہ بیان دے کہ یہ زمین کے جھگڑے وغیرہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ وکیل کا موقف یہ تھا کہ اس طرح مجرموں کو

سزا ہو سکے گی۔لیکن فردوس خان نے یہ جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا اور نہایت ہمت اور جرأت سے کورٹ میں یہ بیان دیا کہ یہ قتل احمدیت کی دشمنی کی بناء پر ہوا ہے۔اس موقعہ پر فردوس خان کی سفید داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ جج اس سچ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے کورٹ کے دروازے وغیرہ بند کرنے کا حکم دیا اور قاتلوں کی گرفتاری کے متعلق فیصلہ دے دیا۔

دو جواں سال بچوں کی شہادت تمام خاندان کے لئے انتہائی غمناک سانحہ تھا۔خاص طور پر ان شہداء کی بوڑھی والدہ شیریں بی بی نے نہ صرف صدمہ پر صبر کا اظہار کیا بلکہ بڑی ہمت سے یہ کہا کرتی تھیں:''میں نے اپنے دو بیٹے احمدیت کے لئے قربان کئے ہیں۔''

ان شہداء کی نماز جنازہ امیر جماعت مکرم خان شمس الدین خان صاحب نے پڑھائی جس کے بعد ان کی تدفین احمدیہ قبرستان مردان میں ان کے کپڑوں میں ہی کر دی گئی۔

(از: شبانہ احمد۔پوتی مکرم فردوس احمد خان صاحب)

○

مکرمہ مریم سلطانہ صاحبہ

اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب شہید سے انٹرویو

اس کتاب کی جلد اوّل میں مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب کی شہادت کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں ان کی اہلیہ محترمہ مریم سلطانہ صاحبہ کا ایک انٹرویو جو مکرم رفیع خان صاحب نے لیا ہے اور روز نامہ الفضل کی 14 دسمبر 2013ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے شائع کر رہے ہیں۔ ایک شہید کی بیوہ کی یہ داستان نہایت ایمان افروز ہے۔ خاص طور پر جن ظالموں نے ڈاکٹر صاحب کو احمدیت کی بناء پر ظلم کا نشانہ بنایا ان کے اخروی زندگی میں عذاب کے سوا خود اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے جس عذاب سے دو چار کیا وہ انتہائی طور پر سبق آموز ہے۔

ہمارے سوالوں کے جواب میں محترمہ مریم سلطانہ نے بتایا کہ ان کے والد کا نام عنایت اللہ افغان تھا۔ ان کے شوہر ڈاکٹر محمد احمد ابن میر خان باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے۔ اس وقت ان کی عمر 72 برس ہے اور ان کی شادی جنوری 1949ء میں لاہور میں ہوئی۔ شادی کے آٹھویں برس 24 سال کی عمر میں چار بچوں کے ساتھ بیوہ ہو گئیں۔ 29 جون 1957ء کو ان کے شوہر کو شہید کر دیا گیا۔

الفضل 3 جولائی 1957ء میں ان کی وفات کی خبر چھپی اور حضور پُرنور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ 30 جولائی 1994ء کے خطاب ''احمدی خواتین کی قربانیوں کی دل گداز داستان'' میں ان کا ذکر فرمایا وہ اپنے شوہر کی وفات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میرے شوہر ٹل ضلع کوہاٹ میں عرصہ چار، پانچ سال سے پریکٹس کرتے تھے جو مریض بھی ان کے پاس آتے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ شفایاب ہوتے۔ ان کو احمدیت کا تعارف کرواتے، دعوت حق

دیتے، خدا تعالیٰ کے فضل سے مالی حالات بہت بہتر تھے۔ مقامی لوگ اور ملازمین عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ زندگی پرسکون گزر رہی تھی کہ قریبی گاؤں المارہ میں مخالفت شروع ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ ایک روز ایک آدمی تانگہ پر آیا اور کہا کہ مریض سخت تکلیف میں ہے ہمارے ساتھ چلیں۔ تقدیر کے فیصلے سے بے خبر ڈاکٹر صاحب بشرط زندگی واپسی کا کہہ کر چل دیئے۔ دوپہر تک واپسی نہ ہوئی تو فکر ہوئی سہ پہر کو بازار میں شور اٹھا معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی وفات کی روح فرسا خبر شہر والوں کو (وہاں کے دستور کے مطابق) ڈھنڈورا پیٹ کر دی جارہی تھی۔

معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب المارہ گاؤں کے علاقہ وزیری پہنچے تھے کہ سڑک سے اتار کر ان کو گولی ماردی گئی۔ ارد گرد تین چار لوگوں کا پہرہ لگا دیا کہ کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچے۔ اب لاش منگوانے کا مرحلہ آیا ان لوگوں کا لاش دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ شہر کے سرکردہ لوگوں نے تعاون کیا اور میت گھر لے آئے۔ میں کبھی شوہر کی خون میں لت پت لاش دیکھتی اور کبھی چار معصوموں روتے بلکتے بچوں کو، فیصلہ نہ کرپاتی کہ کیا کروں۔ کوئی غمگسار نہیں، کوئی اپنا نہیں، کوئی دلاسہ دینے والا نہیں، کوئی مشورہ دینے والا نہیں، میں اکیلی عورت جہاں غیر مردوں سے بات کرنا بھی غیرت کا مسئلہ بن جاتا ہے کیا کرتی۔ آخر فیصلہ کرلیا کہ چاہے جان چلی جائے مگر میں جان قربان کرنے والے موصی کو اس کے مقام تک پہنچاؤں گی۔ میں نے ان کو کہا کہ میں اس گندی زمین پر دفن نہیں کروں گی کچھ بھی ہوجائے میں ان کو ہر صورت میں لے کر جاؤں گی۔ گاؤں والوں نے جرأت کا یہ بیباک مظاہرہ دیکھا تو لاش لے جانے کی اجازت دے دی۔ اور ساتھ دوسرے انتظامات میں بھی مدد کی۔ میں غم کی ماری ہوئی خوفزدہ عورت، چار ڈرے سہمے بچے اور سارا علاقہ غیروں کا خدا تعالیٰ کا فضل اور دعائیں مانگتے ہوئے وہاں سے بذریعہ ٹرک روانہ ہوئے۔ جہاں تک علاقہ غیر تھا سارا راستہ خوف میں گزرا کہ اب گولی آئی کہ اب گولی آئی۔

اللہ تعالیٰ نے مدد کی پہلے ''کوہاٹ'' اور وہاں سے نخلہ جا پہنچے جہاں ان دنوں حضور کی رہائش تھی۔ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ازراہ شفقت نماز جنازہ پڑھائی مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں سے میت ربوہ لائے اور یہاں بہشتی مقبرہ میں ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

شوہر کے قتل کے بعد اپنے خسر خان میر خان صاحب کے ساتھ جا کرٹل میں قاتل کی کھوج کا فیصلہ کیا وہاں گئی تو ہر چیز لُٹ چکی تھی۔ لوگ مال غنیمت سمجھ کر سب کچھ لوٹ کر لے گئے وہاں کے سرکردہ لوگوں سے قاتل کی کھوج کے لئے مدد مانگی مگر وہاں تو سب کچھ ایک سازش کے تحت ہوا تھا کون مدد کرتا علاقہ غیر میں قتل ہوا تھا۔ گورنمنٹ کچھ نہیں کر سکتی معاملہ جرگہ میں پیش کیا جرگہ نے فیصلہ دے دیا کہ وہ ایک کافر اور قادیانی تھا اس لئے واجب القتل تھا اس لئے اس مظلوم کا قتل جائز قرار پایا۔ جرگہ نے چھوڑ دیا لیکن خدا تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے قاتل اور اس کا ایک ساتھی پاگل ہو گئے نیم برہنہ حالت میں گلیوں اور اس کے مکینوں نے ان کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔ اس اندھیر نگری کے تیسرے ساتھی پر بیوی اور بھتیجے کے قتل کا مقدمہ ہوا اور جو بلا کر لے گیا تھا وہ بھائی کے ہاتھوں بیوی بچوں سمیت قتل ہو گیا۔ ساری بستی میں سرسامی بخار کی وباء پھیل گئی۔ اس طرح وہ سارے کیفر کردار کو پہنچے۔

بیوہ ہوجانے، لُٹ جانے کے علاوہ باری باری تین جوان بھائیوں کی موت کا صدمہ بھی میرے مقدر میں تھا۔ کوئی وسیلہ نہ رہا، رشتہ داروں کی مالی حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ میری مدد کر سکتے۔ اس لئے میں نے حضرت چھوٹی آپا کی مدد سے فضل عمر سکول میں ملازمت کر لی۔ تقریباً تین سال وہاں کام کیا۔ بیمار ہوگئی کام چھوڑنا پڑا۔ گھر میں منیاری کا سامان کپڑے فروخت کرنے کے لئے رکھے۔ کپڑے سلائی کا کام شروع کیا۔ اس طرح بچوں کی روزی کا سامان کرتی رہی لیکن چار معصوموں کا ساتھ، نہ خاوند کا آسرا، نہ بھائی کا سہارا، بیوگی، بیچارگی ماں باپ کی غموں کے بوجھ سے جھکی ہوئی کمریں، اور ان کی بھیگی ہوئی آنکھوں کی التجائیں، میں نے مجبور ہو کر

دوسری شادی کے لئے حامی بھر لی۔ بیوگی کے چار سال بعد شادی ہوئی کچھ عرصہ بعد شوہر کی ملازمت چلی گئی، دوسرے شوہر میرے بچوں کا اخراجات اٹھانے سے قاصر، اس لئے مجھے خود ان بچوں کو پالنا تھا۔ سو میں نے چنیوٹ سے مڈوائف کورس کیا سند ملنے پر کام شروع کر دیا۔ اس طرح ساری زندگی اپنے بچوں کو رزق حلال کھلایا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کی بیوی اور اس کی اولاد کی حیثیت سے مجھ پر اور میری اولاد پر اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضل اور احسانات ہیں۔ یہ احساس کبھی نہ ہوا کہ یہ بچے یتیم ہیں۔ یہ اپنے اپنے گھروں میں خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں دینی اور دنیاوی دونوں کے لحاظ سے بہترین، ان کو اس طرح دیکھتی ہوں تو اپنے غم، اپنی محنت اور تمام زخموں کو بھول جاتی ہوں جو آج پھر کھل گئے ہیں۔

ان کی داستان ان کے چھلکتے ہوئے آنسوؤں اور میری نم آنکھوں کے ساتھ ختم ہوئی۔

(مکرمہ مریم سلطانہ صاحبہ کا انٹرویو۔مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ۔14 دسمبر 2013ء)

مکرم میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید وطن

جماعت احمدیہ صوبہ خیبر پختونخوا کے بہت سے افراد کو خدا تعالیٰ نے وطن عزیز کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق دی۔ جن میں سے میجر مصلح الدین، میجر افضال احمد، مکرم منیر احمد صاحب اور میجر قاضی بشیر احمد صاحب کا ذکر جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے۔

مکرم قاضی مسعود احمد صاحب شکاگو نے اپنے بھائی قاضی بشیر احمد صاحب کے قدرے تفصیلی حالات تحریر کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''میرے بڑے بھائی قاضی بشیر احمد صاحب یکم ستمبر 1926ء کو حضرت قاضی محمد یوسف ؓ صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مردان اور پشاور میں حاصل

کی ۔ پھر حضرت والد صاحبؓ نے ان کو قادیان ان کے بڑے بھائی قاضی محمد احمد کے ساتھ حصول تعلیم کے لئے بھیجا۔ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قرب میں اور ان کی پاک صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضور سے ایک خاص رشتہ مؤدت کا قائم ہوا جو ساری زندگی غالب رہا۔ جب بھی جلسہ سالانہ پر جانے کا موقع ملتا اور فوج سے رخصت ملتی تو سٹیج پر حضرت مصلح موعودؓ کی حفاظت خاص کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے۔

1947ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان سے لاہور ہجرت کی اور رتن باغ میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے دفاع قادیان کے لئے رضا کاروں کی تحریک کی۔ حضرت والد صاحبؓ نے اپنے دونوں بیٹوں کو بھی پیش کیا۔ حضور نے تعریفی سندیں دے کر ان کو واپس بھیجا۔

برادرم قاضی بشیر احمد صاحب نے افواج پاکستان میں کمیشن لیا۔ آپ نے اپنی ذہانت محنت اور دلآویز شخصیت کی وجہ سے جلد اچھا نام پیدا کر لیا۔

برادرم مکرم کو خدا تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا کیا تھا۔ جو چیز ایک دفعہ پڑھ لیتے پھر بھولتے نہ تھے۔ وسیع مطالعہ تھا اور انداز گفتگو نہایت دلنشین تھا۔ خوش لباس، خوش مزاج، اور ہر محفل کی جان تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی عطا کیا تھا اور حضرت مصلح موعودؓ کی طرز پر پرسوز آواز میں تلاوت کرتے تھے۔

آپ کی شادی ستمبر 1958ء میں مکرم محمد خواص خان صاحب کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی۔ جن سے تین بچے پیدا ہوئے۔ ان بچوں کی شادیاں بعد میں ہوئیں۔ بڑی بیٹی کی شادی برادرم محمد عالم خان (ریٹائرڈ کرنل) سے اور چھوٹی بیٹی کی شادی مکرم بریگیڈیئر سید نصیر احمد شاہ صاحب کے چھوٹے بیٹے سلیم شاہ صاحب سے ہوئی۔

آپ کا بیٹا قاضی مبشر احمد ماہر امراضِ قلب ہے۔ الحمد اللہ مکرم قاضی صاحب مرحوم کی تمام اولاد احمدیت کی خادم اور فعال رکن ہیں۔

برادرم قاضی بشیر احمد صاحب 1965ء میں رن کچھ کے معرکہ کے بعد کئی ماہ تک فرنٹ لائن پر رہے۔ بالآخر جنرل اختر حسین ملک صاحب کی اعلیٰ عسکری قیادت میں چھمب جوڑیاں کے محاذ پر یلغار کرتے ہوئے دشمن کے ایک شیل کا ٹکڑا لگنے سے موقع پر شہید ہوگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

صلہ شہید کیا ہے تب وتاب جاودانہ

آپ کی شہادت 5ستمبر 1965ء میں ہوئی۔ جبکہ آپ کی عمر 39 سال تھی۔ یہ امر عجیب ہے کہ آپ کی پیدائش، شادی اور شہادت ماہ ستمبر میں ہوئی۔

(تحریر منجانب مکرم قاضی مسعود احمد صاحب شکاگو)

○

مکرم فاروق احمد خان صاحب نائب امیر پشاور کی المناک وفات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 27مارچ2015ء میں مکرم فاروق احمد خان صاحب کی المناک وفات کا ذکر فرمایا اور جنازہ غائب پڑھایا۔اس قسم کی حادثاتی موت کو بھی سیدنا آنحضرتؐ نے ایک قسم کی شہادت قرار دیا ہے۔خدا تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ان کے متعلق حضور نے خطبہ کے آخر میں فرمایا:

''فاروق احمد خان صاحب مکرم محمود احمد خان صاحب کے بیٹے تھے۔یہ شوریٰ کے بعد ربوہ سے پشاور جا رہے تھے۔گاڑی کا ٹائر برسٹ ہوگیا جس کی وجہ سے حادثہ پیش آیا اور چکوال کے قریب گاڑی سے باہر سڑک پر آ گرے جس کی وجہ سے زیادہ چوٹیں آئیں۔ ہائی وے پولیس نے ان کو فوری طور پر چکوال ہسپتال پہنچایا لیکن جانبر نہ ہوسکے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

فاروق صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا احمد گل صاحب کے ذریعہ سے ہوا۔جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔لیکن خلافت ثانیہ میں یہ غیر مبائعین میں چلے گئے ۔ بعد میں فاروق خان صاحب نے خود 1989 میں بیعت کی اور جماعت احمدیہ مبائعین میں شامل ہوئے۔پھر اس کے بعد ان کے دو بھائیوں نے بھی بیعت کر لی۔1954 میں یہ پیدا ہوئے تھے۔مائننگ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کی، پھر حکومت کے مائننگ

ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے رہے۔ 1965 میں ایک احمدی خاندان میں ان کی شادی ہوئی۔ بڑے ملنسار، نیک سیرت شریف النفس تھے۔ جماعت احمدیہ پشاور کے سیکرٹری اصلاح وارشاد کی حیثیت سے بھی انہوں نے کام کیا۔ مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بھی اللہ تعالیٰ صبر اور صوحلہ عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ، دو بیٹے بعمر 25 سال اور 17 سال اور ایک بیٹی سوگوار ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 مارچ 2015ء)

مکرم ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ پاکستان کا دردناک قتل

جماعت احمدیہ کی طرف سے تعزیت

مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب جو سرحدی لیڈر خان عبدالغفار خان کے بھائی تھے لاہور میں 9 مئی 1958ء چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیئے گئے۔ اس المناک سانحہ پر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے صدر مملکت سکندر مرزا صاحب، وزیر اعظم فیروز خان نون گورنر مغربی پاکستان اختر حسین اور مرحوم کے بیٹے اور بھائی کو مندرجہ ذیل تعزیتی تار ارسال کیا:

''ڈاکٹر خان صاحب مرحوم کا دردناک حادثۂ قتل شدید صدمہ کا باعث ہوا۔ ان کی وفات ایک قومی نقصان ہے۔ جماعت احمدیہ اس خوفناک المیہ پر گہرے رنج و الم کا اظہار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح اور اس بلند مقصد کو جن کی خاطر وہ تمام عمر جدوجہد کرتے رہے، اپنی رحمت سے نوازے۔ براہ کرم ہماری طرف سے

پر خلوص ہمدردی اور دلی تعزیت قبول فرمائیں۔‘‘

(ناظر امور خارجہ صدر انجمن احمدیہ)

اسی طرح جماعت کے اخبار ’’الفضل‘‘ نے ایک خصوصی اداریہ سپرد قلم کیا:

’’ڈاکٹر خانصاحب کا بے دردانہ قتل فی الواقعہ ایک نہایت ہی سخت قومی سانحہ ہے جس کے لئے جتنا بھی افسوس کیا جائے تھوڑا ہے۔ آپ نہایت نیک دل انسان تھے۔ مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ نہایت سادہ طبع اور ہر قسم کے تکلف سے بری تھے۔ ملنسار تھے اور آپ کی نظر میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں تھی اور نہ آپ کے دل میں کسی قسم کا تعصب ہی راہ پاتا تھا۔ کوئی ہو کہیں ہو آپ ہر وقت سب سے مل لیتے تھے۔

جہاں تک قومی خدمت کا تعلق ہے پاکستان بننے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ اس میں بھی کسی سے کم نہیں رہے۔ آپ نے چند ہی دنوں میں ملک وقوم کے دل میں اپنا اعتماد پیدا کر لیا تھا۔ آپ کے سیاسی خیالات سے خواہ کوئی کتنا ہی اختلاف رکھتا ہو مگر آپ کا بڑے سے بڑا سیاسی حریف بھی یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ آپ قومی خدمت میں مخلص نہیں تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آپ نے ایسے وقت میں سہارا دیا جب ملک کی سیاسی کشتی سخت طوفانوں میں گھری ہوئی تھی اور باوجود معمر ہونے کے آپ نے کام سے کبھی دل نہیں چرایا تھا اور نہ آپ نے مخالفانہ تنقید کی کبھی پرواہ کی......ہم اس فعلِ شنیع کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملزم یا ملزمان کو جو بھی تحقیقات سے ثابت ہوں ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ اس قسم کا واقعہ اس سرزمین میں ظہور پذیر نہ ہونے پائے۔‘‘

○

مخالفین احمدیت کا عبرتناک انجام

افغانستان کی تاریخ کا سبق آموز ورق

ہم جلد اول میں حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی دردناک شہادت کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس شہادت پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب 'تذکرۃ الشہادتین' میں فرمایا تھا:

''شہزادہ عبداللطیف صاحب کے لئے شہادت مقدر تھی سو وہ ہو چکی۔ اب ظالم کے ظلم کی پاداش باقی ہے۔''

سرزمین کابل میں اس غیر معمولی ظلم وستم اور بربریت کی جو کاروائی کی گئی اس کے تمام کردار جو شہید مرحوم کی شہادت میں ملوث تھے وہ کس طرح خدائی غیظ و غضب کا نشانہ بنے اس کی کچھ تفصیل مکرم مولوی فضل الٰہی انوری صاحب نے ایک مضمون میں جو روزنامہ الفضل 30 اپریل 2014ء میں شائع ہوا ہے بیان کی ہے۔ جماعت احمدیہ کے ان معصوم افراد کی شہادت کے نتیجہ میں الٰہی انتقام لوگوں کے لئے عبرت کا نشان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان اس وقت سے شدید بدامنی اور ظلم وستم کے عذاب میں بدستور گرفتار ہے۔ کاش معاندین احمدیت اور صداقت اس سے سبق حاصل کر سکیں۔

(مرتب)

امیر عبدالرحمن عتاب الٰہی کی زد میں

حضرت مسیح موعودؑ نے 1896ء میں امیر کابل امیر عبدالرحمن کو فارسی زبان میں ایک خط بھجوایا تھا جس میں حضورؑ نے اپنے دعاوی کا ذکر فرماتے ہوئے اسے دعوت دی کہ ملک کے سربراہ کی حیثیت سے وہ دین کی حمایت میں آپ سے تعاون کا ہاتھ بڑھائے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کی مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور اس کی عمر اور زندگی میں برکت بخشے گا۔ اس پر بجائے اس کے کہ وہ اس کا کوئی جواب دیتا، اس نے اپنی طاقت کے نشہ میں خط پڑھ کر کہا:

''اینجا بیا'' جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ یہاں آ کر دیکھ کہ تیرا کیا حشر ہوتا ہے۔

ہوا یہ کہ سرزمین کابل کے ایک بزرگ شخص صاحبزادہ عبداللطیف جو ریاست میں کئی لاکھ کی جاگیر کے مالک ہونے کے علاوہ علمی اور دینی لحاظ سے بھی کابل کے بہت بڑے عالم مانے جاتے تھے انہیں کسی طریق سے پتہ چلا کہ ہندوستان میں کسی شخص نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چونکہ وہ خود بھی ایک باخدا اور عالم انسان تھے اور آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا اور اس اعتبار سے آپ قرآن و حدیث پر اچھا عبور رکھتے تھے، وہ جان چکے تھے کہ مہدی کے ظہور کا وقت آ چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دو بہترین قریبی شاگردوں، مولوی عبدالرحمن اور مولوی عبدالجلیل کو قادیان بھیجا تا کہ وہ مہدی کے اس دعویدار کے بارہ میں معلومات لے آویں۔

یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ انہیں یقین ہو گیا کہ بانی سلسلہ احمدیت حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سچا ہے۔ چنانچہ جب مولوی عبدالرحمن صاحب 1900ء میں آخری بار قادیان جانے لگے تو انہوں نے ان کے ہاتھ اپنی بیعت کا خط لکھنے کے علاوہ حضورؑ کی خدمت میں تحائف کی صورت میں کچھ خلعتیں بھی بھجوائیں۔ اس دوران عبدالرحمن والی افغانستان کو پتہ چلا کہ ایک شخص قادیان سے ہو کر آیا ہے اور وہاں ایک مدعی نبوت کا مرید ہو گیا ہے تو اس نے مولوی عبدالرحمن صاحب کو بلوا بھیجا اور پھر اطلاع درست ثابت ہونے پر انہیں گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔

حضرت مولوی عبدالرحمن صاحبؓ جب کچھ عرصہ تک تو قید و بند میں رہے۔ پھر ایک دن اسی امیر کابل کے حکم سے ان کا گلا گھونٹ کر انہیں شہید کر دیا گیا۔ یہ سانحہ 1901ء کی ابتداء میں ہوا۔ اس سے قبل امیر عبدالرحمن حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے حق میں گستاخی کا کلمہ منہ سے نکالنے کے بموجب مورد غضب الٰہی تو بن ہی چکا تھا، اب آپ کے مریدوں کو یوں بہیمانہ طور پر قتل کرنے کی پاداش میں اس پر جو الٰہی وبال پڑا اس کی تفصیل ایک انگریز سوانح نگار مسٹر فرینک مارٹن نے اپنی کتاب بزبان انگریزی بعنوان (Under The Absolute Amir) میں یوں بیان کی ہے:

''اسی سال یعنی 10 ستمبر 1901ء کو اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کے نتیجے میں اس کا دایاں پہلو بالکل بیکار ہو کر رہ گیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ ہندوستان اور افغانستان کے ماہر اطباء اور حاذق حکماء کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود اسے کوئی افاقہ نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس اس کی حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ نہ وہ اُٹھ سکتا تھا نہ پہلو بدل سکتا تھا اور نہ بات کر سکتا تھا۔ گویا وہ جو ظاہری مردانہ حسن کا پیکر سمجھا جاتا تھا چند دنوں کے اندر اندر ایک مشت استخواں بن کر رہ گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نہ صرف وہ چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو گیا بلکہ اس کا دماغ بھی متاثر ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ایک یہ بیماری بھی اسے لگ گئی کہ اس کے پاؤں سے ایک نہایت خطرناک بو اُٹھنے لگی جو اتنی شدید تھی کہ کوئی بھی اس کے کمرے میں آ کر زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ بالآخر قریباً ایک ماہ تک شدید کرب اور اذیت میں مبتلا رہنے کے بعد وہ راہی ملک عدم ہو گیا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کی سنگساری

امیر عبدالرحمن کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا امیر حبیب اللہ خان کابل کے تخت شاہی کا وارث بنا۔

حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب کی شہادت سے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کا ایک حصہ پورا ہو چکا تھا جس میں آپ کو دو بکریوں کے ذبح ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ الہام کے الفاظ یہ

تھے۔شاتان تذبحان.....علم تعبیر الرویا میں شاۃ سے مراد نہایت بےضرر، مطیع اور فرمانبردار قسم کا انسان ہوتا ہے۔اس عبارت سے الہام کے الفاظ گویا اس امر پر دلالت کررہے تھے کہ آپ کی جماعت میں دو ایسے افراد راہ مولیٰ میں قربان کئے جائیں گے جو بالکل بےقصور، بےضرر اور حکومت کے فرمانبردار ہوں گے۔

اب اس الہام کے دوسرے مصداق کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ امیر حبیب اللہ کے کابل کے تخت شاہی پر بیٹھنے کے دوسرے سال جب حج کا موسم آیا تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ حج پر جانے کے لئے تیار ہوگئے۔مگر آپ جب امیر حبیب اللہ خان سے رخصت لینے کے بعد لاہور پہنچے (یہ آخر اکتوبر 1902ء کی بات ہے) تو یہ معلوم ہونے پر کہ ہندوستان میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑنے کی وجہ سے حکومت ترکیہ نے ہندوستان سے حج پر جانے والے زائرین پر پابندی لگادی ہے، آپ حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کے لئے قادیان چلے گئے۔

قادیان پہنچنے پر جب آپ نے پہلی بار حضرت امام الزمانؑ کو دیکھا تو آپ پر وارفتگی کا عالم طاری ہوگیا۔اِدھر حضرت مسیح موعودؑ نے بھی آپ کے اندر رشد اور ہدایت کے آثار دیکھ لئے۔ چنانچہ وہ منظر جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اس کی کیفیت حضرت مسیح موعودؑ نے یوں بیان فرمائی ہے:

> ''جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوتا ہے۔ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 ص 10)

قادیان میں آپ کا قیام کم وبیش تین ماہ رہا۔اس عرصہ کے دوران آپ کے قلب صافی پر

وارد ہونے والی روحانی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''ان چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میری پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک کا بھی میرے ساتھ کیا بعض نشانات بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے۔ ان تمام براہین اور انوار اور خوارق کے دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے اور طاقت بالا ان کو کھینچ کر لے گئی۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 10)

صاحبزادہ صاحب قادیان اور اہل قادیان سے رخصت ہونے کے بعد اپنے وطن خوست جاتے ہوئے پہلے بنوں پہنچے۔ وہاں ایک دو روز قیام کرنے کے بعد آپ خوست کے لئے روانہ ہو گئے۔ خوست سے آگے کابل جانے سے قبل آپ نے پہلے امیر حبیب اللہ خان کو خط لکھ کر اس امر سے مطلع کرنا چاہا کہ آپ حج پر کیوں نہیں جا سکے اور یہ کہ وہ اس دوران قادیان جا کر ایک ایسے شخص کے مرید ہو گئے ہیں جو خدا کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی مبعوث ہوا ہے۔ صاحبزادہ صاحبؓ کا خط پڑھتے ہی امیر کابل کے تیور بگڑ گئے۔ چنانچہ آپ کے کابل پہنچتے ہی آپ کو حراست میں لے لیا گیا اور پھر ایک من چوبیس سیر وزنی زنجیروں میں جکڑ کر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس سخت اذیت کی حالت میں آپ پورے چار ماہ رہے۔ اس دوران امیر حبیب اللہ خان نے آپ کو کئی بار کہلا بھیجا کہ اگر آپ اپنے اس عقیدہ سے باز آ جائیں اور توبہ کر لیں تو آپ کو پھر وہی عزت اور عظمت دے دی جائے گی جو آپ کو پہلے حاصل تھی۔ مگر یقین اور وفا کی اس آہنی چٹان کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ آپ کا ہر بار یہی جواب تھا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کی خدا تعالیٰ نے مجھے قوت بخشی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہی قادیان میں ظاہر ہونے والا مسیح موعودؑ اور مہدی معہود ہے۔ آخری بار آپ کا جواب یہ تھا کہ چونکہ میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہوں، آپ ان سے جو میرے مخالف ہیں میری

بحث کرائیں۔اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو جو چاہیں مجھے سزا دیں۔

یہ مباحثہ جس میں آٹھ مفتیوں کی ایک جیوری مقرر کی گئی اور جس کا سربراہ جلالپور جٹاں (ضلع گجرات کا ایک قصبہ) کا رہنے والا ایک پنجابی ڈاکٹر عبدالغنی تھا، مباحثہ تحریری طور پر ہوا مگر عوام کو کچھ پتہ نہ لگنے دیا گیا کہ دونوں اطراف سے کیا کیا دلائل دیئے گئے ہیں بلکہ خود امیر کو بھی ان دلائل کو پڑھنے کا موقع نہ دیا گیا۔ پھر مباحثہ کے دوران آٹھ سپاہی ننگی تلواریں تانے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے سر پر کھڑے رہے اور اس طرح آپ کو مسلسل اذیت اور نفسیاتی دباؤ میں رکھا گیا۔ عام سرکاری عدالتوں میں بھی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ملزم پر جرم ثابت ہونے سے پہلے کسی قسم کا دباؤ ڈالا جائے یا اسے کسی ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مباحثہ ابھی ختم نہ ہوا تھا اور نہ فتویٰ جاری کیا گیا تھا کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے ان سے نعرہ بازی کروائی گئی اور انہیں کہا گیا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں، امیر کوئی فیصلہ آپ کی مرضی کے خلاف نہیں کرے گا۔

اس سارے ڈھونگ کے پیچھے دراصل سردار عبدالرحمن کے بھائی سردار نصر اللہ خان کا انتقامی جذبہ کام کر رہا تھا۔اسے آپ پر یہ شکوہ تھا کہ سابق امیر کابل کے مرنے پر اس کو تخت شاہی سے محروم کر کے کیوں اس کے بھائی یعنی سردار عبدالرحمن کو امیر کابل بنایا گیا ہے (شاہی دستار بندی کی یہ رسم صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کے ہاتھوں سرانجام پائی تھی) اس کے ساتھ اگر اس امر کو بھی شامل کر لیا جائے کہ جو کفر کا فتویٰ تیار کیا گیا اس میں جیوری کے آٹھ ممبران میں سے صرف دو نے اس پر صاد کیا تھا اور وہ دونوں ممبران سردار نصر اللہ خان کے زیر اثر افراد میں سے تھے تو سردار نصر اللہ خان کی عیاری کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

اب اگرچہ واقعات یہی بتا رہے تھے کہ اس نام نہاد فتویٰ کے پیچھے سردار نصر اللہ خان کا ہاتھ ہے تاہم یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ سردار حبیب اللہ خان اس میں سراسر بے قصور تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس وقت کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسے بالفاظ ذیل اس سارے معاملہ میں

قصوروار ٹھہرایا ہے۔

''اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خود جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مقتضا خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہر حال افتاں وخیزاں اس مجلس میں جاتا اور نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں اس کو دبایا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے ہوجاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب ڈال کر اس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کرتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 55)

اس فتویٰ کے نتیجہ میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کو عوام کے ایک بھاری مجمع کی موجودگی میں سنگسار کر دیا گیا۔ پہلا پتھر مرحوم پر ملاں عبدالرزاق نے چلایا جو کابل کے شرعی محکمہ کا قاضی القضاء تھا اور یہ وہی تھا جس نے اس فتویٰ پر آخری دستخط ثبت کئے تھے۔

مرحوم کی یوں دردناک وفات کا سن کر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جن الفاظ میں اس صدمہ کا اظہار فرمایا، ان سے آپ کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''ہائے وہ معصوم اس کی نظر کے سامنے بکرے کی طرح ذبح کیا گیا اور باوجود صادق ہونے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

گیا۔ نیز فرمایا:

''ہائے افسوس! آسمان کے نیچے یہ بڑا ظلم ہوا کہ ایک بیگناہ معصوم باوجود صادق ہونے کے، باوجود اہل حق ہونے کے، باوجود اس کے کہ وہ ہزارہا معزز لوگوں کی شہادت سے تقویٰ اور طہارت کے پاک پیرایہ سے مزین تھا، اس طرح بے رحمی سے محض اختلاف مذہب کی وجہ سے مارا گیا۔'' (روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 56)

اور پھر کابل کی سرزمین پر بہائے جانے والے اس خون ناحق کے نتیجہ میں فرمایا:

''شاہزادہ عبد اللطیف کے لئے (شہادت) مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کی پاداش باقی ہے۔''

اِنَّهٗ مَنۡ يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ○ (طٰہٰ: 75)

افسوس کہ یہ امیر زیر آیت

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا○ (النساء: 94)

داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا کا خوف نہ کیا اور مومن بھی ایسا کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لا حاصل ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 60)

اب ان عبرتناک نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا نشانہ وہ لوگ بنے جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں مرحوم پر ظلم ڈھانے میں حصہ لیا۔

کابل میں ہیضہ کی وبا کا پھوٹ پڑنا

مرحوم کی شہادت کے معاً بعد سارے کابل میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی اور اموات کا ایک ایسا ہیبت ناک سلسلہ شروع ہو گیا کہ خود کابل کے لوگ زبان حال اور قال سے پکار اُٹھے کہ یہ

سب مصیبت مرحوم کی ظالمانہ شہادت کے نتیجہ میں وارد ہوئی ہے۔ روزانہ تین تین، چار چار سو لوگ مرنے لگے۔ خود سردار نصر اللہ خان جو اس المیہ کا محرک اعظم تھا، اس عذاب الٰہی سے بری طرح متاثر ہوا۔ چنانچہ اس نے ہیضہ کے خوف سے اپنے آپ کو شاہی محل کے اندر محبوس کر لیا۔ باہر سے آنے والوں پر بھی پابندی لگا دی گئی تا کہ ہیضہ کے جراثیم محل کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ لیکن خدا کی تقدیر کو بھلا کون روک سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس کی چہیتی بیوی ہیضہ کا شکار ہوئی اور ایک ہی دن بیمار رہ کر دم توڑ گئی۔ اس سے سردار نصر اللہ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ نیم پاگل سا رہنے لگ گیا۔ اس کی اس حالت کا نقشہ مسٹر فرینک مارٹن نے اپنی کتاب Under the Absolute Amir میں یوں کیا ہے:

> اس کی بیوی جب ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی تو اس کے غم میں اس کی حالت نیم پاگل جیسی ہو گئی۔ وہ اپنے بارہ میں بھی خوف محسوس کرنے لگا۔ اس خوف کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ملک کا ایک بااثر اور ممتاز عالم (یعنی حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید۔ ناقل) اپنی سنگساری سے قبل امیر کے دربار میں یہ پیشگوئی کر چکا تھا کہ ان کی وجہ سے ملک پر ایک بھاری آفت آئے گی جس سے خود امیر اور سردار نصر اللہ متاثر ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر اور سردار نصر اللہ اس قدر خوفزدہ تھے کیونکہ انہیں اپنی یقینی موت نظر آ رہی تھی۔
>
> ابھی سردار نصر اللہ خان اپنی بیوی کی موت کے صدمہ سے جانبر نہ ہونے پایا تھا کہ اس کا جوان بیٹا بھی ہیضہ سے بیمار ہو کر مر گیا۔ اس دوہرے صدمہ سے اس کی رہی سہی طاقت بھی جواب دے گئی۔ اب اُسے نہ کھانے پینے کی ہوش رہی نہ اوڑھنے بچھونے کی۔ اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئیں اور وہ دن رات اپنی موت کا انتظار کرنے لگا۔

ڈاکٹر عبدالغنی کا عبرت ناک انجام

سردار نصر اللہ کے بعد دوسرا بڑا مخالف جس نے حضرت مرحوم کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری کرنے میں کلیدی رول ادا کیا تھا وہ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے ایک پنجابی ڈاکٹر عبدالغنی تھا۔ یہی اس مباحثہ کا سرپنچ بنایا گیا تھا جس کے منحوس فیصلہ کی بنا پر مرحوم کی سنگساری کا حکم نافذ کیا گیا۔ اس کے عبرتناک انجام کی تفصیل یوں ہے کہ وہ افغانستان کا ڈائریکٹر تعلیمات تھا۔ اس کے علاوہ وہ امیر اور اس کے شہزادگان کا انگریزی زبان کا اتالیق بھی تھا۔ واقعہ کے بعد اس نے اپنی اس حیثیت کے بل بوتے پر امیر کابل سے ایک نائٹ سکول کھولنے کی اجازت حاصل کر لی جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ اس میں عمر رسیدہ ملازمین محکمہ جات کو دو گھنٹہ کے لئے پولیٹیکل سائنس کا مضمون پڑھایا جائے گا۔ اس کے ساتھ انہیں انگریزی زبان بھی سکھائی جائے گی۔ پولیٹیکل سائنس کے مضمون کی آڑ میں ڈاکٹر عبدالغنی نے بادشاہ اور جمہوریت کے فوائد اور نقصانات کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا شروع کیا کہ شخصی حکومت کا تختہ الٹ کر کس طرح جمہوریت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے اور اس پر کلاس میں باقاعدہ بحث کرائی جاتی۔ اس کا اس سے کیا مقصد تھا۔ یہ تو معلوم نہیں البتہ اسے یہ خوف ضرور پیدا ہوا کہ اگر اس کا پتہ امیر کو چل گیا تو سب کی شامت آجائے گی۔ چنانچہ اس نے اس مضمون میں دلچسپی لینے والے طلباء سے عہد لیا کہ وہ اس راز کو اپنے تک ہی محدود رکھیں گے۔ اس عہد میں یہ بھی شامل تھا کہ اگر کسی پر شک ہو جائے کہ وہ اس راز کو فاش کر دے گا تو اسے جان سے مار دیا جائے گا۔

اب ڈاکٹر عبدالغنی کی اس کلاس میں ایک طالب علم ایسا بھی تھا جو شاہی محل کے اندر شہزادگان کی تعلیم پر مامور تھا۔ اس کی ذاتی رہائش بھی شاہی محل کے ایک حصہ میں تھی۔ اس کے بارے میں کسی طرح یہ شک پیدا ہو گیا کہ وہ اس راز کو فاش کر دے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالغنی نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ آ کر اپنی پوزیشن واضح کرے۔ وہ طالب علم چونکہ جانتا تھا کہ اس کی صفائی کی کوشش

ناکام ہونے کی صورت میں اسے موت کا سامنا کرنا ہوگا اس لئے وہ بجائے اپنی صفائی پیش کرنے کے وہ سیدھا سردار نصر اللہ خان کے پاس چلا گیا اور اس کو نائٹ سکول کا سارا حال بتا دیا۔ سردار نصر اللہ خان اسے سردار حبیب اللہ خان کے پاس لے گیا۔ جب امیر حبیب اللہ خان نے یہ کہانی سنی تو اس طالب علم کو اس نے محل کے اندر ہی نظر بند کر دیا اور خود خفیہ تحقیق شروع کرا دی۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اس طالب علم کی رپورٹ درست ہے تو اس نے نائٹ سکول پر چھاپہ ڈلوا کر ڈاکٹر عبد الغنی سمیت طالب علموں کو گرفتار کر لیا۔ نائٹ سکول کو فوراً بند کر دیا گیا اور پھر ایک ایک طالب علم کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ ڈاکٹر عبد الغنی چونکہ برطانوی شہری تھا وہ موت سے بچ گیا مگر اسے عمر قید کی سزا دے کر زندان میں ڈال دیا گیا۔

اس طرح پر ڈاکٹر عبد الغنی کے زوال کے دن شروع ہو گئے۔ وہ خود تو خدا کے غضب کے نیچے آ ہی چکا تھا اس کی اگلی تان اس کی بیوی پر ٹوٹی۔ وہ اس ڈر سے کہ کہیں اسے بھی گرفتار نہ کر لیا جائے، اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کابل سے بھاگ نکلی۔ مگر جونہی وہ افغانستان کی سرحد پار کر کے لنڈی کوتل پہنچی تو اسے موت نے آ لیا۔ یہاں اس کا نہ کوئی عزیز تھا، نہ رشتہ دار۔ پھر جو ساری زندگی کا اثاثہ تھا، وہ بھی کابل میں رہ گیا تھا۔ چنانچہ شہر کے لوگوں نے اسے لاوارث سمجھ کر صدقہ وغیرہ سے رقوم جمع کر کے اس کی تدفین کی۔

خدا کے غضب کی تیسری لاٹھی ڈاکٹر عبد الغنی پر اس کے نوجوان بیٹے کی اچانک موت کی صورت میں ٹوٹی۔ اس کا بیٹا جس کا نام عبد الجبار تھا۔ ایک دن بازار سے سودا سلف خرید رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آ کر اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس طرح پر اس کے باپ کو قید زندان میں اپنے جواں سال بیٹے کی موت کا صدمہ بھی سہنا پڑا جس سے اس کی اپنی حالت زندہ درگور کی سی ہوگئی۔

خود ڈاکٹر عبد الغنی کا اپنا حشر یہ ہوا کہ گیارہ سال جیل کے اندر گلنے سڑنے کے بعد اسے جلا

وطن کر دیا گیا۔ یعنی اسے نہایت کسمپرسی کی حالت میں ہندوستان کی سرحد پر چھوڑ دیا گیا اور اس طرح وہ گمنامی اور ذلت سے دوچار ہوتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوا۔

عبدالرزاق قاضی کا حشر

اس خونی ڈرامے کا تیسرا کردار ملا عبدالرزاق قاضی تھا جو ملک میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز اور ملائے حضور کے لقب سے سرفراز تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس کے منحوس ہاتھوں نے مرحوم کے سنگسار کئے جانے کے فتویٰ پر آخری دستخط کئے تھے۔ پھر یہی وہ بدبخت تھا جس نے مرحوم پر پہلا پتھر چلا کر اس معصوم پر سنگساری کا آغاز کیا تھا۔ اس کا یہ حشر ہوا کہ ایک دن امیر کابل کی سواری جارہی تھی۔ قاضی عبدالرزاق بھی اس سڑک پر مگر سڑک کی دائیں جانب چل رہا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ چلنے والے سڑک کی بائیں جانب چلا کریں۔ چنانچہ سڑک پر متعین سپاہی نے اسے روکا اور بائیں جانب چلنے کو کہا۔ وہ اسے اپنی ہتک سمجھتے ہوئے سپاہی سے الجھ پڑا۔ اتفاق سے امیر عبدالرحمٰن نے بھی یہ ماجرا دیکھ لیا۔ اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قاضی عبدالرزاق پر ایک ہزار روپیہ جرمانہ کر دیا جائے۔ یہ سزا پانے کے بعد وہ ملک سے ایسا غائب ہوا کہ کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ تاہم امیر امان اللہ والی افغانستان کے عہد میں وہ پھر کسی طرح ملک میں آ گیا لیکن اب کی بار اس سے پھر کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جس کی وجہ سے امیر نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں اور پھر حکم دیا کہ بستہ بند مجرموں کی طرح وہ روزانہ آ کر حاضری دیا کرے۔ آگے اس کا لڑکا قاضی عبدالواسع جو اس کا جانشین بنا وہ بھی قہر خداوندی سے بچ نہ سکا اور وہ اس طرح ہوا کہ کچھ سال بعد کسی شخص نے اس پر حملہ کر کے اسے نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔

(تحریر: محترم مولوی فضل الٰہی انوری صاحب۔ مقیم جرمنی)

○○

چند مرحومین کا ذکر خیر

مکرم عبدالغفور خان صاحب (صوبیدار)

مکرم صوبیدار عبدالغفور خان صاحب آف ٹوپی ۹۱ سال کی عمر میں ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں وفات پا گئے۔آپ مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب شہید کے بیٹے تھے۔جنہیں ایک رویاء کی بناء پر احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۴۷ء کے پرآشوب دور میں اپنے آپ کو بطور درویش حفاظت مرکز پیش کرنے کی سعادت پائی اور ۱۹۴۸ء تک وہاں رہے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ربوہ آ گئے اور ۱۹۵۸ء تک نائب افسر حفاظت اور پھر افسر حفاظت کی حیثیت سے خدمات بجا لاتے رہے۔آپ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، دعا گو صاحب رویا و کشوف، نڈر اور دلیر انسان تھے۔نظام جماعت اور خلفائے احمدیت سے عشق اور وفا کا تعلق تھا۔نیز اپنی اولاد کو بھی خلافت سے مضبوط تعلق اور وابستگی کی تلقین کیا کرتے تھے۔پس ماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(تاریخ وفات ۱۲ جنوری ۲۰۱۴)

مکرمہ امۃ المجیب بیگم صاحبہ

مکرمہ امۃ المجیب بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صوبیدار عبدالغفور صاحب مرحوم اپنے خاوند کی وفات کے تقریباً ایک سال کے عرصہ میں 24 دسمبر 2014 میں وفات پا گئیں اور ڈیٹرائٹ میں احمدیہ قبرستان میں اپنے خاوند کے پہلو میں دفن ہوئیں۔آپ موصیہ تھیں اور تمام زندگی اپنے خاوند کی

جماعتی خدمات میں ان کی ممد و معاون رہیں۔ آپ ٹوپی جماعت کے مشہور بزرگ شخصیت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی صاحبزادی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ آپ نے ان سب بچوں کی اعلیٰ تربیت کی اور وہ سب ماشاء اللہ جماعتی خدمات میں مصروف ہیں۔ مرحومہ 10 مئی 1925ء میں ٹوپی میں پیدا ہوئیں تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو عین جوانی میں لیلۃ القدر کے بابرکت نورانی نظارہ سے بھی نوازا تھا۔

مکرمہ امتہ الرشید طاہرہ صاحبہ

مکرمہ امتہ الرشید طاہرہ صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری ناصر صاحب مرحوم پشاور) ایک مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ آپ کو لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ پشاور کی فعال کارکنہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ حلقہ فقیر آباد کی صدر لجنہ بھی رہیں۔ اسی طرح سیکرٹری مال کی حیثیت سے بڑی بڑی محنت سے ساتھ خدمات بجالاتی رہیں۔ اپنے سب بچوں کی بہت اچھے انداز میں تربیت کی۔ مرحوم موصیہ تھیں۔ پس ماندگان میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ ان کے ایک پوتے مکرم حماد احمد صاحب اس وقت امریکہ میں بطور مربی سلسلہ خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔ (تاریخ وفات ۳۰ نومبر ۲۰۱۳ء)

مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب

مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب امیر ضلع راولپنڈی۔ آپ نے بنوں شوگر مل میں عرصہ ۹ سال رہے۔ ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن بنوں کے ڈی۔سی نے آپ کو اطلاع دی کہ آج رات مولویوں نے آپ کے گھر کو جلانے کا منصوبہ بنایا ہے اور درخواست کی آپ آج اپنی فیملی کو لے کر یہاں سے کم از کم ایک ہفتہ کے لئے کہیں چلے جائیں کیونکہ ان کے لئے امن وامان قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ فضل الرحمن صاحب نے ڈی سی کو کہا کہ اگر تو یہ امن وامان کی ضرورت ہے تو میں

اس کو انا کا مسئلہ نہیں بناؤں گا۔ جہاں تک خوف کی بات ہے تو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ آپ مع اپنے بچوں اور بوڑھے والدین کے صرف چند جوڑے کپڑوں میں نکلے۔ ساتھ میں پولیس کی گاڑی اور اپنی گاڑی تھی۔ گھر کی چابیاں ملازمین کے حوالے کیں جنہوں نے کچھ عرصہ بعد سارا سامان بحفاظت پہنچا دیا۔ اس کے بعد انتظامیہ نے آپ کی پوسٹنگ پی ایم ڈی سی میں کر دی اور آپ نے راولپنڈی میں رہائش اختیار کی۔

مکرم بشیر الدین احمد صاحب

آپ حضرت مولانا چراغ دین صاحب مربی سلسلہ پشاور ہزارہ ڈویژن کے بڑے صاحبزادے تھے۔ کامل اطاعت کا نمونہ تھے۔ بچوں کی بڑی اچھی تربیت کی۔ وفات کے وقت مرحوم کی عمر ۸۰ برس تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے مکرم بریگیڈیر علیم الدین صاحب، مکرم سفیر الدین صاحب، مکرم فاتح الدین صاحب، مکرم تقی الدین صاحب۔ دو بھائی مکرم منیر الدین صاحب لندن۔ مکرم نصیر الدین صاحب کینیڈا۔ پانچ بہنیں مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری شریف احمد صاحب مرحوم حال کینیڈا۔ مکرمہ نسیم بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نسیم احمد صاحب مرحوم حال لندن۔ مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری لطیف احمد صاحب ناروے۔ مکرمہ مبشرہ صاحبہ اہلیہ مکرم بشارت احمد صاحب مرحوم امریکہ اور مکرمہ امۃ المبین صاحبہ اہلیہ مکرم نصیر احمد صاحب مرحوم کینیڈا سوگوار چھوڑی ہیں۔

(تاریخ وفات ۹ فروری ۲۰۱۲ء)

مکرم خلیل احمد خان صاحب ابن مکرم خان محمد خواص خان صاحب

مکرم خلیل احمد خان صاحب ریٹائرڈ ایگزیکٹو انجینئر تھے۔ آپ حضرت میر احمد صاحب کے نواسے اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے داماد تھے۔ لمبا عرصہ پشاور جماعت کی مجلس عاملہ

کے ممبر رہے۔اور نہایت اخلاص اور فدائیت سے خدمت بجالانے کی توفیق پاتے رہے۔چھوٹی عمر سے ہی نماز باجماعت کے پابند، بہت سادہ مزاج ،دعا گو غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے مستعد رہنے والے اور خلافت سے والہانہ لگاؤ رکھنے والے مخلص انسان تھے۔مرحوم موصی تھے۔(تاریخ وفات ۱۹ جولائی ۲۰۱۲ء)

مکرم عبدالرحمن خاکی صاحب ماسٹر

آپ پیشہ تدریس سے وابستہ ہو کر کئی ایک شہروں میں مقیم رہے۔شروع میں کوہاٹ میں ملازم ہوئے۔احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔

(تاریخ بیعت ۱۹۱۱ء وفات ۱۹۷۴ء)

مکرم خورشید عالم بٹ صاحب

مکرم خورشید عالم بٹ صاحب ائیر ہیڈ کوارٹرز پشاور میں بطور ہیڈ کلرک ملازم تھے۔آپ کا تعلق پنجاب (گوجرانوالہ) سے تھا۔آپ نے سال 1934ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔بڑے ملنسار، مخلص اور فعال ممبر جماعت تھے۔آپ کے ایک فرزند مکرم لطیف عالم بٹ صاحب نے مورخہ 15 اکتوبر 2014ء کو کامرہ ضلع اٹک میں شہادت کی توفیق پائی۔فالحمدللہ۔

مکرم پروفیسر ڈاکٹر مرزا اقبال احمد صاحب مرحوم۔میڈیکل سپیشلسٹ

آپ محترم مولوی مرزا غلام نبی صاحبؓ کے پوتے اور مکرم مرزا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم آف کراچی کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔وفات سے لگ بھگ دس برس قبل مستقلاً نوشہرہ کینٹ خیبر پختونخوا میں آباد ہو گئے تھے لہٰذا اس ذکر کے مستحق ہیں۔آپ نوشہرہ میں کچھ عرصہ زعیم مجلس انصاراللہ رہے جبکہ وفات سے قبل چند سالوں سے بحیثیت صدر جماعت احمدیہ نوشہرہ

خدمات کی توفیق پا رہے تھے۔آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔آپ ایک جہاندیدہ، صاحب علم، بردبار اور نرم مزاج شخص تھے۔احمدیہ علم الکلام کا خاصا علم رکھتے تھے جسے نجی محافل اور دعوت الی اللہ میں برموقع استعمال کرتے۔آپ ایک کامیاب اور ہردلعزیز ڈاکٹر تھے۔آپ کی وفات پر سینکڑوں کی تعداد میں غیر از جماعت افراد نوشہرہ، مردان، پشاور وغیرہ کے دور دراز علاقوں سے تعزیت کے لئے آئے۔آپ 16 جون 1939 کو پیدا ہوئے تھے اور 25 جنوری 2015ء کو وفات پائی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرمہ عنایت بیگم صاحبہ اہلیہ سکواڈرن لیڈر مکرم قاضی محمد شفیق صاحب

محترمہ عنایت بیگم صاحبہ جماعت رسالپور چھاؤنی سے تعلق رکھتی تھی۔آپ کے دادا حضرت قاضی فضل الٰہی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے ۳۱۳ کبار صحابہ میں سے تھے۔آپ کے والد قاضی محمد لطیف صاحب بھی رفقاء میں سے تھے۔آپ کا گھر جماعتی مرکز کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔بہت مہمان نواز تھیں۔آپ کی تمام اولاد اعلیٰ تربیت کی وجہ سے اپنے اپنے مقام پر خدمات دینیہ میں حصہ لیتے ہیں۔میجر قاضی محمد فاروق (حال صدر جماعت رسالپور)، کرنل قاضی محمد ناصر صاحب اسلام آباد، قاضی محمد نعیم جماعت مہدی آباد (جرمنی)، مکرمہ شاہدہ کلیم صاحبہ امریکہ، مکرمہ ڈاکٹر نائلہ حلیم صاحبہ کینیڈا، مکرمہ خالدہ منیر صاحبہ امریکہ اور مکرمہ افشاں شفیق صاحبہ لاہور پاکستان ہیں۔

مکرمہ پروین اسلم صاحبہ اہلیہ مکرم شمس الدین اسلم صاحب

محترمہ پروین اسلم صاحبہ بنت مکرم ملک فضل کریم خان صاحب مرحوم آف محمد نگر لاہور بعمر ۷۵ سال بقضائے الٰہی امریکہ میں وفات پا گئیں۔مرحومہ کی نماز جنازہ شمشاد احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ نے بیت الحمید چینو امریکہ نے پڑھائی۔مرحومہ موصیہ تھیں اور امریکہ میں مقبرہ موصیان میں مرحومہ کی تدفین عمل میں آئی۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت

مرحومہ کی نماز جنازہ غائب مورخہ ۲۴ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ۱۲ بجے مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔

(تاریخ وفات ۱۳ دسمبر ۲۰۱۳ء)

مکرمہ طاہرہ محمود بیگ صاحبہ اہلیہ مرزا محمود بیگ صاحب حیات آباد۔پشاور

محترمہ طاہرہ محمود صاحبہ محترم مرزا اسلام اللہ صاحب آف قادیان صحابی بانی سلسلہ احمدیہ کی بیٹی اور محترم مرزا عنایت اللہ صاحب مرحوم ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی ہمشیرہ تھیں۔آپ نے پسماندگان میں بیٹے مکرم مرزا عامر سہیل صاحب کے علاوہ خاوند مکرم محمود بیگ صاحب اور ۴ بیٹیاں مکرمہ روبینہ مرزا صاحبہ اہلیہ مکرم زاہد مرزا صاحب ٹورانٹو کینیڈا، مکرمہ نور جہاں مرزا صاحبہ صدر جماعت لجنہ اماء اللہ ہائی فیکس کینیڈا اہلیہ مکرم عبدالرزاق قریشی صاحب صدر جماعت ہائی فیکس کینیڈا، مکرمہ نصرت مرزا صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مالٹن کینیڈا اہلیہ شاہد مرزا صاحب صدر مالٹن جماعت کینیڈا، مکرمہ شاہدہ صاحبہ اہلیہ مکرم سید عرفان احمد صاحب آف سکاربو کینیڈا متعدد پوتے نواسے نواسیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ (تاریخ وفات ۳۰ اپریل ۲۰۱۲ء)

مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب

آپ پیدائشی احمدی تھی۔ والدین کا تعلق نارووال سے تھا۔شادی کے بعد ایک لمبا عرصہ پشاور میں گزارا۔مرحومہ بڑی نیک ملنسار اور سلسلہ کی خدمت گذار تھی۔خاوند کے وفات کے بعد چار بیٹیوں اور چار بیٹوں کی اعلیٰ دینی تربیت کی جو بفضل خدا سلسلہ کے خدمت گزار ہیں۔

(تاریخ پیدائش 1937ء وفات 4 فروری 2013ء عمر تقریباً 76 سال)

مکرم صاحبزادہ الطاف حسین صاحب آف پشاور

آپ ہمدرد، غریب پرور اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔خلافت اور جماعت کے ساتھ ایک اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کے ساتھ بھی بہت محبت اور شفقت

سے پیش آتے۔ اپنے حسن سلوک کی وجہ سے غیر از جماعت احباب میں بھی کافی مقبول تھے۔ آپ مکرم ڈاکٹر رفیع احمد خان صاحبزادہ صاحب واقف زندگی انچارج احمدیہ ہسپتال سویڈ روگھانا کے والد تھے۔ دیگر اولاد میں مکرم ڈاکٹر اقبال احمد صاحبزادہ صاحب یوکے، مکرم صاحبزادہ عارف احمد صاحب پشاور، محترمہ ڈاکٹر عائشہ معظم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد معظم صاحب دبئی اور مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ سلمان عباس خان صاحب یوکے شامل ہیں۔ مرحوم کی اہلیہ مکرمہ تنویر ناز صاحبہ پشاور کی معروف ایڈووکیٹ ہیں۔ (تاریخ وفات 22 مئی 2014 عمر 72 سال)

مکرمہ زرینہ بیگم صاحبہ

آپ کے والد حضرت گل حسن صاحب آف داتہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے، جنہوں نے احمدیت اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد جی صاحب ہزاروی کے ذریعہ قبول کی تھی۔ آپ زندگی کی آخری سانسوں تک خلافت سے وابستہ رہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھا۔ دین کے لئے بڑی غیرت رکھتی تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ صلوٰۃ تسبیح بھی باقاعدگی سے ہر جمعہ پڑھتی تھیں۔ آپ کے تین میں سے دو بھائی احمدی تھے ایک مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہزارہ دوسرے بھائی مکرم احمد حسن صاحب پشاور یونیورسٹی میں رجسٹرار کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کے ایک پوتے حافظ جمیل احمد صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ہری پور ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے مکرم منظور احمد صاحب امیر جماعت ہزارہ ڈویژن، مکرم ذوالفقار احمد صاحب ناظم انصار اللہ ہزارہ ڈویژن اور مکرم حنیف اختر صاحب سابق زعیم انصار اللہ ایبٹ آباد حال آسٹریلیا، 6 پوتے 4 پوتیاں اور دو پڑپوتے اور ایک پڑپوتی یادگار چھوڑی ہیں۔

(تاریخ وفات 23 جون 2014ء عمر 90 سال)

(الفضل یکم اگست 2014ء صفحہ 7)

مکرم انس فاروق چوہدری صاحب

آپ محترم غلام اللہ چوہدری صاحب کے بیٹے تھے جو ایک لمبا عرصہ پشاور یونیورسٹی میں مقیم رہے۔آپ بھی اپنے والد کی طرح عاشق مسیح موعود تھے۔آپ نے چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں جن میں سے تین امریکہ میں ہیں۔مرحوم کی اہلیہ مکرمہ فراست صاحبہ بنت مکرم شیخ محمد اقبال صاحب مخلص احمدی مکرم شیخ محمد حنیف صاحب آف کوئٹہ کی بھتیجی ہیں۔

آپ کے ایک بہنوئی محترم کنور ادریس صاحب پشاور میں پولیٹیکل ایجنٹ رہے ہیں۔اور دوسرے بہنوئی جنرل محمود الحسن صاحب ملک کے مایہ ناز سرجن ہیں۔آپ کی وفات بوجہ ہارٹ اٹیک ہوئی۔(تاریخ وفات 15 جولائی 2014 عمر 63 سال)

مکرم مبشر احمد دہلوی صاحب

آپ جماعت نوشہرہ میں خدمات دینیہ بجا لاتے رہے آپ کے والد مکرم بابو نذیر احمد صاحب سابق امیر جماعت دہلی تھے۔جو تقسیم ملک کے وقت وہاں شہید ہو گئے تھے۔مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔اپنے عزیز رشتہ داروں کو آپس میں ہمیشہ اتفاق اور محبت سے رہنے کی تلقین کرتے اور اس کے لئے کوشش کرتے تھے۔چندوں میں باقاعدہ تھے خلافت سے بہت گہرا اخلاص و وفا کا تعلق رکھتے تھے۔پسماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔(تاریخ وفات 15 جون 2014 عمر 80 سال)

(الفضل 6 جون 2014 صفحہ 7)

مکرم ملک مبارک احمد صاحب

مکرم ملک مبارک احمد صاحب سٹیٹ لائف انشورنس پشاور میں ملازمت کے دوران پشاور میں ایک لمبا عرصہ مقیم رہے۔بعد ازاں ترقی کرتے کرتے انشورنس آف پاکستان کے ایگزیکیٹو

ڈائریکٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ جماعت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ انتہائی سادہ مزاج اور درویش صفت انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ (تاریخ وفات 18 مئی 2014ء عمر 85 سال) (الفضل 6 اگست 2014 صفحہ 7)

مکرم چوہدری منیر احمد صاحب

مکرم چوہدری منیر احمد صاحب ابن مکرم چوہدری محمد حسین صاحب ائیر ہیڈ کوارٹر (Mes Wing) میں بطور اسسٹنٹ انجینئر (AE) ملازم رہے۔ بہت ہی محنتی اور مخلص کارکن جماعت تھے اور مختلف جماعتی شعبہ جات میں خدمات بجالاتے رہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ شاہین کیمپ پشاور چھاؤنی کی صدر لجنہ رہیں۔ آپ کی یادگار ربوہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے مکرم امین الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ ہیں اور اس وقت بطور نائب پرنسپل جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن ربوہ خدمات بجالا رہے ہیں۔ اسی طرح ایک نواسہ مکرم منصور احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ آپ کی وفات کینیڈا (کیلگری) میں ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ (تاریخ وفات 17 اکتوبر 2012ء)

مکرم سردار احمد خان صاحب

صوبہ خیبر پختونخوا میں احمدیت کے نفوذ میں ان اشخاص کا بھی بہت عمل دخل رہا جن کو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اس صوبہ میں محکمہ پوسٹ آفس میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ کیونکہ عام طور پر ان کے نام صوبہ کے اخبارات اور رسائل آتے اور علاقہ کے پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات لازمی طور پر ہوتے۔ اس لئے احمدیت کا تذکرہ بھی چل نکلتا اور اس طرح ان کو بھی سلسلہ کے رسائل پڑھنے کا موقعہ مل جاتا۔ اور کئی سعید فطرت لوگ حلقۂ بگوش احمدیت ہوجاتے۔

صوبہ میں پوسٹ آفس میں ملازمت کرنے والے ایک بزرگ شخص مکرم سردار احمد خان

صاحب تھے۔ آپ کا صوبہ کے متعدد مقامات پر تقرر عمل میں آتا رہا۔ اور جس جگہ بھی آپ کا تقرر ہوتا تو لوگوں میں پہلے ہی یہ خبر مشہور ہوجاتی کہ: ''مرزائی پوسٹ ماسٹر مراغلے ہے۔''

یعنی ایک احمدی پوسٹ ماسٹر آ گیا ہے۔ عام طور پر ایسے افراد کی دین سے مثالی عقیدت اور ایمانداری اور پھر لوگوں سے حسن سلوک خود اپنی ذات میں خاموش مگر بڑی موثر تبلیغ کا کام کر جاتی۔

مکرم سردار احمد خان صاحب کے والد مکرم ماسٹر عبدالعزیز نوشہری کو 1906ء میں بذریعہ خط اور پھر اگلے سال 1907ء میں دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ دراصل آپ نے خواب میں یہ نظارہ دیکھا کہ گویا آسمان سے نور نازل ہو رہا ہے، جس سے آپ کو جستجو ہوئی کہ اس زمانہ کا امام ظاہر ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں میں کافی چرچا پایا جاتا تھا۔ اس بناء پر جب آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم ہوا تو آپ نے بلا تأمل حضورؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس وقت آپ کا بیٹا سردار احمد صرف دو سال کا بچہ تھا۔ تاہم آپ نے اس خط پر اپنے بیٹے کا انگوٹھا بھی ثبت کر دیا۔ اس طرح گو آپ پیدائشی احمدی تھے۔ جب آپ کا بیٹا بڑا ہوا تو آپ کے والد نے آپ کو حصول تعلیم کے لئے قادیان بھیج دیا۔ اس طرح آپ کو دنیوی تعلیم کے ساتھ قادیان کے دینی ماحول سے استفادہ کرنے کا بخوبی موقعہ ملا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کو محکمہ پوسٹ آفس صوبہ سرحد میں ملازمت مل گئی۔ چونکہ صوبہ میں تعلیم یافتہ شخص کو بابو کہہ کر پکارتے تھے۔ اس طرح آپ کے نام کے ساتھ بابو کا اضافہ ہو گیا۔ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کا کئی مقامات پر تقرر ہوتا رہا جن میں سے زیدہ اور حویلیاں قابل ذکر ہیں۔ ہر جگہ آپ کا جماعت کے افراد کے ساتھ رشتہ اخوت و محبت کا تھا۔ چونکہ آپ کے نام سلسلہ کے اخبارات بھی آتے تھے اس لئے ان اخبارات کا تبادلہ دوسرے احباب کے ساتھ ہوتا رہتا اور تربیتی و تبلیغی کام جاری رہتا۔

مکرم سردار احمد خان صاحب کا انتقال بعمر 78 برس 1980ء میں لاہور میں ہوا۔ آپ کے بچوں میں مکرم وسیم احمد فرید صاحب اور دو بیٹیاں مکرمہ سعیدہ سلطانہ صاحبہ اور مکرمہ بشریٰ سلطانہ

صاحبہ ہیں۔ موخر الذکر مکرمہ بشریٰ رحمن صاحبہ اہلیہ مکرم تصویر الرحمن صاحب ہیوسٹن میں مقیم ہیں۔ آپ دعوت الی اللہ اور دیگر جماعتی خدمت میں مصروف رہتی ہیں۔

مکرمہ امتہ الحفیظ خیر البشر صاحبہ

محترمہ ڈاکٹر امتہ الحفیظ صاحبہ کو ایم بی بی ایس کرنے کے بعد پاکستان فوج میں کمیشن ملا اور اپنی سروس کے دوران سابقہ صوبہ سرحد کی تین چھاؤنیوں بنوں، رسالپور اور پشاور میں یکے بعد دیگرے تقرر ہوا جسے آپ نے خدمت خلق کے جذبہ سے بخوبی سرانجام دیا۔

1961ء میں سب سے پہلے آپ کا تقرر بنوں چھاؤنی کے فوجی ہسپتال میں ہوا۔ 1967ء میں رسالپور چھاؤنی میں آپ کا تبادلہ ہوا۔ اس عرصہ میں ان کے خاوند مکرم میجر خیر البشر صاحب کا ایسٹ پاکستان میں تبادلہ ہو گیا۔ آپ نے بھی وہاں اپنے تبادلہ کی کوشش کی لیکن بوجوہ آپ کی پوسٹنگ نہ ہوئی۔ اور اس طرح سے سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے جو مشکلات پیش آ سکتی تھیں، ان سے خدا تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ اس کے بعد 1974ء میں ڈاکٹر صاحبہ اور ان کے شوہر کی اکٹھی پوسٹنگ پشاور چھاؤنی میں ہو گئی۔

محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی ملازمت سے فارغ اوقات میں جماعت کی اور خاص طور پر لجنات کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ رسالپور میں آپ کے بنگلہ میں نماز جمعہ کی ادائیگی ہوتی رہی۔ اسی طرح رمضان المبارک میں تراویح کا انتظام ہوتا تھا۔ مخالفین نے اس پر اعتراض کیا اور اسے بند کروانے کی کوشش کی۔ کمانڈنٹ کو تحریری شکایت کی گئی۔ لیکن کمانڈنٹ عیسائی تھا۔ انہوں نے شکایت گزاروں کو بلا کر سمجھایا اور بتایا کہ ان کا اعتراض غیر موزوں اور غیر ضروری ہے۔ اس طرح وہاں چھ برس تک ڈاکٹر صاحبہ کو یہ سعادت ملی کہ ان کا بنگلہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے استعمال ہوتا رہا۔

(تحریر: محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ۔ بیٹی)

محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت کی بھی توفیق دی۔آپ کے شوہر میجر صاحب نے ان لوگوں کے لئے جن کو قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا تھا، ان کے لئے خود بتانے والا اور تلاوت کرنے والا سسٹم ایجاد کیا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پسند فرمایا۔اس نادر سسٹم کو ایجاد کرنے میں محترمہ ڈاکٹر صاحبہ بھی اپنے شوہر کی دست راست تھیں۔جزاہ اللہ خیراً۔

محترمہ ڈاکٹر صاحبہ نے خدمت دین اور جماعتی خدمات کے جذبہ سے اپنی تمام زندگی بسر کی۔2006ء میں آپ کی وفات کینیڈا میں ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(تحریر: محترم خیر البشر صاحب۔خاوند)

مکرم ملک محمد شریف صاحب

مکرم ملک محمد شریف صاحب ابن حضرت شیخ خدا بخش صاحب لائلپوری رفیق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ائیر ہیڈ کوارٹرز پشاور میں بسلسلہ ملازمت عرصہ تین سال تک قیام پذیر رہے۔آپ جماعت کے ایک مخلص فرد تھے۔خاندانی جذبہ و جوش تبلیغ دین میں طرہ امتیاز رہا۔ انہوں نے زبانی، تقریری اور بذریعہ خطوط اعلیٰ سرکاری افسران کو ہر جہت سے پیغام حق پہنچایا۔ جماعت کی عظمت کا تازہ بتازہ نشانوں سے مخالفین کو بھی اقرار کرایا جس کے نتیجہ میں لوگ ان کے دشمن بن گئے اور ان کو صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔راولپنڈی میں بطور زعیم اعلیٰ اور سیکرٹری اصلاح وارشاد ایک لمبا عرصہ خدمت دین کی توفیق پائی۔وفات سے پہلے بھی کسی مقام پر دعوت الی اللہ کر کے آئے تھے۔راولپنڈی میں گھر پر دل کا دورہ پڑنے سے آپ کی وفات ہوئی اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔اپنی یادگار کے طور پر دو بیٹے و چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔(تاریخ وفات مورخہ 30 جون 1994ء)

(منجانب: مکرم ملک لطیف احمد صاحب ایم۔اے۔ایم۔ایڈ)

مکرم حافظ عطاء الحق صاحب

مکرم حافظ عطاء الحق صاحب ابن حضرت منشی عبدالحق صاحبؓ (کاتب) بسلسلہ ملازمت کئی سال تک نوشہرہ چھاؤنی میں مقیم رہے۔ جماعت نوشہرہ کے نماز مرکز کی تعمیر میں قابل قدر حصہ لیتے رہے۔ آپ مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ریٹائرڈ میجر زبیر خیل صاحب امریکہ کی ایک جماعت کے فعال ممبر ہیں۔

مکرمہ نگہت یوسف صاحبہ

مکرمہ نگہت یوسف صاحبہ (اہلیہ مکرم مرزا یوسف احمد صاحب) موضع بانڈہ، احمد نگر کوہاٹ طویل علالت کے بعد مورخہ 8 اگست 2015ء کو وفات پا گئیں۔ آپ بہت نیک، مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی نماز جنازہ 26 اگست 2015ء کو پڑھائی۔

مکرم محمد معین خان صاحب

آپ انڈین آرمی میں بطور ہیڈ کلرک ملازم تھے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہندوستان سے پاکستان میں رسالپور ملازمت کی۔ آرمی کی ملازمت کے بعد PIA میں ملازم رہے۔ ازاں بعد کینیڈا شفٹ ہوگئے اور یہاں 2002ء میں وفات پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم عنایت اللہ خان صاحب

آپ نے افغانستان سے ہجرت کر کے قادیان میں سکونت اختیار کی۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اپنے داماد مکرم محمد سلیم خان صاحب کے ہاں تقریباً دو سال قیام کیا۔ کچھ

عرصہ بیت الذکر سول کوارٹرز پشاور میں بطور خادم مسجد رہے۔آپ کے بیٹے مکرم رفیق اللہ خان صاحب بھی لمبا عرصہ پشاور ائیر ہیڈ کوارٹرز میں ملازم رہے۔

مکرم محمد اجمل بھٹی صاحب پاڑہ چنار

آپ پاڑہ چنار میں دندان سازی اور حکمت کے ساتھ ساتھ فوٹو گرافی کا کام کرتے تھے جس میں بہت کامیاب رہے۔افغانستان میں بھی ان کا نام کافی مشہور رہا اور تبلیغ کا ذریعہ بنا۔کافی عرصہ صدر جماعت پاڑہ چنار رہے۔نہایت عبادت گزار تھے۔لوگ ان کی ایمانداری اور شرافت کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔جماعتی مخالفت کے دور میں بھی دعوت الی اللہ کا کام جاری رکھا اور متعدد افراد کو آپ کے ذریعہ قبول صداقت کی توفیق ملی۔مہمان نواز بھی بہت تھے، کئی کئی ماہ افغانستان سے آئے ہوئے احمدی مہمانوں کی مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ مالی امداد بھی کرتے تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں مکرم محمود احمد بھٹی صاحب ،مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب اور مکرم احسن بھٹی صاحب نے اُن کے کام کو جاری رکھا۔سال 2007ء میں ان کے گھروں اور کاروبار کو لوٹ مار کے بعد جلا دیا گیا۔جس کے بعد وہ جانیں بچا کر منڈی بہاؤالدین منتقل ہو گئے۔(تاریخ وفات 29 ستمبر 1982ء)

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب ،حضرت مولانا ظفر محمد ظفر صاحب (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ) کے بیٹے تھے۔آپ 1960ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں بسلسلہ ملازمت پاکستان ائیرفورس پشاور میں مقیم رہے۔دوران قیام بحیثیت رکن مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کی مساعی میں بھر پور حصہ لیتے رہے۔آپ انتہائی ملنسار اور ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔1975ء میں پاکستان ائیر فورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ ایران اور ابوظہبی بسلسلہ ملازمت مقیم

رہے۔ان ہر دو ممالک سے واپسی پر آپ کو لمبا عرصہ دفتر انصار اللہ مقامی ربوہ اور دفتر انصار اللہ پاکستان میں بھی خدمات کی توفیق ملی۔

آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ اپنے والد حضرت مولانا ظفر محمد ظفر صاحب کا منظوم کلام ''کلامِ ظفر'' اور قرآن مجید کے متعلق ''معجزات القرآن'' کی تدوین اور اشاعت بھی ہے۔

2011ء میں آپ کینیڈا اپنے بچوں کے پاس شفٹ ہو گئے اور یہیں 15 فروری 2012ء کو بعمر 69 وفات پائی۔آپ کی تدفین بھی کینیڈا میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نیک نمونوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مکرم مولوی جلال الدین صاحب آف پوٹا ول

مکرم مولوی جلال الدین صاحب آف پوٹا ول علاقہ گدوں کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے سے قبل یہ علاقہ غیر کہلاتا تھا۔غالباً آپ وہ واحد شخص تھے جن کو اس علاقہ سے احمدیت قبول کرنے کی سعادت ملی۔اپنے علاقہ میں اکیلے احمدی ہونے کی وجہ سے آپ ہجرت کر کے ٹوپی میں آ گئے تھے۔ٹوپی میں امام الصلوٰۃ تھے اور بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔آپ بڑے عالم اور بزرگ انسان تھے۔آپ کے احمدیت قبول کرنے کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔مکرم بشارت شیر علی صاحب آف ٹوپی نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا اور وفات کے بعد ان کو غسل دینے کی سعادت ملی۔

(تحریر: بشارت شیر علی صاحب)

مکرم عبد العزیز جہانگیری صاحب

مکرم عبد العزیز صاحب کا تعلق مانسہرہ سے تھا۔جون 1973ء میں جماعت پر دردناک مظالم ڈھائے گئے۔آپ کے گھر اور دکان پر حملہ ہوا۔مکرم جہانگیری صاحب کی بڑی ہمت

حوصلہ اور قربانی تھی کہ مانسہرہ میں گھر بار اور بزنس چھوڑ کر اپنے اہل و عیال سمیت راولپنڈی ہجرت کر گئے تھے۔ آپ کی تدفین لندن میں ہوئی۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17 اکتوبر 2012ء کو بیت الفضل لندن میں پڑھائی۔ مرحوم موصی تھے۔ (تاریخ وفات 14 اکتوبر 2012ء)

مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ

مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم غلام سرور خان صاحب شہید آف ٹوپی صوابی 83 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلی احمدی تھیں۔ مرحومہ کے میاں کو 1974ء کے فسادات میں ان کے آبائی علاقہ ٹوپی صوابی میں شہید کر دیا گیا تھا۔ آپ نے میاں کی شہادت کے وقت اور بعد میں بڑی بہادری سے حالات کا مقابلہ کیا اور بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ وقت گزارا۔ خلافت کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ آپ بہت خوش اخلاق، ہر ایک کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آنے والی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(تاریخ وفات 2 فروری 2016)

مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب

مکرم مرزا فضل الرحمن صاحب نے پشاور پاکستان ایئر فورس میں ملازمت کی۔ بہت نیک اور مخلص انسان تھے۔ (تاریخ وفات 15 جنوری 2016 عمر 92 سال)

(روزنامہ الفضل 7 مارچ 2016ء)

مکرمہ امۃ النصیر صاحبہ

مکرمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم محمد صفدر صاحب ڈیرہ اسماعیل خان مورخہ 26 دسمبر 2015ء کو 52 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ آپ حضرت مولوی خدا بخش صاحب بھیروی صحابی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ مرحومہ گزشتہ 6 سال سے صدر لجنہ تھیں۔ احمدی اور غیر احمدی خواتین میں یکساں مقبول تھیں۔ آپ بہت ہمدردی صوم وصلوٰۃ کی پابند، انسانیت کی خدمت کرنے والی خوش اخلاق، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔ (روزنامہ الفضل 21 جنوری 2016ء صفحہ 7)

محترمہ امتہ العزیز بیگم صاحبہ

آپ مکرم خان شمس الدین خان صاحب مرحوم سابق امیر ضلع پشاور وصوبہ خیبر پختونخوا کی اہلیہ تھیں۔ آپ 14 مارچ 2016ء کو 92 سال کی عمر میں پشاور میں وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور آپ کی تدفین ربوہ میں عمل میں آئی۔

آپ کا نکاح مکرم خان صاحب کے ساتھ 1940ء میں حضرت المصلح الموعودؓ نے پڑھایا تھا۔ آپ 1969ء میں مکرم خان صاحب کی آچانک وفات کے بعد بیوہ ہوگئیں تھیں۔ یہ تمام عرصہ آپ نے اپنے مرحوم خاوند کی طرح جماعت اور خاص طور پر لجنہ اماءاللہ کی تعلیم وتربیت میں گزارا۔ آپ لجنہ اماءاللہ پشاور کی کئی سال تک صدر رہیں۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے تین بیٹیوں اور چھ بیٹوں سے نوازا۔ آپ نے ماشاءاللہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی اور وہ سب خلافت اور جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر انوارالدین صاحب گیمبیا میں نصرت جہاں سکیم کے مجاہد تھے۔ آپ کی ایک بیٹی مکرم محمد علی خان صاحب امیر جماعت پشاور کی اہلیہ ہیں۔

محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ

مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب اپنے والد
مکرم عبدالرحیم خان صاحب کے ہمراہ

آپ مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی پہلی اہلیہ اور مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب نائب امیر امریکہ کی والدہ تھیں۔ آپ 13 نومبر 1962ء میں پشاور میں وفات پا گئیں اور احمدیہ قبرستان پشاور میں مدفون ہیں۔

محترم محمودہ بیگم صاحبہ کی والدہ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ بنت حضرت حافظ نبی بخش صاحب آف فیض اللہ چک تھیں جن کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ مرحومہ جماعت کے معروف مبلغ مکرم حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی ہمشیرہ اور مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی خالہ زاد بہن تھیں۔

محترم امتہ الرشید بیگم صاحبہ

آپ مولوی معین الدین صاحبؓ صحابی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد 1963ء میں آپؓ کے عقد میں آئیں۔ آپ کے بطن سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ماشاء اللہ یہ سب بچے جماعت کے خادم اور خلافت سے وابستہ ہیں۔ آپ کی وفات یکم جون 2015ء میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کے بیٹے مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب لاس اینجلس جماعت کے فعال رکن ہیں۔

محترم کیپٹن نعمت اللہ صدیقی صاحب

آپ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین صحابہ

میں سے تھے، کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔اس لحاظ سے آپ مجلس انتخاب خلافت کے ممبر تھے۔آپ کو تین خلفاء کے انتخاب میں حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو لمبی اور فعال زندگی سے نوازا اور 97 سال سے زائد عرصہ حیات رہے۔اپنے امریکہ میں قیام کے دوران سیکرٹری رشتہ ناطہ بھی رہے۔

آپ نے اپنی زندگی کا آخری حصہ اپنے بیٹے مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب کے پاس گزارا۔آپ کی تمام اولاد خادم دین اور خلافت سے وابستہ ہے۔آپ 11 جنوری 2017ء کو وفات پا گئے۔آپ موصی تھے اور آپ کی تدفین ولنگبر و، نیو جرسی کے قبرستان میں ہوئی۔انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم کیپٹن عبدالسلام خان صاحب

آپ مولانا محمد یعقوب خان صاحب سابق ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ نے 27 ستمبر 2016ء کو اپنی اجل مسمی کی تکمیل کے بعد تقریباً 90 سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔آپ بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مرحوم والد کی طرح نظم و نثر کے لکھاری تھے۔آپ نے اپنے شوق سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کئی کتب کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔آپ متعدد زبانوں خاص طور پر بنگالی اور فارسی کے ماہر تھے۔

آپ اپنی سروس کے سلسلہ میں نیوی اور مرچنٹ نیوی ملازم میں رہے۔اسی طرح نیشنل شپنگ کارپوریشن میں کیپٹن کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپ نے دو شادیاں کیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو 8 بیٹوں اور 2 بیٹیوں سے نوازا۔پہلی زوجہ سے آپ کے صاحبزادے مکرم محمد ایوب خان صاحب پرتھ۔آسٹریلیا میں ہیں اور دوسری بیوی سے ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر محمود خان صاحب لاس اینجلز میں مقیم ہیں۔

مکرم پیر عبد الغفار صاحب شاہ باچا، مردان

مکرم پیر عبد الغفار صاحب مردان کے نواحی گاؤں پیرانو ڈاگ کے باسی تھے اور علاقہ کی ایک مشہور روحانی شخصیت پیر مدے شاہ بابا کی نسل میں سے تھے جن کا مزار جلالہ (خیبر پختون خواہ) میں موجود ہے۔ ان کا شجر نسب اسی خاندان کے ایک بزرگ جد امجد پیر مردان شاہ بابا سے جا ملتا ہے جو قریشی النسل تھے۔ اس خاندان میں علاقہ کی کئی نمایاں اور مشہور شخصیات پیدا ہوئیں۔ خیبر پختون خواہ کے ایک سابق ہر دلعزیز گورنر کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔

مکرم پیر عبد الغفار صاحب محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ آپ طبعی اور فطری طور پر شرافت، کم گوئی اور اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل تھے۔ حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ کے ذریعہ احمدیت سے متعارف ہوئے اور شرح صدر نصیب ہو جانے پر زمانہ کے امام کو قبول کرنے کی توفیق پائی۔

آپ کی اہلیہ محترمہ درّانی خاندان میں سے تھیں اور شعبہ تعلیم سے وابستہ تھیں۔

آپ کی اولاد میں مکرم پیر عبد السمیع صاحب مرحوم (سوات)، مکرم پیر عبد الرشید صاحب، مکرم ڈاکٹر پیر انعام جاوید صاحب، مکرم انجینئر پیر نسیم جاوید صاحب اور مکرم ڈاکٹر (ہومیو) پیر طارق سہیل صاحب شامل ہیں۔ آپ مع آل اولاد بفضلہٖ تعالیٰ خلافت احمدیہ سے دل وجان سے وابستہ ہیں۔

(مکرم پیر محمود الرحمٰن صاحب۔ پوتا)

○

صوبہ خیبر پختونخوا میں احمدیوں پر ہونے والے

مظالم کے چند واقعات

مردان میں ایک اور احمدی پر قاتلانہ حملہ

مردان، خیبر پختونخوا۔ (جنوری 2011ء): مکرم وجیہ احمد نعمان صاحب کندھے میں گولی لگنے سے زخمی ہوگئے۔

تفصیل اس واقعہ کی یوں ہے کہ جب مکرم وجیہ احمد نعمان صاحب اپنے تین اور رشتہ داروں کے ساتھ رات کے آٹھ بجے گھر واپس آ رہے تھے تو ایک نامعلوم شخص نے ان پر فائرنگ کر دی اور گلی کے کونے پر کھڑے اپنے ساتھی کے موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ مکرم وجیہ صاحب کو فوراً ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کی حالت سنبھل گئی مگر ڈاکٹروں نے فوری طور پر جسم سے گولی نہیں نکالی ہے۔

مردان کی احمدیہ جماعت گزشتہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اپنی مسجد پر خودکش حملہ سے لے کر مسلسل قیمتی جانوں کی قربانی دیکھ چکی ہے۔ مردان کے مذہبی انتہا پسند اپنی دہشت گردی کی کارروائیوں کے ذریعہ مکرم شیخ عامر رضا صاحب کو گزشتہ سال مورخہ تین ستمبر کو، مکرم شیخ محمود احمد صاحب کو آٹھ نومبر کو اور مکرم شیخ عمر جاوید صاحب کو 23 دسمبر کو شہید کر چکے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 18 مارچ 2011 صفحہ 4)

احمدیوں کے اغوا کے واقعات

داتہ ضلع ہزارہ کے ایک اسیرِ راہِ مولیٰ کی خودنوشت داستان

داتہ کے رہائشی مکرم اظہر رحیم صاحب (حال مقیم آسٹریلیا) جو حضرت احمد جی صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں، آپ داتہ میں مخالفین احمدیت کی برپا کردہ شورشوں اور ان کے بداثرات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''پاکستان بننے کے بعد ہمارا گاؤں مخالفتوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی ہمیں نہایت درجہ اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ۱۹۷۴ء میں جو واقعات ہوئے ہیں وہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں کیونکہ میں اس وقت جماعت ششم کا طالبعلم تھا۔ ہمارے گاؤں میں ہماری حفاظت کے نام پر پولیس تعینات کی گئی تھی جو ہمیں صبح سکول لے جاتی اور تھی اور شام کو واپس گھروں میں پہنچاتی تھی۔ اس دوران گاؤں کی ہماری مسجد جو بہت پرانے وقتوں کی تھی شہید کر دی گئی تھی۔ ہمارے قرآن مجید کے نسخے اور دوسری کتابیں جلا دی گئی تھیں۔ کچھ دکانیں بھی جلا دی گئی تھیں۔ غرضیکہ وہ عرصہ ہمارے لئے ایک قیامت سے کم نہ تھا۔ ہم احمدیوں سے گاؤں والوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ لاؤڈ سپیکر سے ہمارے خلاف روزانہ صبح شام غلط اعتقاد منسوب کر کے لوگوں کو مشتعل کیا جاتا تھا۔ غرض یہ سلسلہ ۱۹۷۴ء سے شروع ہوا اور ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں اپنے عروج کو پہنچا جب کہ ہماری نمازوں، تلاوت قرآن کریم، اذانوں، قربانی، اور دیگر مذہبی شعائر پر ہر قسم کی پابندی لگائی گئی۔ حکومتی سطح پر ہونے کی وجہ سے عوام دلیر ہو گئے تھے اور ہمیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ چنانچہ 14/اگست ۱۹۸۴ء کو گاؤں میں

ہمارے خلاف ایک منظم سازش کے تحت خون خرابہ ہونے کے تحت اور ہمارے سب بالغ مردوں کے خلاف ایف آئی آر کٹ جانے کی وجہ سے ہمیں راتوں رات گاؤں چھوڑنا پڑا اور مختلف راستوں سے چھپتے ہوئے ہم اسلام آباد پہنچے اور وہاں سے پشاور چلے گئے اور ضمانت وغیرہ کروائی اور حالات ٹھیک ہونے پر دوبارہ گاؤں واپس آئے۔

اسی طرح اپریل ۱۹۹۲ء بھی ہم پر قیامت سے کم نہیں گزرا۔ ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' والوں نے گاؤں کے باہر سے امداد منگوا کر ایک بار پھر منظم سازش کے تحت ہمیں تنگ کرنا شروع کر دیا اور اس سارے ڈرامہ کا مرکزی کردار ایک ان پڑھ ملّا خلیل الرحمٰن تھا جو عوام کو لاؤڈ سپیکر پر ہمارے خلاف جھوٹے بہتان اور غلط اعتقادات منسوب کر کے مشتعل کرتا تھا اور عوام سے سوشل بائکاٹ کروایا ہوا تھا تا کہ ہم سے کوئی شخص ان بہتانوں کے جھوٹا ہونے کی بابت معلوم نہ کر سکے۔

خاکسار کے خلاف کافی عرصہ سے مختلف سازشیں کی جارہی تھیں اور خاکسار کے چار کیس زیر سماعت تھے۔ ان کیسوں کے سلسلہ میں خاکسار کو کئی بار جیل جانے کا موقع ملا۔ خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت کے ساتھ حوالات کا بھی چکر کاٹ چکا ہوں۔ ایک کیس میں 64 دن اور دوسرے کیس میں 22 دن جیل میں رہا۔ اس کا بڑا اثر خاکسار کی ملازمت اور اقتصادیات پر براہ راست پڑا۔ خاکسار کی ایک ہمشیرہ کو محض احمدیت کی وجہ سے ایک پرائیویٹ (اسکول فالکن پبلک سکول اینڈ کالج) سے نکال دیا گیا۔ دوسری ہمشیرہ کا تبادلہ (سرکاری سکول) علاقہ غیر میں کیا گیا جہاں مرد بھی جانے سے ڈرتے تھے۔

ہمارے مرد، عورتوں اور بچوں کو پیدل سردی گرمی بارش وغیرہ میں 4 کلومیٹر آنا اور جانا پڑتا ہے۔ سودا سلف مانسہرہ اور ایبٹ آباد سے خرید کر سر پر اٹھا کر کر لانا پڑتا ہے اور اس کے علاوہ گاؤں کے اوباش اور شر پسندوں کی ہوٹنگ کا شکار ہوتے تھے۔ بینروں پر نہایت ہی غلیظ قسم کے

نعرے درج تھے۔ ہمارے گھاس کے پہاڑ جو عموماً تین چار ہزار میں فروخت ہوتے تھے، وہ کسی شر پسند نے جلا کر راکھ کر دیئے۔

خاکسار کو اکتوبر ۱۹۹۲ء میں ڈیوٹی کے دوران ہسپتال کے احاطے سے دس پندرہ لڑکے، جو ختم نبوت یوتھ فورس کے کارکن تھے، زبردستی اٹھا کر لے گئے اور ایک مقامی ہوٹل میں بند کر کے گن پوائنٹ پر احمدیت سے بیزاری کے دستخط کرانا چاہتے تھے اور نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برا بھلا لکھ کر اس پر دستخط لینا چاہتے تھے۔ میرے انکار پر انہوں نے مجھے مارا پیٹا اور دفعہ 151، 107 میں مجھے حوالات میں بند کرا دیا۔ وہاں سے جناب امیر صاحب ہزارہ ڈاکٹر اسلم جہانگیری اور مربی سلسلہ جناب اصغر علی شاہین اور ایبٹ آباد کے قائد صاحب ڈاکٹر ناصر احمد تنولی کی تگ و دو کے بعد ضمانت پر رہائی ہوئی۔ خاکسار کے خلاف احمدیت کی وجہ سے مخالفت میں انتہا ہو گئی تھی جب کہ میرے پورے گھر والوں کے خلاف 298C کا مقدمہ ہائی کورٹ میں چل رہا تھا۔

1991ء میں ہمارے ضلعی امیر صاحب کی اہلیہ کی وفات کے بعد ان کا جنازہ بہشتی مقبرہ لے کر جا رہے تھے تو ان کو منڈی بہاؤالدین کے نزدیک نہر پر جہلم میں حادثہ پیش آیا۔ اس میں ہمارے گاؤں کے چار نوجوان شہید ہو گئے جن میں خاکسار کے حقیقی بڑے بھائی انیس احمد صاحب بھی شہید ہو گئے جو کہ قطعہ شہداء ربوہ میں مدفون ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

داتہ کے احمدیوں کو راہ مولیٰ میں جو قربانیاں پیش کرنے کی توفیق اور سعادت مل رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے سب کو ثبات قدم بخشا ہے۔ تمام احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ قربانیاں قبول فرمائے اور وہ دن جلد لائے جب لوگ سچائی کو پہچان کر قبول کریں۔ آمین۔"

(ہفت روزہ "الفضل انٹرنیشنل" لندن۔ شمارہ ۲۷ر فروری ۱۹۹۸ء تا ۵ر مارچ ۱۹۹۸ء صفحہ نمبر ۱۰)

مکرم ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کا اغوا

واپڈا کالونی، پشاور، 27 ستمبر: مکرم ڈاکٹر نسیم احمد صاحب رات کے ساڑھے نو بجے اپنی اہلیہ کے ساتھ اپنا کلینک بند کر کے گھر لوٹ رہے تھے کہ راستے میں ایک کار ٹیڑھی کھڑی کر کے راستہ روکا ہوا تھا۔ اس کار سے دو آدمی برآمد ہوئے۔ ایک نے مکرم ڈاکٹر صاحب کو گھسیٹ کر کار سے نکالا جبکہ دوسرے نے آپ کی اہلیہ پر اپنا پستول تان لیا۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے نہایت جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پستول پکڑ لیا جس سے گولیاں نشانے پر نہ لگیں اور آوازیں سن کر لوگ موقع پر جمع ہو گئے جس پر یہ اغوا کار بد حواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ خوش نصیبی کی بات یہ ہے کہ حملہ آور ڈاکٹر نسیم صاحب کو معمولی زخمی کرنے کے علاوہ کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

(الفضل انٹرنیشنل 6 جنوری 2012ء صفحہ 16)

مکرم عبد العزیز بشیر صاحب کا اغوا

ہزارہ، صوبہ خیبر پختونخوا 5/ اکتوبر 2015ء یہاں کے رہائشی ایک احمدی عبد العزیز بشیر کو ان کے گھر کے سامنے سے 5 اکتوبر کو اغوا کیا گیا۔ عبد العزیز یہاں پر مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد ہیں اور میڈیکل کالج میں آخری سال کے طالب علم ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ان کے اغوا کاروں کی تعداد چھ بتلائی جاتی ہے جن میں چار افغانی جبکہ دیگر دو کے بارہ میں کہا جا رہا ہے کہ وہ مقامی زبان بولتے تھے۔ انہوں نے عبد العزیز کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ان کے ہاتھوں کو پیچھے سے باندھا اور ایک نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ وہاں پر اغوا کاروں نے دکھی انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے اس معصوم احمدی کو بیلٹوں، ڈنڈوں اور لوہے کے مکوں سے تشدد کا نشانہ بنایا۔ تشدد کے دوران وہ انہیں 'قادیانی' اور 'کافر' کہتے۔ عبد العزیز

نے ان کے سامنے کلمہ طیبہ اور نماز سنا کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت بھی دیا لیکن اغوا کار غالباً بات کو سننا نہیں چاہتے تھے۔

عبد العزیز کو اس وقت فرار کا موقعہ ملا جب اغوا کار ان کو آگے سپرد کرنے کے لئے کسی دوسری پارٹی کے منتظر تھے۔ چنانچہ عبد العزیز اغوا کاروں کے چنگل سے فرار ہوئے اور ایک اُونچی جگہ سے چھلانگ لگا کر ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں کھیت میں کچھ لوگ موجود تھے۔ ان کے مدد کے لئے پکارنے پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اغوا کار معاملہ کو خراب ہوتا دیکھ کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ عبد العزیز نے ٹیلی فون پر اپنے بھائی سے رابطہ کیا جو کہ کچھ لوگوں کے ہمراہ فوری طور پر وہاں پہنچے اور انہیں بخیریت گھر لے گئے۔ اس واقعہ کی رپورٹ پولیس کو درج کروادی گئی ہے۔
(الفضل انٹرنیشنل 15 جنوری 2016ء صفحہ 17)

دھمکی آمیز پمفلٹ

مجلس تحفظ ختم نبوّت پشاور نے احمدیوں کے خلاف ایک پمفلٹ کو چھپوا کر تقسیم کروایا۔ نیز اس پمفلٹ کو سوشل میڈیا کے ذریعے بھی پھیلایا گیا۔ اس پمفلٹ میں پشاور سے تعلق رکھنے والے احمدی ڈاکٹرز کو قتل کرنا 'جہاد' قرار دیا گیا۔ اس پمفلٹ سے کچھ حصے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

'ایک عام مسلمان قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں پر کیسے خاموش سکتا ہے۔'

'کون ہے جو قادیانیوں کی بے لگام زبان پر لگام ڈالے؟'

'اے مسلمان بھائیو! ہماری صفوں میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جن کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ تمہیں گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ لوگ تمہارا غلط علاج کر کے تمہارے ایمان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کی حقیقی سزا 'قتل' کے سوا اور کچھ

نہیں۔ایسے لوگوں کو کھلے عام قتل کرنا جہاد ہے۔'

'یہ لوگ (فہرست میں موجود ڈاکٹرز) اوران کے قادیانی کافر ساتھی ڈاکٹری کے مقدّس پیشہ کی آڑ میں اپنے عقائد کا پر چار کر رہے ہیں۔یہ لوگ دن رات ہماری نئی نسل کے ایمان کو تباہ کر رہے ہیں۔اے مسلمان بھائیو! جاگو اور اپنے فرض کو سمجھو۔'

'پوری کوشش کرو کہ قادیانیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آجاؤ۔'

اس پمفلٹ میں یہ بھی لکھا گیا کہ:

'قادیانی شیزان اور بازید خیلی ڈاکٹر قادیانیوں کی سرگرمیوں کو مالی معاونت دینے میں سرِ فہرست ہیں۔اس کا نتیجہ کیا نکلنا چاہیے؟ تم کس طرح نبی کریم ﷺ سے شفاعت کے طلب گار ہو گے؟'

اس پمفلٹ میں پشاور میں رہنے والے احمدی کاروباری حضرات اور ڈاکٹرز کے نام اوران کے مکمل پتہ جات دیے گئے ہیں۔اس پمفلٹ کے آخر میں پمفلٹ جاری کرنے والی تنظیم کا مکمل نام، پتہ، فون نمبر اور ویب سائٹ کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔

کیا حکومتی انتظامیہ کے لئے شدّت پسندی، نفرت انگیزی اور دہشت گردی کو فروغ دینے والے اس پمفلٹ کو شائع کرنے والے لوگوں تک پہنچنا کسی بھی طرح مشکل ہوسکتا ہے؟ جماعت احمدیہ کی جانب سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس پمفلٹ کے خلاف شکایت پہنچا دی گئی ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 26 فروری 2016 صفحہ 17)

احیائے موتی کا ایک حیرت انگیز نشان

مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب شہید (شب قدر) کے خسر مکرم و محترم ڈاکٹر عبدالرشید خان صاحب نے یکم جون 1996ء کو جماعت احمدیہ ہالینڈ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر شب قدر کے واقعات سے متعلق ایک تقریر فرمائی۔ مکرم ڈاکٹر عبدالرشید خان صاحب اور ریاض احمد صاحب شہید پر نام نہاد مسلمانوں نے جو ظلم توڑے اور جس قسم کے دردناک حالات سے انہیں گزرنا پڑا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فضل فرماتے ہوئے مکرم ڈاکٹر عبدالرشید خان صاحب کو زندگی بخشی یہ داستان بہت ہی درد انگیز بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔ ذیل میں اس تقریر کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ احباب مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف اور ریاض احمد صاحب شہید کے بچوں کو خصوصیت سے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عمر میں برکت دے اور ان کے صبر استقامت اور اخلاص و فدائیت کی ہر دو جہان میں بہتر جزا عطا فرمائے۔ (ادارہ)

''...جس واقعہ کے متعلق میں آپ کو تھوڑے سے Hints ہی بتا سکوں گا کیونکہ وقت بہت کم ہے۔ اس واقعہ پر حضور خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ 14 اپریل 1995ء کو سپین میں تفصیل سے خطبہ دے چکے ہیں اور پروگرام ملاقات میں بھی اور عیدالاضحیٰ پر بھی کافی تفصیل بتا چکے ہیں۔ میں ان پہلوؤں کو بتانے کی کوشش کروں گا جو یا ریکارڈ میں نہیں آسکے یا حضور نے جو خطبے دئے اور واقعات بتائے یا اخبارات کی Cuttings یا رپورٹنگ تھی یا مربیان صاحبان کی رپورٹنگ تھی اس

کے علاوہ ہیں....

ایک دوست تھا۔ دولت خان اس کا نام تھا۔ وہ میرے زیر تبلیغ تھا۔ ہفتے کا دن تھا وہ میرے پاس کلینک میں آیا۔ اُس نے کہا کہ مجھے ربوہ لے کر جاؤ۔ میں نے کہا چلو ابھی چلتے ہیں۔ نہ راستے میں اس نے کوئی بات کی نہ میں نے کی، تو جب ہم ربوہ گئے تو اس نے تمام ربوہ دیکھا۔ دارالضیافت میں ہم ٹھہرے۔ اس نے احمدیت کے بارے میں کوئی بات نہیں کی کہ کیا ہے کیا نہیں ہے۔ تیسرے دن اُس نے مجھے کہا کہ میں بیعت کرتا ہوں۔ تو میں نے اس کو کہا دولت خان آپ نے تین دن ہوئے نہ احمدیت کی میرے ساتھ بات کی نہ کسی عالم سے کوئی بات چیت ہوئی اچانک آپ کے دل میں یہ کیسے آ گیا کہ میں احمدی ہوتا ہوں۔ میں نے کہا احمدی ہونا آپ کا حق ہے بے شک ہو جائیں لیکن یہ احمدیت اتنی آسان نہیں ہے جتنی آپ سمجھتے ہیں۔ یہ لوہے کے چنے چبانے ہیں کیونکہ اس علاقے کو میں جانتا ہوں جس علاقے کا یہ رہنے والا تھا۔ اگر آپ نے بیعت کرنی ہے بے شک کریں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ابھی آپ بیعت نہ کریں کیونکہ پھر آپ نہ یہ دولت خان رہیں گے اور نہ پھر آپ کے بچے نہ بیوی، آپ کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں رکھے گا۔ آپ سوچ لیں بہرحال ہم واپس آ گئے۔

اس کے بعد اس نے اور بھی Deep Study کی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ربوہ آنے کی وجہ کیا تھی تو اس نے کہا میرے ماما نے جو کہ جامعہ دارالعلوم کا پرنسپل تھا اس نے جمعہ پر خطبہ دیا تھا کہ (اس علاقے میں احمدی کو قادیانی کہتے ہیں) قادیانی جب بنتے ہیں یا قادیانی (احمدی) ہوتے ہیں تو یہ قرآن شریف پر اس کو نہلاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اور سیڑھیوں میں انہوں نے قرآن شریف رکھے ہوتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پر سے گزرتے ہیں پھر جا کر وہ قادیانی بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ میرے تعلقات تھے اور چونکہ وہ مذہبی علاقہ ہے اس کا یہ خیال تھا کہ ایسے آدمی کے ساتھ بولنا، بیٹھنا، کھانا پینا ہی حرام ہے۔ یہ قرآن کریم کی اتنی بے عزتی کرتے

ہیں۔ چونکہ وہ اس کا ماموں تھا اور سب سے بڑا مولوی تھا فضل ربی اس کا نام ہے۔

یہ جب ربوہ گیا تو اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شعر لکھا ہوا ہے کہ ؎

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

پھر دار الضیافت میں سامنے لکھا ہوا ہے:

''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔'' اور ہر کمرے میں قرآن شریف تھا۔ اسی وقت اس نے کہا کہ یہ مولوی جو کہ میرا سگا ماموں ہے سب سے بڑا جھوٹا ہے اور میں احمدیت کو حق سمجھتا ہوں.... بہرحال اس نے اور Study کی۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے میں نے اس کو احمدی نہیں کیا بلکہ اس نے مجھے احمدی کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اتنی Deep Study اس نے کی مجھے اس کا جواب دینا پڑتا تھا اور مجھے اس کی تیاری کرنی پڑتی تھی مجھے اس نے احمدی بنایا۔ جب یہ عالمی بیعت ہونے والی تھی اس سے کچھ دن پہلے وہ آیا۔ مجھے اس نے کہا کہ خدا کی قسم میرا دل اور میرا دماغ، میرا جسم ہر چیز احمدی ہے۔ اور میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ تو میں نے کہا دولت خان اب تم بیعت کرلو۔ خیر خدا تعالیٰ نے اس کو توفیق دی عالمی بیعت میں وہ شامل ہوا۔

جب حضور کا جواب آ گیا کہ آپ کی بیعت منظور ہوگئی ہے تو اس کو احمدیت کا ایک جنون ہوگیا۔ دفتر میں گاؤں میں ہر جگہ بس یہ کام تھا کہ تمام علاقے میں احمدیت پھیلے۔ وہ ملاں کے پاس جاتا تھا پیر کے پاس جاتا تھا، سب کے پاس اور چونکہ اس نے اتنی دسترس حاصل کرلی تھی، اتنی Deep Study کی تھی احمدیت کی کہ بڑے سے بڑا ملاں بھی اس کے سامنے بات نہیں کرسکتا تھا۔ جب وہ پیر، ملاں سب عاجز آ گئے اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ 2 اپریل کو تمام دس گاؤں کے اکوڑہ خٹک کے دار الحقانیہ سے مولوی منگوائے گئے اور ساڑھے تین سو کے

قریب، میں بھی وہاں موجود تھا ان کے ساتھ بات ہوئی۔

ایک پیر کو اس کا نام میں اس لئے نہیں لینا چاہتا کہ اس نے کہا کہ میرا نام نہ لیں اس کو ہم نے ''حقانیت احمدیت'' کی کتاب دی ہوئی تھی اور ''تفہیمات ربانیہ'' بھی دی ہوئی تھی جب ہم قرآن شریف کی آیت پیش کرتے تھے اس کے دو بیٹے حافظ تھے وہ قرآن شریف کی آیت اس کو پڑھ کر سنا دیتے تھے۔ خیر ان تمام مولویوں نے ان لوگوں کے سامنے اس پیر نے یہ اقرار کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو میں احمدی ہوں اور اگر یہ احمدیت ہے تو میں احمدی ہوں تو دولت خان نے کہا دیکھو پیر صاحب آپ نے آج احمدیت کا اعلان تو کر دیا ہے لیکن یہ اتنی آسان بات نہیں ہے۔ آج کے بعد نہ آپ کی پیری رہے گی اور نہ یہ گدی نشینی رہے گی۔

اس کے بعد پورے علاقے میں یہ ہوا کہ یہاں تو احمدیت پھیل جائے گی۔ اس کے ایک آدمی کا کوئی آدمی جواب نہیں دے سکتا تو اس کو یہیں روکا جائے۔ تو پھر ان تمام علاقے کے مولویوں نے وہاں ایک بڑا خان ہے افتخار اس کا نام ہے اس کے نام انہوں نے خط لکھا اور تمام علاقے میں پھیلا یا۔ اس میں انہوں نے فتویٰ لگایا مجھ پر کہ اس نے اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا ہے (وہ احمدیت کو فتنہ کہتے ہیں) اور یہ فتنہ اس کی وجہ سے علاقے میں پھیلا ہے تو یہ اور دولت خان واجب القتل ہیں اس کو یہیں سے روکا جائے۔ جب یہ مجھے ملا تو رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ میں اس گاؤں گیا۔ کافی لوگ جمع تھے چونکہ ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے چھوٹی موٹی خاص منفرد طاقت دی ہوتی ہے۔ مجھے بچپن سے ہی یہ ہے کہ میری ڈکشنری کے کسی خانے میں بھی ''ڈر'' کا لفظ نہیں ہے تو میں ساڑھے گیارہ بجے وہاں گیا۔ وہ مولوی وہاں جمع تھے وہ تقریباً تین چار گاؤں کا بڑا خان ہے۔ انہوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ کیا کیا جائے۔ خان کو میں نے کافی احمدیت کا بتایا۔ ساڑھے گیارہ بجے سے رات کوئی دو بجے تک وہیں تھا اور پھر میں سکوٹر پر پشاور آیا۔ تو میں نے اس خان کو یہ کہا تھا کہ جتنے آپ کے مولوی ہیں جتنے لوگ ہیں ان کی خوراک ان

کا خرچہ میں دوں گا آپ ان کو بلائیں یہ ہمارے ساتھ بات کریں، اگر ہم ہار گئے تو جو سزا آپ ہمیں دینا چاہیں دے دیں۔

جب رات کو میں واپس آیا انہوں نے پھر دیکھا کہ یہ تو نہ ڈرتے ہیں نہ اس بات کی پرواہ کرتے ہیں۔حکومت سے Contact کیا کہ اس معاملے کو یہیں روکا جائے۔انہوں نے شرارتاً ایک لائحہ عمل تیار کیا کہ ہم تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہماری یہ شرطیں ہوں گی۔ ہماری سب سے پہلی شرط یہ ہوگی کہ اگر تم ہار گئے تو ہم تمہیں قتل کردیں گے۔اگر ہم جیت گئے تو تم ہمیں قتل کردینا۔چونکہ شرارتاً ان کا گمان تھا کہ احمدی اس بات سے ڈر جائیں گے وہ آئیں گے ہی نہیں تو ہم سارے علاقے میں اعلان کردیں گے کہ قادیانی نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔ وہاں ہم نے یہ شرط بھی مان لی کہ ٹھیک ہے آپ ہمیں بے شک قتل کردیں لیکن ہم آپ کے ساتھ یہ شرط نہیں لگاتے ہم آپ کو قتل نہیں کریں گے۔آپ صرف مسجد میں کھڑے ہوکر احمدیت کا اعلان کردیں۔

یہ لوگوں کو کیسے پتہ لگے گا کہ ہم ہار گئے، تم جیت گئے؟؟اس کا حل یہ ہے کہ میں پشاور سے ٹی وی لاتا ہوں، وی سی آر لاتا ہوں یہ تمام باتیں ریکارڈ ہوجائیں گی۔اگر ہم ہار گئے تو تم لوگوں کو حکومت کو بتا سکتے ہو کہ یہ ہار گئے ہیں اس لئے ہم نے انہیں قتل کردیا۔تمہارے پاس ایک ثبوت ہو جائے گا۔اگر تم نے ایسے ہی ہمیں قتل کردیا تو تمہارے پاس کیا ثبوت ہوگا۔اس وقت تو وہ ان مولویوں نے مان لیا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔جب بعد میں انہوں نے سوچا کہ یہ کیا کیا تم نے، یہ تو تم نے اپنے ہاتھ سے ان کو ایک ہتھیار دے دیا۔یہ تو ہم نے ثبوت دے دیا۔تم اس کا کیا جواب دوگے۔ایک آدمی اس کا تم جواب نہیں دے سکتے اگر وہ کوئی عالم لے آئے تو کیا جواب دوگے۔ پھر انہوں نے یہ شرط رکھی کہ یہ آدمی نہیں ہوگا ساتھ کیونکہ ان کا پتہ تھا کہ یہ اتنے سے نہیں ڈرتا تو ان سے کیا ڈرنا ہے اور دوسروں نے آنا نہیں۔دوسرے ڈر کی وجہ سے آئیں گے نہیں اور یہ ساتھ ہوگا

نہیں تو وی سی آر، ٹی وی یہ کیمرہ تو میں نے اس کو کہا کہ اچھا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں لیکن وہاں اس جگہ نہیں جاؤں گا لیکن وہاں اس جگہ نہیں ہوں گا۔ میں دوسری جگہ پر بیٹھا ہوں گا لیکن ہوں گا میں وہاں ضرور۔ بہر حال ہم گئے تو لوگوں نے کہا یہ تم نے کیا کیا ہے۔ تم نے بیوقوفی کی ہے۔ اگر یہ ریکارڈنگ ہو جائے گی تو ان کے پاس ثبوت ہوگا کہ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں ہے اس کا۔ ہمارے جانے سے کوئی ایک گھنٹہ پہلے تقریباً دس مسجدوں میں انہوں نے اعلان کیا کہ یہ کافر ہیں۔ مفتی محمود نے انہیں کافر بنایا ہے اس لئے ہم ان سے کوئی بات نہیں کریں گے۔

اب ہم ٹی وی بھی لے گئے ہیں۔ وی سی آر بھی لے گئے ہیں۔ دولت خان کا جو بھائی تھا اس نے اُونچی آواز سے کہا بلکہ مسجد میں اعلان کیا حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ تو میں نے اس سے پوچھا شاہد کیا بات ہے۔ پشتو میں پوچھا۔ تو اس نے کہا یہ مولوی بھاگ گئے ہیں۔ ہمارے پاس چونکہ ریکارڈنگ کے لئے سامان تھا کیمرہ تھا تو وہیں پر آٹھ دس گاؤں جمع تھے۔ اب رات ہے ساڑھے گیارہ بجے ہیں وہیں پر ہمارے ساتھ بڑے نیک، مخلص احمدی ہیں جو خود احمدی ہوئے ہیں حاجی بختیار احمد اس کا نام ہے۔ وہ اگر دنیا میں کسی نے فرشتہ دیکھا ہو تو اس کو دیکھ لیں۔ ہیں کمزور جسم کے، تو میں نے ان کو کہا حاجی صاحب چونکہ انہوں نے شرط لگائی ہے کہ یہ ساتھ نہیں ہوگا اور ہمارے پاس پشتو بولنے والا مقرر نہیں ہے آپ چلیں وہ ویسے بھی کمزور سے ہیں۔ جسم کے کمزور مگر ایمان کے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ مضبوط ہیں۔ نہا دھو کر، صاف کپڑے انہوں نے پہنے۔ جب میں ان کے پاس گیا تو ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ میں نے کبھی اتنی مدت میں اس شخص کے چہرے پر ایسا نور نہیں دیکھا جیسے ایک آدمی کہے کہ میں مقتل کے لئے جا رہا ہوں۔ چونکہ مولوی بھاگ گئے تو ان کے پاس احمدیت کے بارہ میں مضمون تھا۔ انہوں نے خود لکھا تھا وہیں پر ان تمام لوگوں کے سامنے اس مضمون کو پشتو میں ریکارڈ کیا اور تین گھنٹے کا وہ ریکارڈ تھا اور وہاں تمام جتنے لوگ تھے ان کو سنایا کہ احمدیت یہ ہے...

میں پشاور آ گیا اور دولت خان کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ وہاں انہوں نے یہ کہا کہ اس کو تحفظ دے رہے ہیں۔ نقضِ امن کے لئے اس کو گرفتار کیا ہے کوئی اس پر چارج نہیں تھا۔

صبح جب مجھے فون پر بتایا گیا کہ دولت خان کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اس وجہ سے جب میں شب قدر گیا تو دیکھا کہ حالات بہت ہی خراب تھے۔ کچہریوں میں جب میں گیا تو وہاں پر بھی کافی لوگ جمع تھے لیکن اس مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ دو دن کی چھٹی ہے۔ سات تاریخ تھی اور ایسے کریں آپ نو تاریخ کو آ جائیں۔ تو یہ ریکارڈنگ جو وہاں ہو چکی تھی جو بھی دوست یا ان کے دوست آتے تھے وہ ریکارڈنگ لگا دیتے تھے کہ یہ احمدیت ہے۔ ان کے لئے اور بھی مصیبت بن گئی کہ یہ اب ان کی بات کرنے کی بھی ضرورت نہیں یہ ٹیپ لگا دیتے ہیں۔ بہر حال اس وقت نہ وہاں کوئی پتھر تھا نہ کوئی اینٹیں تھیں۔ کچہری میں اس احاطے میں اینٹوں پتھروں کا کیا کام ہے۔ یہ اشتہار لگے ہوئے تھے بڑے بڑے کہ قادیانی مرتد ہیں واجب القتل ہیں اور ان کو سنگسار کیا جائے۔ عدالت کے احاطے کے سامنے اور مسجدوں میں یہ اعلان کرتے تھے۔

اب خدا تعالیٰ کی مشیت کچھ ایسے کام کر رہی تھی جس احمدی کی ہم موٹر گاڑی لے جاتے تھے اس دن چونکہ وہ کافی ہمارے قریب آتا جاتا تھا نہ وہ کوئی خرچہ لیتا تھا وہ نیا احمدی تھا افغانستان کا رہنے والا تھا، وہ یہ انتظار کر رہا تھا کہ یہ مجھے فون کرے گا میں موٹر لے کر آ جاؤں گا۔ میں نے اس کو فون نہ کیا اور وہ نہ آیا۔ وہاں سے بیس میل کا فاصلہ ہے اور ہم نے تمام دن کے لئے چھ سو روپے پر ٹیکسی کر لی کہ ہم اس کی ضمانت کرائیں گے اور چارسدے جائیں گے اور پھر پشاور آئیں گے تو پورے دن کے لئے چھ سو روپے میں ٹیکسی کر لی۔ جب وہاں لوگ جمع ہو گئے دیر سے سوات سے بڑی دور دور سے لوگ منگوائے گئے تھے، ہزاروں کی تعداد میں وہاں لوگ جمع تھے اس کے بھائیوں نے یہ کوشش کی کہ یہ کسی طریقے سے یہاں نہ آئے۔

چونکہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کام کر رہی تھی وہ ٹیکسی کو تو پہچانتے نہیں تھے جس موٹر میں ہم جاتے

تھے اس کو پہچانتے تھے وہ وہاں سے تقریباً آٹھ میل دور چوک ہے اس کو نا گمان چوک کہتے ہیں چوک میں کھڑے تھے کہ جب آئیں گے ہم ان کو واپس کر دیں گے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کچہری کے احاطے میں ہم گئے تو دیکھا کہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں کھڑے ہیں۔

ابھی دس پندرہ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ دولت خان کا بھائی آیا اس نے آتے ہی مجھے چپیڑ ماری۔ چونکہ وہ تو تیار تھے اس بات میں مجھے گریبان سے پکڑا اور وہ لوگ مجھے کھینچ کر لے گئے۔ تو اب ہزاروں آدمی اور ایک آدمی کیا کرسکتا ہے کچھ بھی نہیں۔ اپنی طرف سے انہوں نے مجھے ایک قسم کا قتل کر دیا، یعنی مار دیا اور پشتو زبان میں کہا کہ ثواب کے لئے اس کو ایک ایک لات مارو۔ تو اس میں اب خدا تعالیٰ کی مشیت یہ کہ میرا جسم بے حس ہے، مردہ ہے لیکن میرا دماغ ایسے ہی کام کر رہا ہے۔ میں ان کی تمام باتیں سن رہا ہوں تو اس کے بعد پھر انہوں نے ریاض شہید کو پکڑا اور اس کو کچہریوں کی طرف لے گئے تو چونکہ پھر مجھے نہیں پتہ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ پھر اس کے بعد عینی شاہدوں نے جو بتایا کہ اس کو (ریاض کو) جب شہید کر دیا گیا تو اس کی لاش کو اتنا مسخ کیا گیا اور اس کے گلے میں رسی ڈال کر ایک ریڑھے کے ساتھ باندھ کر اس کو بازاروں میں گھسیٹا گیا اور پھر آنکھیں نکالی گئیں۔ تو تعلق ان مخالفین کو چونکہ زیادہ میرے ساتھ تھا کہ وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ ریاض شہید تو ایک قسم کا مہمان تھا بہرحال اس کے جسم پر گوشت تقریباً نہیں تھا بلکہ اس نے میری بیٹی کو (جو ریاض شہید کی اہلیہ تھی) چند دن پہلے رات ایک بجے اٹھایا کہ اٹھو میں تمہیں کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے بچوں کا خیال رکھنا ہے اور رونا پیٹنا نہیں اور میرے جسم پر گوشت نہیں ہوگا۔ میری بیٹی نے کہا کہ آدھی رات ہے یہ تم آدھی رات کو کیا کہہ رہے ہو۔

اب سمجھ نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ کی کیا مشیت تھی کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بچا لیا اور ریاض احمد کو اللہ تعالیٰ نے سعادت دے دی کہ وہ شہید ہو گیا۔ جب ان کی یہ تسلی ہوگئی کہ ریاض بھی شہید ہو گیا

ہے اور یہ بھی ختم ہو گیا تو خوشی سے کسی نے ڈانس کیا، کسی نے کچھ کیا۔ جب ان کی تسلی ہو گئی تو مجھے ایک مردہ کی طرح اٹھا کر جیسے ایک بوری کو پک اپ میں پھینکتے ہیں ایسے پھینکا اور مجھے چارسدہ ہسپتال لے گئے۔

تو خدا کی ایسی مشیت ہے کہ تمام جسم کام نہیں کرتا، دماغ کام کرتا ہے۔ تو جب ہسپتال لے کر گئے تو میری Dead Body کی تفصیلی تلاشی لی۔ میرے پاس دس پندرہ ہزار روپیہ تھا جو میں نے ساتھ لے کر گیا تھا کہ اس میں سے وکیل کو دینا ہے یا وہاں ضمانت کے لئے خرچ کرنا ہے۔ تو میں نے ڈاکٹروں کو کہا کہ میں ایک Sensitive Case ہوں تم مجھے Handle نہیں کر سکتے۔ تم پیسے مجھ سے لے اور مجھے اسی سوزوکی میں پشاور ریفر کر دو۔ اس نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تیار کی ،سب کچھ تیار کیا جب میں نے اس کو کہا تو اس نے کہا یہ تو زندہ ہے۔ خیر ساڑھے تین چار ہزار روپیہ ڈاکٹر نے لیا اور باقی پیسے پولیس والوں نے لئے اور مجھے لیڈی ریڈنگ ہسپتال لے آئے۔ وہاں احمدی ڈاکٹر بھی تھے اور بھی ڈاکٹر کھڑے تھے۔ تو ان سب کا یہی خیال تھا کہ یہ چند منٹوں کا مہمان ہے چونکہ تمام پسلیاں فریکچر تھیں، ہاتھ فریکچر تھے کوئی ڈاکٹروں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔

بہر حال حضور نے یہاں سے فیکس کیا مرزا خورشید احمد صاحب وہاں پشاور آئے تو مجھے چونکہ ہسپتال میں بھی بیڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ صبح احمدی ڈاکٹر نے ایس ایس پی کو فون کیا کہ اس کو تم نے بیڑیاں کس خوشی میں پہنائی ہوئی ہیں۔ کیا اس پر کوئی چارج ہے تو ایس ایس پی نے کہا کہ نہیں یہ صرف تحفظ کے لئے لگائی ہوئی ہیں۔ جب انہوں نے بیڑیاں کھولیں۔ ہمارا ہسپتال کے ساتھ ہی مکان ہے تقریباً دو تین سو گز کے فاصلے پر میں گھر منتقل ہو گیا۔ ادھر صاحبزادہ مرزا خورشید صاحب آئے انہوں نے بتایا کہ یہ حضور کا فیکس ہے اور میں حضور کا نمائندہ بن کے آیا ہوں۔ آپ میرے ساتھ ربوہ چلیں۔ تو میں نے کہا کہ آپ ایسے بھی کہتے تو میں مان جاتا...

ربوہ آئے اور چونکہ رپورٹیں ایسی تھیں کہ یہ ابھی چند گھنٹوں کا مہمان ہے اور سفر نہیں کر سکے گا وہاں آکسیجن، ایمبولینس، ڈاکٹر دارالضیافت میں ہی کھڑے تھے۔ جب وہاں پہنچا تو میں نے کہا نہیں میں ہسپتال پیدل جاؤں گا تو انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے کہا بس ممکن ہے انتہائی نگہداشت وارڈ میں جب مجھے لے جانے لگے تو سب سے پہلے میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو صاحبزادہ صاحب کو، سلطان محمود صاحب کو کہا کہ آپ آئیں میں آپ کو تحریر دیتا ہوں۔ تو میں نے کہا آپ حضور کو لکھیں فیکس دیں کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن حضور کو تکلیف نہ ہو۔ آپ یہ فیکس دیں اور مجھے اس وارڈ سے نکالیں۔ خیر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب ایک رات تو نہ مانے پھر سلطان محمود انور صاحب اور پرائیویٹ سیکرٹری منگلا صاحب یہ سب انہوں نے مشورہ کیا کہ ہاں ٹھیک کہتا ہے اس کو یہاں سے شفٹ کر دیں۔

جب مجھے شفٹ کیا گیا تو میں نے اپنے جسم سے قمیص اتاری اور پھر ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب کو کہا کہ یہ تو آپ نے میرا سر دیکھا ہوا ہے۔ اور جسم آپ دیکھیں تو وہ تمام جسم چھلنی تھا۔ تو پھر صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ یہ انسانی طاقت سے بعید ہے، ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ ہم آپ کو کیا دیں، کیا نہ دیں۔ تو میں نے کہا آپ مجھے چلنے پھرنے کی اجازت دے دیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اگر میں چلوں پھروں گا تو خون سرکولیشن کرے گا تو انہوں نے کہا اچھا صبح نو بجے تک آپ میرا انتظار کریں۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب گھر گئے وہ گھر سے بڑے پیار سے ایک چمچ پیک کیا ہوا اور ایک چھوٹی سی شہد کی بوتل اٹھا لائے۔ اس چمچ سے شہد نکالا اور پیالی میں حل کر کے مجھے دیا۔ جب میں نے وہ شہد پی لیا تو صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ یہ چمچ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے صحابہ کو شفا کے لئے استعمال کراتے تھے۔ اور یہ وہ شہد ہے جو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے میرے والد (ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مرحوم) کو دیا تھا اور

یہ اسی طرح محفوظ پڑا رہا۔ نہ یہ چمچ استعمال میں آیا اور نہ یہ شہد کبھی استعمال میں آیا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس سے زیادہ مستحق اور کوئی نہیں ہوسکتا...

آج تک مجھے نہ وہاں کوئی دوائی دی گئی نہ ربوہ میں کوئی دوائی دی گئی۔ اب میں یہاں ہالینڈ آیا ہوں۔ یہاں کے ڈاکٹر گواہ ہیں اس بات کے کہ چار ہسپتالوں میں مجھے انہوں نے چیک اپ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ جب ایکسرے لیتے ہیں وہ حیران اس بات پر ہوتے ہیں کہ اس کی پسلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ چار پانچ جگہ فریکچر ہیں۔ ہاتھ دو جگہ سے فریکچر ہے۔ گھٹنا اس کا فریکچر ہے اور یہ چلتا پھرتا کیسے ہے۔ یہ ابھی تک نیدرلینڈ کے ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اور میں نے ان کو کہا بھی کہ یہ آپ کی سمجھ میں آئے گا بھی نہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ ہے کہ آپؑ جب آئیں گے مردوں کو زندہ کریں گے۔ میں وہ مردہ ہوں آپ کے سامنے کھڑا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ کیا ہے۔ روحانی مردے تو کروڑوں زندہ کئے ہیں لیکن میں جسمانی مردہ آپ کے سامنے ہوں۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی زندہ نشانی ہے۔ مجھے اپنی ذات کا پتہ ہے کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ میں کیا ہوں اور میری کیا حیثیت، یہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی نشانی ہے۔ میری یا ریاض احمد شہید کی کوئی اس میں حیثیت نہیں۔ اگر کوئی حیثیت ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے، احمدیت کی ہے۔ آج ہم اگر زندہ بھی ہیں تو احمدیت کی برکت سے ہی ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی 1997ء صفحہ 25-26)

○

سلسلہ احمدیہ کی خدمت کرنے والے صوبہ کے بعض افراد جماعت

بفضلہٖ تعالیٰ سلسلہ احمدیہ کی خدمت کرنے والے افراد کی کمی نہیں ہے۔ ذیل میں چند افراد کے ذکر سے یہ مراد نہیں کہ بس یہی چند افراد ہیں اور باقی کوئی نہیں۔ الحمدللہ جماعت کے سب افراد کسی نہ کسی رنگ میں خدمت سلسلہ کو نعمت عظمیٰ خیال کرتے ہیں اور خاموشی سے اس کیلئے مصروف ہیں۔ ہماری درخواست پر صرف چند افراد نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی خدمات کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو اپنی بے پایاں برکات سے نوازے۔

(مرتب)

مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب

مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب جماعت احمدیہ امریکہ کے فعال کارکن ہیں۔ امریکہ آنے سے قبل پشاور میں اپنی ملازمت کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے۔ وہاں بھی آپ نے قائد مجلس خدام الاحمدیہ یونیورسٹی ٹاؤن کی حیثیت سے اور دیگر کئی لحاظ سے خدمت کی توفیق پائی ہے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے 1967 میں یونیورسٹی آف لونی ہل کنٹکی امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اس بنا پر آپ کا پاکستان سائنٹفک اینڈ ریسرچ لیبارٹریز میں تقرر ہوا۔ آپ تقریباً 3 سال یونیورسٹی ٹاؤن پشاور میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ اس حلقہ کے قائد بھی رہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب مرکز سے آنے والے بزرگان کے لئے حلقہ میں تبلیغی مجالس کا بھی اہتمام کرتے رہے۔ ان میں سے ممتاز حضرت مرزا طاہر احمد صاحب قبل از خلافت اور حضرت

مولانا ابوالعطاء صاحب ہیں۔آپ کو ان کی مہمان نوازی کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ اللطیف زیروی صاحبہ بھی آپ کے ساتھ لجنہ حلقہ کی فعال ممبر تھیں۔

1970ء میں جماعت پشاور کا ایک وفد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے افریقہ سے کامیاب دورہ سے مراجعت پر ربوہ بھیجا گیا۔آپ اس وفد کے ممبر تھے۔اس دورہ میں حضورؒ نے نصرت جہاں سکیم کا اعلان فرمایا تھا۔مکرم ڈاکٹر صاحب آج کل امریکہ میں مقیم ہیں اور متعدد کتب کے مصنف ہیں۔

مکرم قاضی مسعود احمد صاحب

مکرم قاضی مسعود احمد صاحب جو شکاگو جماعت کے فعال کارکن ہیں اور اس جماعت کی قریباً دس سال تک بطور صدر خدمات سرانجام دی ہیں، حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے چشم و چراغ ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو اپنے والد موصوف کی طرف سے جماعتی خدمت اور علمی شوق و شغف کا وافر حصہ ملا ہے چنانچہ لندن اور امریکہ کے سالانہ جلسوں میں آپ کو تقاریر کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی ہے۔

مکرم قاضی صاحب کو تقریباً دس سال تک شکاگو جماعت کی صدارت کی خدمت کی توفیق ملی۔آپ کے عرصہ صدارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جب شکاگو کی مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تو آپ کو سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال ائیر پورٹ اور مسجد دو جگہ پر کرنے کی توفیق ملی۔

تعلیمی میدان میں مکرم قاضی صاحب نے پشاور یونیورسٹی سے 1968ء میں ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا اور 1970ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ آ گئے یہاں شکاگو یونیورسٹی سے کارڈیالوجی کے شعبہ میں سپیشلائز کیا اور آج کل شکاگو یونیورسٹی میں کلینیکل ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

مکرم قاضی صاحب کی شادی 1975ء میں مکرم محمد رستم خان صاحب، جن کو خلافت ثالثہ کے پہلے شہید ہونے کا اعزاز نصیب ہوا، کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو پانچ بچوں سے نوازا۔ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ماشاءاللہ سب تعلیم یافتہ اور خادم دین ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے مکتوب بنام قاضی مسعود احمد صاحب بتاریخ 26 دسمبر 1989ء میں تحریر فرمایا:

''ماشاء اللہ آپ اپنے بزرگ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معاندین احمدیت کے سامنے ایک ننگی تلوار ہیں۔ اللہ آپ کے نور بصیرت کو روشن تر کرے اور ہر مقام جہاد میں نصرت و غلبہ عطا فرمائے۔''

مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب

ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب ولد عبد السلام خان صاحب ولد مکرم مولوی محمد الیاس خان صاحب مارچ 1943ء میں پشاور میں پیدا ہوئے اور خیبر میڈیکل کالج پشاور سے 1966ء میں میڈیکل کیا۔ 1967ء میں آپ انگلستان چلے گئے۔ وہاں پر مختلف مقامات میں قیام کے دوران اپنی ملازمت کے دوران کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔ جن میں صدر قضاء بورڈ۔ ناظم انصار اللہ نارتھ یوکے وغیرہ شامل ہیں۔ آج کل اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بطور قاضی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو 2009ء سے ہر سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وقف عارضی کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمدللہ۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ کا تعلق سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک خاندان سے ہوا۔ 1972ء میں آپ کی شادی صاحبزادی مرزا منور احمد صاحب ابن سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی صاحبزادی امۃ الحی بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ جن سے دو بیٹے ڈاکٹر قمر حماد احمد خان اور داؤد احمد خان و دو بیٹیاں عزیزہ امتہ الولی نور العین اور عزیزہ عطیۃ اللطیف پیدا ہوئیں۔

الحمدللہ آپ کے سب بچے خادم دین اور احمدیت وخلافت سے وابستہ ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی پشاور میں مولانا غلام حسن خان صاحب کی ایک بیٹی سے کی تھی۔ اس طرح ایک روحانی تعلق کے علاوہ نسلی تعلق بھی قائم ہوا۔ حضور کی اس مبارک روایت کا احیاء تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد پشاور کے ایک مخلص خاندان کے ایک فرد ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کی خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں شادی کے ذریعہ ہوا۔ اب یہ سلسلہ مزید ترقی پذیر ہے۔ اللھم زدفزد۔

مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب حال مقیم شکاگو کو مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ کے ملک گیمبیا میں تقریباً پانچ سال تک (1971-1975) بطور مشنری ڈاکٹر خدمت کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ نے دیگر واقفین ڈاکٹر صاحبان کی طرح آپ کو بھی دستِ شفاء عطا فرمایا۔ کئی مشکل اور پیچیدہ امراض میں مبتلا مریض شفا پاتے رہے۔ اس طرح اچھی شہرت کی وجہ سے ملک کے اعلیٰ گورنمنٹ اور سول حکام بھی علاج کے لئے رجوع کرتے رہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب نے بتایا:

''ایک دن صدارتی محل سے فون آیا کہ صدرِ مملکت ہز ایکسی لینسی داؤ داجوارا کی بیٹی بیمار ہے۔ اگرچہ اس کا علاج بعض ڈاکٹروں سے کروایا گیا ہے لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ اب وہ علاج کے لئے احمدیہ کلینک آنا چاہتے ہیں خاکسار نے انہیں خوش آمدید کہا چنانچہ صدر مملکت کی بیگم صاحبہ اپنی بیٹی کو لے کر احمدیہ کلینک پر آئیں۔ خاکسار نے علاج تجویز کیا اور استعمال کے بعد رپورٹ دینے کو کہا۔ چنانچہ دو تین دن بعد بذریعہ فون اطلاع ملی کہ بچی کو بہت افاقہ ہے۔ الحمدللہ۔''

وقف سے فراغت کے بعد بھی مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب خدمت سلسلہ میں حاضر ہیں چنانچہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ نے پشتو زبان میں ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت کے جملہ اخراجات برداشت کئے۔ یہ ترجمہ جماعت کی صد سالہ تقریبات کا حصہ تھا۔ خدا تعالیٰ ان کی اس مالی قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مکرم مرزا بشیر احمد صاحب

آپ مرزا غلام رسول صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ آپ اپنے تمام بھائیوں کی طرح بچپن سے ہی جماعت کے فعال ممبر رہے ہیں۔ طبعاً آپ کو دعوت الیٰ اللہ کا شوق رہا ہے اور ہر موقعہ سے استفادہ کا سلیقہ بخوبی آتا ہے۔ طبیعت میں لطیف مزاح بھی خاندانی وصف ہے۔

1960ء میں جب خدام الاحمدیہ کے تحت احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس وقت لاء کالج میں طالب علم تھے۔ آپ اس کے پہلے صدر تھے۔ بعد میں مکرم حامد اللہ خان صاحب اور مکرم مبشر احمد صاحب بھی صدر منتخب ہوئے۔ اپنی ملازمت کے دوران نوشہرہ میں 1972ء تا 1975ء قائد خدام الاحمدیہ رہے۔ 1974ء سے 1977ء تک قائد خدام الاحمدیہ ضلع پشاور رہے۔ 1996ء سے 2005ء زعیم انصار اللہ پشاور رہے۔ اور اس کے بعد 1998ء 2010ء تک صدر جماعت نوشہرہ و ضلع نوشہرہ رہے۔ آج کل فیئر فیکس امریکہ میں مقیم ہیں۔

مکرم ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب

آپ ڈاکٹر مرزا عبد الرحیم صاحب کے چھوٹے بیٹے اور اپنے باپ کی طرح ڈاکٹر اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ نوشہرہ میں قائد خدام الاحمدیہ رہے۔ اس طرح آپ کو سیکرٹری دعوت الیٰ اللہ، سیکرٹری وقفِ نو اور سیکرٹری اصلاح و ارشاد کے طور پر بھی خدمت کا موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب ہدایت جاری فرمائی کہ مرکزی مجلسِ شوریٰ میں تیس

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب ائیر پورٹ سے باہر آتے ہوئے

پروفیسر مکرم قاضی محمد اسلم صاحب اور پروفیسر مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب
ممبران خدام الاحمدیہ پشاور کے درمیان

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ساتھ محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم اور محترم عبدالمجید خان صاحب

مکرم عبدالمجید خان صاحب اپنے والد محترم خانزادہ عبدالرحمٰن خان صاحب کے ہمراہ

ممبران احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن پشاور (1961-1962ء)

کرسیوں پر دائیں سے بائیں: انعام اللہ اختر (جنرل سیکرٹری)، ڈاکٹر غلام اللہ (چیف گیسٹ)، مرزا بشیر احمد (سابق پریذیڈینٹ)، محمد سعید احمد (قائد مجلس اور امیر ضلع)، مولانا محمد اجمل شاہد (مربی)
مبشر احمد خان (وائس پریذیڈینٹ)، نعیم احمد صاحب

کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں): ایف آئی قیصرانی، منیر احمد، مظفر احمد، مراء احمد، ممتاز اکرم، حامد اللہ خان، جنید احمد، اے آر ناصر، مرزا سلیم احمد، خواجہ لطیف احمد، حمید الرحمٰن، محمود احمد

بائیں طرف سے: عبد الودود خان صاحب ۔ حامد اللہ خان صاحب ۔ محمد اجمل شاہد (مربی پشاور)
ظفر احمد صاحب ۔ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ منیر احمد خان صاحب ۔ معلوم نہیں

(دائیں طرف سے) اعجاز احمد خان صاحب، صلاح الدین صاحب، صوبیدار عبدالغفور خان صاحب، محمد اجمل شاہد صاحب
میجر حمید احمد صاحب، شیر علی بشارت خان صاحب اور کشور خان صاحب ابن مولوی آدم خاں صاحب آف مردان

مکرم عبدالجلیل عشرت صاحب
مسجد احمد بکٹ گنج مردان کی مقفل مسجد
دیکھنے کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں
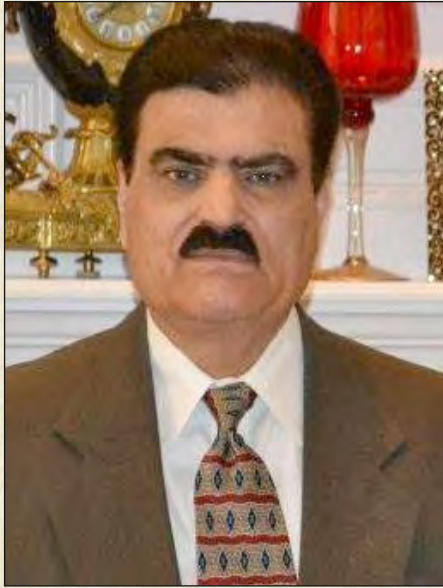
مکرم ڈاکٹر انوار احمد صاحب
جنہوں نے پشتو زبان میں ترجمۃ القرآن
کی اشاعت کے اخراجات دینے کی توفیق پائی

مکرم عنایت اللہ خان صاحب، مکرم شمس الدین اسلم صاحب مرحوم، مکرم محمد اجمل شاہد صاحب (2015ء)

مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالرحیم صاحب آف نوشہرہ

مکرم شمس الدین اسلم صاحب مرحوم

مکرم طارق مرزا صاحب

نمائندگان عالمی تاریخ کانفرنس (منعقدہ پشاور 1964ء)

مختلف ممالک سے آئے ہوئے مندوبین کو جماعت کی طرف سے خاکسار

اور مکرم مرزا بشیر احمد صاحب نے اسلامی لٹریچر پیش کیا۔ (محمد اجمل شاہد)

سال سے کم عمر کے افراد میں سے بھی ایک نمائندہ ہر جماعت میں سے بھجوایا جائے تو اس حیثیت میں آپ کا انتخاب نوشہرہ سے دو مرتبہ کیا گیا۔ چنانچہ خلافت ثالثہ کے دور کی آخری اور خلافت رابعہ کی پہلی مجلس شوریٰ میں بطور نمائندہ شرکت کی توفیق ملی۔ انگلستان میں قیام کے دوران وقف کرنے کی توفیق ملی چنانچہ نصرت جہاں سکیم کے تحت افریقہ میں تقریباً ساڑھے آٹھ سال احمدیہ ہسپتال اوجوکورو (لیگوس) نائیجیریا میں خدمات سرانجام دیں۔ حضور انور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جب 2004ء میں نائیجیریا تشریف لائے تو اس ہسپتال کا بھی دورہ کیا جو ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں دکھایا گیا۔ آپ نے ہسپتال کی ترقی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کی ایک رپورٹ کا ذکر جلسہ سالانہ یو کے 2005ء میں اپنی تقریر میں کیا تھا جو قریباً 20 کلو وزنی رسولی کے ایک کامیاب آپریشن کے بارہ میں تھی۔

آج کل آسٹریلیا میں مقیم ہیں۔ انگلینڈ کی لیڈز یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری کارڈیو واسکولر سٹڈیز میں حاصل کی تھی اور یہاں جنرل پریکٹس میں سپیشلائز کرتے ہوئے FRACGP کا امتحان بھی حال ہی میں پاس کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے متعدد مضامین ومنظومات بھی سلسلہ کے اخبارات وجرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی شادی محترمہ فریحہ گل صاحبہ بنتِ پروفیسر مرزا بشیر احمد سے ہوئی۔ آپ نے مکرم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ خاص طور پر نائیجیریا میں وقف کے دوران خدمت خلق کے اس جہاد میں پورا ساتھ دیا۔

مکرم نعیم احمد ناصر صاحب آف ٹوپی

آپ مکرم ملک عبدالجبار صاحب مرحوم آف ٹوپی کے پوتے اور مکرم محمد شیر صاحب مرحوم کے پانچ بیٹوں میں سے سب سے بڑے ہیں جو سانحہ ٹوپی کے بعد بمعہ اہل خانہ سندھ منتقل ہو گئے تھے۔ مکرم نعیم احمد صاحب چراٹ سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہو کر نوشہرہ آئے، جہاں آپ کو متعدد جماعتی عہدوں پہ (بشمول قائد مقامی) خدمات کی توفیق ملی۔ آپ ایک پر جوش داعی الی

اللہ ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ظہیر احمد صاحب حال ہی میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک فرمائے اور مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ نعیم صاحب کے والد مکرم محمد شیر صاحب بھی بعد میں اہل خانہ سمیت اپنے گاؤں میں واپس آ گئے تھے۔

مکرم سید منور حسین بخاری صاحب

مکرم سید منور حسین بخاری صاحب (اکاؤنٹنٹ) نوشہرہ جماعت کے سالہا سال سیکرٹری مال رہے۔ آپ دھیمے مزاج کے حامل، بذلہ سنج اور مہمان نواز مخلص احمدی ہیں۔ بچوں کی شادی اور اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ بیرون ملک شفٹ ہو چکے ہیں۔

ربوہ میں منعقد ہونے والا شاید ہی کوئی جلسہ سالانہ ہوگا جس میں آپ نے اپنے سنِ شعور کے بعد سے شرکت نہ کی ہو۔ ایک بار کام پہ جاتے ہوئے آپ پر ٹارگٹ کلنگ (Target Killing) کی نیت سے فائرنگ ہوئی اور آپ پر کئی گولیاں چلائی گئیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو خراش تک نہ آئی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ رضیہ بخاری صاحبہ کو بھی لجنہ میں مختلف عہدہ جات پہ نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔

مکرم سید عبدالکریم شاہ صاحب۔ رسالپور/نوشہرہ

آپ شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے۔ سالہا سال رسالپور میں مقیم رہے۔ جہاں آپ کی دعوت الی اللہ کی مساعی کو روکنے کے لیے نام نہاد تحریک تحفظ ختمِ نبوت نے شہر بھر میں مسلسل کئی جلوس نکالے اور اسی طرح ایک مرتبہ توہینِ قرآن کا جھوٹا الزام لگا کر آپ کے گھر کو آگ لگانے کا پروگرام بنایا مگر آپ کے مالک مکان نے شرپسندوں کو ان کے مذموم ارادوں سے روکنے کے لیے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ اور شاہ صاحب اور آپ کے اہل خانہ کو حفاظت کی ضمانت

دی۔اس شریف شخص نے مکرم شاہ صاحب کو یہ بھی کہا کہ آپ ان کا گھر چھوڑ کر نہ جائیں کیونکہ اس طرح سے اس کی (مالک مکان کی) سبکی اور بے عزتی ہوگی۔آپ کو رسالپور میں متعدد عہدوں پر جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔

مکرم عبدلکریم شاہ صاحب بعد میں ترقی پا کر پشاور اور پھر بطور پرنسپل نوشہرہ آ گئے جہاں آپ کو کچھ عرصہ بطور صدر جماعت احمدیہ نوشہرہ جماعتی خدمت کی توفیق ملی۔

مکرم مرزا مبارک احمد صاحب

آپ مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالرحیم صاحب کے بڑے فرزند ہیں۔والد کی وفات کے بعد آپ نے بھائی اور بہنوں کی کفالت کا بھرپور حق ادا کیا۔آپ حبیب بینک کی ملازمت سے بطور اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ ریٹائر ہوئے ہیں۔آپ نے طویل عرصہ نوشہرہ میں قائد خدام الاحمدیہ اور دیگر حیثیتوں میں جماعتی خدمات سرانجام دیں۔

آپ سیاحت کی غرض سے چین اور افغانستان گئے۔تاریخ احمدیہ مسجد پیدروآباد، سپین کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی بھی توفیق ملی۔پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے خوب واقف ہیں چنانچہ مرکز سلسلہ ربوہ سے آنے والے وفود کو ان علاقوں میں لے جانا ہو یا پُرآشوب ایام میں ان علاقوں میں مقیم احمدی احباب کی خبرگیری کا نازک کام سرانجام دینا ہو اس سلسلہ میں آپ ہی کو اس کا ذمہ سونپا جاتا تھا۔زمانہ طالب علمی میں مبارک احمد اظہر کے نام سے مضامین بھی لکھا کرتے جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے تھے۔آپ کی اہلیہ محترمہ مکرم مرزا مقصود احمد صاحب پشاور (سابق صوبائی امیر) کی صاحبزادی ہیں۔مکرم مبارک صاحب تادمِ تحریر (جنوری 2014ء) پشاور میں امین مقامی، امین ضلع نیز زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ پشاور جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔

مکرم عبدالحمید خان صاحب

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کا تمام خاندان جماعت سے اخلاص اور محبت میں کافی نمایاں ہے۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالحمید خان صاحب ابن مکرم عبدالقدوس خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ پشاور اور صوبائی امیر کے فرزند ہیں۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک سعودی عرب میں ایک امریکن کمپنی میں ملازم رہے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں آپ نے جماعت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھا۔ اس دوران میں آپ کو جماعت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ ایک دفعہ پاکستان میں رخصت گزار کر واپس اپنی ڈیوٹی پر جا رہے تھے لیکن امیگریشن نے آپ کو مسجد بشارت سپین کے افتتاح کی کیسٹ کی بناء پر داخلہ سے روک دیا اور اس بناء پر آپ کو دو ماہ تک قید و بند میں رکھا۔ یہ نہ صرف آپ کیلئے تکلیف دہ تھا بلکہ فیملی کیلئے جو سعودی عرب میں تھی، بہت پریشان کن تھا۔ نیز اسی بناء پر آپ کی ملازمت ختم کر دی گئی۔ الحمد للہ یہ مشکلات آپ کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکیں۔ اس کے بعد آپ امریکہ آ گئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے غیر معمولی برکات سے نوازا۔ الحمد للہ۔ یہاں پر اب بھی بفضلہٖ تعالیٰ خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں۔

○

نوشہرہ کے احمدی لودھی خاندان

قیام پاکستان کے بعد کے دور میں نوشہرہ کے ابتدائی احمدیوں میں بعض لودھی خاندان قابل ذکر ہیں۔ کسی زمانہ میں دارالذکر نوشہرہ میں ان خاندانوں کے بزرگ اپنے بچوں سمیت کم از کم مغرب اور عشاء کی نمازیں تو بلا ناغہ پڑھنے آیا کرتے تھے اور مسجد میں اچھی خاصی رونق ہوا کرتی تھی۔ ان بزرگان میں مکرم حبیب اللہ خان لودھی، مکرم حمید اللہ خان لودھی، مکرم تبارک احمد خان لودھی، مکرم نوازش احمد خان لودھی، مکرم نذیر احمد خان لودھی، مکرم مبارک احمد خان لودھی، مکرم شاہ زمان خان لودھی صاحبان کے نام شامل ہیں۔

ان میں سے بعض آپس میں سگے بھائی تھے جو صحابی حضرت مسیح موعودؑ، حضرت ولی محمد خان لودھی صاحب آف خواص پور، امرتسر کی اولاد تھے۔ مکرم ولی محمد خان صاحب کو طاعون نکل آئی تھی مگر حضرت مسیح موعودؑ اور ان کی جماعت سے کئے گئے خدائی وعدہ اور پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے معجزانہ شفا عطا فرمائی جس پر آپ کے دوست احباب اور خاندان کے اکثر لوگوں نے احمدیت قبول کر لی تھی۔ واضح رہے کہ برصغیر میں لودھی افغانستان سے آئے تھے۔ چنانچہ خواص پور سے (بذریعہ کار) تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر سلطان پور لودھی کا قصبہ ہے جو محمود غزنوی کے ایک جرنیل سلطان محمد لودھی کے نام سے منسوب ہے جو نسلاً پشتون تھا۔

مکرم حمید اللہ خان صاحب کے دو بیٹے مکرم مبشر الرحمن خان لودھی اور مکرم شفیق الرحمن خان لودھی کو مختلف عہدہ جات پر جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ افسوس کہ یہ دونوں بھائی جوانی میں ہی فوت ہو گئے۔ مکرم شفیق الرحمن خان مرحوم کی اہلیہ محترمہ ثمینہ لودھی صاحبہ (موجودہ صدر لجنہ نوشہرہ) کی اچھی تربیت کے نتیجہ میں ان کی اولاد جماعت کے مخلص افراد میں سے ہے۔ مکرم حمید

اللہ خان صاحب کی ایک بیٹی محترمہ شہناز لودھی صاحبہ بھی لجنہ نوشہرہ کی قابل ذکر مخلص ممبر ہیں جو محکمہ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ مکرم ولی محمد خان صاحب کے بارہ میں معلومات انہوں نے ہی فراہم کی ہیں۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ۔

مکرم حبیب اللہ خان صاحب مرحوم کے صاحبزادے مکرم ارشد محمود لودھی ایڈوکیٹ مرحوم نوشہرہ کے معروف وکیل تھے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ 1970ء کے انتخابات سے ملکی سیاست میں فعال ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی سیاسی پارٹی نے آپ کو ''مخصوص اقلیتی'' نشست پر پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب میں حصہ لینے کو کہا مگر آپ نے مقامی جماعت کے وفد کے سمجھانے پر بلا چون و چرا یہ پیشکش ٹھکرا دی اور بظاہر لاکھوں کی ممکنہ آمد یا دنیاوی سیاسی مقام کی پرواہ نہ کی۔ نوشہرہ میں احمدیوں کی تدفین کے لئے کنٹونمنٹ بورڈ سے ایک قطعہ زمین کی منظوری حاصل کرنے کے لئے بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ افسوس کہ باقاعدہ چار دیواری نہ ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ قطعہ زمین ناجائز تجاوزات کا نشانہ بنتا جا رہا ہے۔

لودھی گھرانوں کے اکثر افراد اب نوشہرہ سے نقل مکانی کر کے ملک کے دیگر حصوں میں منتقل ہو چکے ہیں۔

(از: ڈاکٹر طارق احمد مرزا)

صوبہ میں ذیلی تنظیمیں اور اُن کے عہدیدار

صوبہ میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم

صوبہ خیبر پختونخوا میں جماعت کی ترقی میں ذیلی تنظیمیں بھی ممد و معاون ثابت ہوئی ہیں۔صوبہ میں انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اوراطفال کی طرح لجنہ اماء اللہ بھی مختلف جماعتوں میں لیکن خاص طور پر پشاور، نوشہرہ اور مردان ایبٹ آباد میں عورتوں کی تعلیم و تربیت میں کوشاں ہیں۔سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سے عورتوں کی تربیت کی ضرورت کے پیش نظر ذیلی تنظیموں میں سے سب سے پہلے لجنہ اماء اللہ کا قیام ۱۹۲۲ء میں کیا۔چنانچہ جماعتی تنظیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی یہ تنظیم بھی کام کرتی رہی۔ایسی تمام کارکنات کا باقاعدہ ریکارڈ دستیاب نہیں تاہم محترمہ امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ مرزا بشیر احمد صاحب نے جو خود بھی ضلعی صدر لجنہ پشاور رہ چکی ہیں بعض اسماء تحریر کئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ اہلیہ خان صاحب محمد نواز خان پشاور،نوشہرہ، محترمہ قانتہ بیگم صاحبہ،محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا نثار احمد فاروقی صاحب، محترمہ نسیم سعید صاحب، محترمہ شمیم شریف صاحبہ، محترمہ بیگم عبدالسلام خان صاحب، محترمہ امۃ العزیز صاحبہ، محترمہ نور جہاں اسلم صاحبہ، محترمہ عارفہ بیگم صاحبہ زوجہ مرزا منظور احمد صاحب، محترمہ امۃ السلام صاحبہ زوجہ مرزا مقصود صاحب، محترمہ امۃ الوحید اکبر صاحبہ، محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ، محترمہ نجمہ داؤد صاحبہ بیگم کرنل داؤد صاحب، محترمہ بیگم سلیم صاحبہ، محترمہ نور جہاں صاحبہ، محترمہ مبارکہ افتخار صاحبہ، محترمہ ڈاکٹر سلیم ارشاد صاحبہ، محترمہ امۃ الوحید نصیر صاحبہ، محترمہ مریم بیگم صاحبہ، محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ

زوجہ ڈاکٹر منظور احمد صاحب، محترمہ ناصرہ افغانی صاحبہ، شیخ محمدی، محترمہ امینہ افغانی صاحبہ، محترمہ امۃ العزیز صاحبہ بیگم خان شمس الدین خان صاحب (آپ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۸ء تک صدر ضلع و علاقائی رہیں) محترمہ امۃ الوحید صاحبہ (۱۹۹۸ء سے ۲۰۱۰ء تک صدر ضلع و علاقائی رہیں) محترمہ مریم بیگم صاحبہ زوجہ بابو شفیع احمد صاحب، محترمہ فاطمہ بیگم صاحب مرزا غلام حیدر صاحب، محترمہ نصرت بیگم صاحبہ زوجہ ناصر احمد صاحب، محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ ڈاکٹر مرزا عبدالرحیم صاحب، محترمہ قدسیہ شریں صاحبہ زوجہ مرزا اقبال احمد صاحب، محترمہ امۃ النصیر صاحبہ زوجہ مبشر طاہر صاحب، محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ زوجہ مرزا عبد الحفیظ صاحب، محترمہ ثمینہ لودھی صاحبہ، محترمہ ماریہ وسیم صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر (ہومیو) وسیم احمد صاحب، محترمہ طفیل بیگم صاحبہ زوجہ حکیم فضل احمد صاحب، محترمہ نسیم بیگم صاحبہ، محترمہ نائلہ صاحبہ بنت سکواڈرن لیڈر خان محمد شفیق احمد صاحب، محترمہ امۃ الباسط صاحبہ زوجہ صاحبزادہ حبیب الرحمن صاحب، محترمہ امۃ الرؤف صاحبہ زوجہ سید عبد الکریم شاہ صاحب، محترمہ بیگم کرنل رشدی صاحب کوہاٹ، محترمہ عصمت صاحبہ زوجہ صاحبزادہ انعام اللہ صاحب سرائے نورنگ، محترمہ ممتاز بیگم صاحبہ زوجہ میجر اکبر صاحب صدر لجنہ ایبٹ آباد، محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ بیگم مرزا عبداللہ جان صاحب صدر لجنہ ایبٹ آباد، محترمہ عطیہ تنولی صاحبہ زوجہ مکرم عبدالرحمن تنولی صاحب صدر لجنہ ایبٹ آباد۔

اس کے علاوہ مختلف اوقات میں کوہاٹ، مردان اور دیگر بعض جماعتوں میں لجنہ کی تنظیم قائم رہی ہے۔ خدا تعالیٰ سب کارکنات کو اجرِ عظیم سے نوازے۔

(از: محترمہ امتہ الحمید صاحبہ زوجہ محترم مرزا البشیر احمد صاحب)

○

مجالس ہائے انصار اللہ صوبہ خیبر پختونخوا

1940ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعودؓ نے مجالس لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی طرز پر چالیس سے بڑی عمر والے احمدی مرد حضرات کی تعلیم و تربیت کے لئے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 1940ء میں آپ نے فرمایا:

''ان مجالس (خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ) میں شامل ہونا درحقیقت اپنے ایمان کی حفاظت کرنا اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہم پر عائد ہیں۔''

آپ نے تلقین فرمائی کہ:

''ضرورت اس بات کی ہے کہ انصار اللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں تا کہ ہر جگہ اور ہر مقام میں ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کرم کرنے والی جماعت ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 1943ء)

اس مقصد کے حصول کی خاطر مجلس انصار اللہ کا بنیادی ڈھانچہ بشمول عہد انصار اللہ، نصاب، علَم اور جملہ تنظیمی قواعد وضوابط دستور اساسی بھی حضور انورؓ کی ذاتی ہدایات اور نگرانی میں تشکیل پائے۔

حضرت المصلح الموعودؓ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے صوبہ خیبر پختونخوا (سابق صوبہ سرحد) میں بھی دیگر ذیلی تنظیموں کے ساتھ مجلس انصار اللہ کا قیام بھی اسی ابتدائی دور میں ہی عمل میں آ گیا

تھا۔آج خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اعلیٰ روحانی مقاصد کے حصول کی خاطر صوبہ خیبر پختونخوا میں مقامی اور ضلعی مجالس ہائے انصاراللہ مستحکم، منظم اور سرگرم عمل ہیں۔

مجلس انصاراللہ پشاور کے ابتدائی کارکنان میں نمایاں مکرم بابو شمس الدین صاحب اور مکرم خان صاحب کا آتا ہے۔اسی طرح سے مکرم چوہدری رکن الدین صاحب پشاور کی بطور زعیم اعلیٰ نمایاں کارکردگی اس لحاظ سے قابل تحسین ہے کہ آپ کے دور میں مسلسل تین مرتبہ (سال 1966۔67۔68) میں مجلس انصاراللہ پشاور ملک بھر میں مجموعی کارکردگی میں اوّل آنے کی بناء پر علم انعامی کی حقدار قرار پائی۔موخر الذکر آخری دو سالوں میں مجلس انصاراللہ کراچی کے ساتھ برابر رہیاور چھ ماہ علم انعامی رکھنے میں اشتراک کیا۔اسی طرح متعدد بار دوم اور سوم پوزیشن حاصل کی۔

(تاریخ مجلس انصاراللہ۔ایڈیشن اوّل۔صفحات 148،149،152،153۔شائع کردہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

○

مجالس ہائے انصاراللہ خیبر پختونخوا میں ناظم اور زعیم کے طور پر خدمت سرانجام دینے والوں کی فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے۔ اگرچہ یہ مکمل نہیں ہے اور خاکسار کی کوشش کے باوجود مکمل فہرست مہیا نہ ہو سکی۔

اسماء ناظمین علاقہ/ضلع/زعماء اعلیٰ صوبہ خیبر پختونخوا

زعماء اعلیٰ انصاراللہ مجلس پشاور شہر		ناظمین علاقہ صوبہ	
نام	سال	نام	سال
ڈاکٹر داؤد احمد	1983-88	شمس الدین اسلم	1995-05
پروفیسر ناصر احمد	1989-91	مظفر احمد	2006
مرزا بشارت احمد	1992-94	مرزا مبارک احمد	2007
ڈاکٹر منصور احمد وقار	1995-01	ڈاکٹر گلزار احمد	2008-13
عبداللہ جان	2002-05		
ڈاکٹر منظور احمد	2006-08		
مرزا مبارک احمد	2009-15		
زعمائے اعلیٰ مجلس انصاراللہ پشاور چھاؤنی		ناظمین ہزارہ ڈویژن	
ڈاکٹر منصور احمد وقار	1992-94	سید منیر احمد حاشمی	1979-83
عبدالعزیز خان	1995-97	منظور احمد	1998

1999-13	ذوالفقار احمد	1998-01	محمد علی خان
	ناظمین ضلع پشاور	2002-03	کرنل عبدالودود خان
1982-89	سید منیر احمد حاشمی	2004	انجینئر مظفر احمد
1990-91	میر تسنیم احمد	2005	پروفیسر محمد یوسف
1992	عبدالحمید خان	2006-08	صاحبزادہ شاہد احمد
1993-98	شمس الدین اسلم	2008-09	سید عبدالکریم شاہ
1999-04	پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال	2009	شیخ منیر احمد
2005	کرنل عبدالودود	2009	منصور احمد پال
2006-12	ڈاکٹر حامد احمد	2010-11	انور حسین
2013	مقصود احمد	2012	ڈاکٹر گلزار احمد
	ناظمین ضلع مردان	2012	ڈاکٹر حامد احمد
1995	رفیع اللہ شاہ	2013	صاحبزادہ عبدالجبار
1996-99	حاجی نعیم احمد	2013	انور حسین
2000-03	سید سعادت علی شاہ	زعمائے اعلیٰ مجلس انصار اللہ حیات آباد (پشاور)	
2004-06	حاجی نعیم احمد	1992-94	رسالدار فضل الٰہی
2007-13	ریاض الدین	1995-99	میجر عبدالحمید
	ناظمین ضلع نوشہرہ	2000-01	میاں نثار احمد
1995-96	محمد رشید ارشد	2002-03	سید مسعود احمد شاہ بخاری
1997-99	پروفیسر مرزا بشیر احمد	2004-05	طارق محمود خان
		2006-11	آفتاب حسین زیدی

ناظمین ضلع کوہاٹ		2012-13	نصیر سعید
1995-96	صاحبزادہ جمیل لطیف	2013	ناصر محمود شاہ
1997-00	محمد سلیم خان	2013	صاحبزادہ میجر مشتاق احمد
2001-08	انجینئر محمود مجیب اصغر محمد احمد تنویر		
ناظم ضلع ایبٹ آباد			
1984-88	پروفیسر ناصر احمد		
1989-91	عبدالمتین خان		
1992-93	خورشید عالم		
1994-97	چودھری نصیر احمد خالد		

(بشکریہ: دفتر مجلس انصار اللہ، ربوہ - پاکستان)

○

مجالس ہائے خدام الاحمدیہ صوبہ خیبر پختونخوا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 1945ء میں فرمایا:

''میری غرض انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو مکمل کردوں۔ ایک دیوار انصاراللہ ہیں، دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں اور تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ اور چوتھی لجنات اماء اللہ ہیں۔ اگر یہ چاروں دیواریں ایک دوسرے سے الگ الگ ہو جائیں تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی عمارت کھڑی نہیں ہو سکے گی۔ عمارت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب اس کی چاروں دیواریں آپس میں جڑی ہوئی ہوں۔ اگر وہ علیحدہ علیحدہ ہوں تو وہ چار دیواریں ایک دیوار جتنی بھی قیمت نہیں رکھتیں۔''

(بحوالہ تاریخ انصاراللہ، صفحہ ۸۳۔ایڈیشن اول۔شائع کردہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ پاکستان)

مجلس خدام الاحمدیہ جو 15 سال سے زائد اور 40 سال سے کم عمر احمدی مردوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے قائم کی گئی ہے، جماعت احمدیہ کی وہ خوش نصیب ذیلی تنظیم ہے جس کے پہلے صدر اس کے بانی یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ خود تھے۔

صوبہ خیبر پختونخوا کی جملہ مجالس ہائے خدام الاحمدیہ کی تمام تر تاریخ اس صوبہ کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جو اپنے بیان کے لئے الگ سے ایک کتاب لکھے جانے کا متقاضی ہے۔ اس کتاب کے ہر دو حصہ جات میں جن مخلصین کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے اکثر حضرات مجلس خدام

الاحمدیہ کے لئے بھی اپنی زریں خدمات کے لئے معروف ہیں۔ تاہم بعض کے نام بغرض تشکر اور دعا ذیل میں بھی درج کئے جاتے ہیں:

مکرم مرزا بشیر احمد صاحب، مکرم محمد رشید ارشد صاحب، مکرم گلزار احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر حامد احمد صاحب، مکرم ملک احتشام احمد صاحب، مکرم مظفر احمد صاحب، مکرم عبداللہ جان صاحب، مکرم مرزا مبارک احمد صاحب، مکرم سید انور احمد شاہ صاحب، مکرم مبشر الرّحمٰن خان لودھی صاحب، مکرم عامر رضا صاحب شہید، مکرم ارادت احمد صاحب، مکرم نعیم احمد ناصر صاحب، مکرم ڈاکٹر مطلوب احمد صاحب، مکرم طارق احمد مرزا صاحب، مکرم عابد احمد صاحب۔

اسماء قائدین علاقہ رضلع رمقامی مجالس خدام الاحمدیہ صوبہ خیبر پختونخوا

دوران سال 1981-2014

قائدین علاقہ (صوبہ)		قائد مقامی	اسماء
سال	نام		
1995-96	ڈاکٹر حامد احمد	پشاور	شجاع الدین، نعیم الرحمن، ڈاکٹر محمد علی، اعجاز احمد، سلطان احمد محمود
1996-99	عزیز احمد سنوری	پشاور شہر	عبداللہ جان، نوید احمد، امتیاز احمد، ڈاکٹر ابرار احمد، امتیاز احمد خان، احمد حسین بخاری، فرحان احمد، وسیم احمد، شہزاد الدین خٹک
1999-05	ڈاکٹر حامد احمد	پشاور شہر + بازید خیل	عمران دانش

2005-07	ڈاکٹر مطلوب احمد	پشاور خیبر	عبد الباسط، نوید اسلم، خلیل احمد طاہر، خالد سعید، ڈاکٹر حامد احمد، مرزا فاروق احمد، صاحبزادہ احمد ولید، محمد اکرم طاہر، عدنان ودود، طاہر سلیم الدین، خالد احمد
2007-12	ابرار احمد	حیات آباد	ناصر الدین اقبال، ذوالفقار احمد، ندیم منور زیدی، ریاض احمد، سید وقار بلال حسین زیدی، صاحبزادہ عمان نویل، کامران حیدر
2012-14	وسیم احمد	اچینی پایاں	صیاد احمد، بشیر احمد، ناصر احمد، رحمت اللہ، سلطان محمود، مشتاق احمد، محمود احمد، ڈاکٹر شاہ محمود، اعزاز احمد، یاسر احمد، فواد احمد
		بازید خیل	نور الدین احمد، منصور احمد، منظور احمد، امتیاز احمد، ظہور احمد، مظفر احمد، شکیل احمد، نور الدین، ارشد اقبال، بن یامین احمد
		شیخ محمدی	منور احمد، امتیاز احمد، ارشد اقبال
		نوشہرہ	سید انور احمد شاہ، ڈاکٹر فاروق احمد، نعیم احمد، نعیم احمد ناصر، طارق محمود، طاہر احمد، مبشر الرحمن، مرزا مبارک احمد، وسیم احمد طاہر، عبد المنان، ولید احمد لودھی، سمیر احمد

قائدین ضلع پشاور		مردان	میاں عبد الماجد، عبد الباسط مومن، نصیر احمد قریشی، عبد المالک، مطلوب احمد، شریف احمد، محمد اکرم جاوید، لئیق احمد، ڈاکٹر فہیم اقبال، ڈاکٹر طارق محمود، عارف محمود، عامر رضا، فہیم خان، عمیر احمد، عبد السلام
1993-94	میجر عبد الماجد	پبی	انوار احمد، انوار احمد عامر، مبشر احمد، ڈاکٹر منصور احمد
1994-95	محمد جمیل خان	رسالپور	منیر احمد ظفر، منور احمد، جمیل احمد، امجد احمد، خالد محمود تبسم، طارق محمود، مبشر احمد ظفر، خالد محمود، رفیع الدین، محمد یاسین، ناصر احمد، رضوان احمد،
1995-01	انجینئر مظفر خان	بازید خیل+ شیخ محمدی	امتیاز احمد، ارشد اقبال
2001-03	مرزا مشہود احمد	منگورہ	منظور احمد، اظہر سہیل، سید عالم، عظمت سہیل، عادل سہیل
2003-11	مقصود احمد	کوہاٹ	صاحبزادہ جمیل لطیف، سید سلیم احمد شاہ، ناصر احمد، نسیم احمد ڈار، عبد السمیع خان، قاضی عرفان احمد، بشیر احمد عرفان، محمد افضل، بشیر احمد، عرفان بنگش
2011-12	وسیم احمد	ٹوپی	عابد خان، سید وقار احمد، انور احمد، شہباز احمد، عطاء الحمید
2012-13	سید احمد حسین بخاری	ڈیرہ اسماعیل خان	محمد عمران، ملک طارق منور، الطاف حسین، پیر دبیر احمد، ملک مظہر حسین

2013-15	مہران احمد	سرائے نورنگ	صاحبزادہ انعام اللہ، صاحبزادہ فضل عمر
قائدین ضلع مردان		تربیلا	وسیم الدین، رضوان احمد، نعیم الدین، اسد احسان
1993-94	میاں عبد الماجد		
1994-95	شریف احمد		
1995-99	شیخ عامر رضا		
1999-05	ڈاکٹر مطلوب احمد		
2005-06	مبارک احمد		
2006-11	کبیر احمد		
2011-12	وقاص نجم		
2011-13	نسیم احمد		
2013-15	وجید احمد لقمان		
قائدین مقامی			
دیر	شیر عالم		
چارسدہ	صابر شاہ، محمد اسحاق		
ہوتی	قاضی فاروق احمد، قاضی منظور احمد		
اکوڑہ خٹک	فضل جان، عزت اللہ		
پاڑہ چنار	محمود احمد		

(بشکریہ: دفتر مجلس خدام الاحمدیہ، ربوہ - پاکستان)

حرفِ آخر

الحمدللہ! یہ امر ہمارے لیے باعثِ مسرّت ہے کہ ہم حسب وعدہ کتاب ''احمدیت کا نفوذ- صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں'' کی جلد دوم ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ اگرچہ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ پہلی جلد کا ہی دوسرا ایڈیشن معہ اصلاحات و اضافہ جات شائع کیا جائے۔ لیکن بعد میں مواد کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ طبع اول میں ترامیم کی بجائے دوسری جلد شائع کی جائے۔ خدا کرے کہ پہلے کی طرح ہماری یہ کاوش بھی مفید اور مقبول ثابت ہو اور اس علاقہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کا کام ہم بہتر طور پر سرانجام دے سکیں۔

''احمدیت کا نفوذ- صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں'' کی اشاعت کے بعد ہمیں متعدد تبصرے موصول ہوئے۔ عمومی طور پر اسے بہت سراہا گیا اور خاص طور پر اسے نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے بہت مفید قرار دیا گیا۔ بعض دوستوں نے اس میں بعض اصلاحات کی طرف توجہ دلائی۔ بعض نے اس میں خامیوں کی نشاندہی کی۔ بعض نے اپنے بزرگوں کا ذکر شامل نہ کرنے یا کم کرنے کا شکوہ کیا۔ ہم ان سب افراد کی دلچسپی اور تعمیری تنقید کے لیے بہت شکر گذار ہیں اور اس امر کے لیے کوشش کریں گے کہ ان امور کی تلافی کر سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب کی اشاعت کے وقت ہمیں خود اس امر کا احساس تھا کہ اس میں مزید اضافہ کی گنجائش ہے کیونکہ بہت سے پہلو تشنۂ تکمیل تھے۔ اس لیے شروع سے ہی یہ عزم تھا کہ اسے دوسرے ایڈیشن میں پورا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائیگی۔ چنانچہ جلد دوم کی اشاعت اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

کتاب ھذا کی پہلی جلد میں اس صوبہ کے ایک اہم ضلع، ہزارہ کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا جاسکا تھا۔ اس علاقہ کے احباب نے اس کمی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ

اس ضلع میں احمدیت کا نفوذ بھی بڑی شدت سے ہوا تھا اور متعدد مقامات پر بڑی فعال جماعتیں وجود میں آئی تھیں۔لیکن 84-1974 میں جماعت کے خلاف جو منظم دہشت گردی اور ظلم وستم خود حکومت کی سرپرستی میں روا رکھا گیا اس کے نتیجہ میں اس علاقہ کی جماعتیں متأثر ہوئی ہیں بلکہ بعض جماعتیں ناپید ہو گئی ہیں، بعض احمدیہ مساجد کو بند کر دیا گیا ہے۔بعض افرادِ جماعت کو شہید کر دیا گیا۔ان حالات میں جماعت کے اکثر افراد کو ہجرت کرنا پڑی اور وہ ربوہ یا بیرونی ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ یہ محض ایک عارضی دور ہے۔ الٰہی جماعتوں پر ایسے ابتلاء آنا ناگزیر ہیں بلکہ جس قدر بڑا ابتلاء ہوتا ہے اسی قدر خدا تعالیٰ کے بڑے انعامات بھی مقدر ہوتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ مذہبی جنونیت اور دہشت گردی کا یہ دور جلد اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچ کر رہے گا اور ان علاقوں میں جماعت پہلے سے بڑھ کر ترقی پذیر ہوگی۔ انشاءاللہ۔

اس لیے قطع نظر موجودہ صورتحال کے ہم ماضی کی تاریخ کو کسی حد تک محفوظ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ جماعت کی ترقی کے دور میں آئندہ نسلیں اپنے ماضی سے واقف ہو سکیں اور اپنے آباء و اجداد کی قربانیوں سے واقف ہو سکیں اور ان کے نقوش پا پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

○

صحت نامہ

احمدیت کا نفوذ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں - جلد اوّل

	صفحہ نمبر	غلط	درست
☆	صفحہ ۹۲	حاصلہوئی	حاصل ہوئی
☆	صفحہ ۹۲	قادیادن	قادیان
☆	صفحہ ۱۰۷	خلیفۃ الثالث	حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
☆	صفحہ ۱۱۹	ناصر احمد رحمۃ اللہ خلیفہ الثالث	حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ
☆	صفحہ ۱۲۵	بنون	بنوں
☆	صفحہ ۱۲۵	اسے	نہ صرف اسے
☆	صفحہ ۱۳۰	ترتاب	ترناب
☆	صفحہ ۱۳۱	مارڈھار	ماردھاڑ
	صفحہ ۱۳۳	کوراٹر	کوارٹر
	صفحہ ۱۳۳	ایمونیش	ایمونیشن
☆	صفحہ ۱۴۷	نقادتھی	باریک بیں تھی
☆	صفحہ ۶۱	شرفیاب	شرف یاب

☆ صفحہ 231 تاریخ وفات محترم قاضی شفیق احمد صاحب
18 جولائی درج ہوگئی تھی۔ درست 18 فروری ہے۔

☆ صفحہ ۶۶ ۰2 20

☆ صفحہ ۷۱ چار بیٹوں پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے
نوازا۔ پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب کا نام درج نہ ہوسکا۔

☆ صفحہ ۱۶۶ پہلا مصرع پہلا شعر

☆ صفحہ ۱۷۶ فہرست مربیان میں مکرم حافظ محمد صدیق صاحب کا نام شامل
ہونے سے رہ گیا جو نوشہرہ میں تعینات رہے۔

☆ صفحہ ۱۷۴ آپ کی خواہش کی بناء پر آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔
آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ (درست)

☆ صفحہ ۱۷۸ طیب صاحب شہادت کے وقت
طیب صاحب آپ کی شہادت کے وقت (درست)

☆ صفحہ ۱۷۹ اپنی جماعت پہ ہی جماعت احمدیہ پہ ہی

☆ حصہ تصاویر صفحہ 3 پر ایک تصویر کے نیچے سہواً مکرم عبدالحق احمدی صاحب کا نام
تحریر ہوگیا ہے جبکہ یہ تصویر مکرم مرزا عبدالمجید صاحب کی ہے۔

○

مکتوب

مکرم ومحترم مجیب الرحمن صاحب ایڈووکیٹ

مورخہ 11 نومبر 2014ء

آج برادرم شمس الدین اسلم صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہونے کی سعادت پائی اور ائیر ہیڈ کوارٹرز میں ان کی پوری سروس اور جماعتی خدمات نظر میں گھوم گئیں۔ آج ان کی تحریری خدمت سے آگاہی ہوئی۔ جماعت احمدیہ صوبہ سرحد کی تاریخ محفوظ کرنے میں اسلم صاحب نے جو کاوش کی ہے وہ ان کی محبت کی آئینہ دار ہے جو انہیں اہل سرحد سے ہے۔ پرانے بزرگوں کے حالات جمع کر دئے جو نئی نسلوں کے لئے روشنی کے مینار ثابت ہوں گے۔ میں ان کی اس خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسلم صاحب موصوف کی نسلوں کو اپنے افضال سے نوازے۔ آمین۔

عزیزم احمد اسلم صاحب سے تعارف اور ملاقات بھی میرے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر دے۔ آمین۔

طالب دعا

مجیب الرحمٰن۔ ایڈووکیٹ

○

تبصرہ کتاب

’’احمدیت کا نفوذ- صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) میں‘‘

(شائع شدہ: روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 30 اپریل 2014ء)

نام کتاب: ’’احمدیت کا نفوذ- صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) میں‘‘
مرتب کردہ: مکرم محمد اجمل شاہد صاحب
پبلشر: مکرم شمس الدین اسلم صاحب صفحات: 288

صوبہ خیبر پختونخوا اور اس سے ملحقہ ملک افغانستان میں احمدیت کے نفوذ کے حالات اور واقعات بہت دلچسپ اور ایمان افروز ہیں۔ آج سے تقریباً سوا سو سال قبل اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہونے والا تھا۔ عین اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بعض بزرگوں کو حضور کے ظاہر ہونے کی خود اطلاع دی اور اس طرح سعید الفطرت لوگوں کو آپ کے قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار کر دیا۔ بلاشبہ اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کے لئے خدا تعالیٰ نے خود غیب سے سامان پیدا فرما دیئے تھے۔

مکرم محمد اجمل شاہد صاحب مؤلف کتاب ہذا اور مکرم شمس الدین اسلم صاحب جو کہ اس کتاب کے پبلشر ہیں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ صوبہ خیبر پختونخوا میں احمدیت کے آغاز کے ضمن میں جملہ حقائق ہمارے سامنے پیش کئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان بزرگان کا ذکر خیر بڑی محبت اور عقیدت سے کیا ہے جنہوں نے ابتدائی دنوں میں بڑے مشکل اور نا مساعد حالات میں بھی پورے عزم اور وفا کے ساتھ امام الزمان پر ایمان لاتے ہوئے ہر قسم کی قربانیاں

پیش کیں اوراپنے ایمان ویقین پر قائم رہے۔

کتاب میں جماعت کے کئی بزرگوں کی مرکز سے صوبہ میں آمد کی تفصیلات بھی موجود ہیں کہ کس طرح مختلف مواقع پر علماء سلسلہ اور بزرگان کی آمد سے تمام جماعت مستفیض ہوتی رہی اور تعلیم وتربیت کے مواقع پیدا ہوتے رہے۔

اسی طرح صوبہ میں ذیلی تنظیموں کے قیام، ان کے کرداراوران کی باہمی تقابلی جذبہ کے تحت مسابقت کی روح کے ساتھ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی لگن اور جستجو کا عکس بھی ملتا ہے۔

مؤلف نے بڑی کاوش کے ساتھ صوبہ خیبر پختونخوا کی جماعت احمدیہ کی پوری تاریخ مختصر مگر جامع انداز میں اکٹھی کر دی ہے۔ کتاب کو پڑھ کر یہ روح پرور احساس اُجاگر ہوتا ہے کہ کس طرح ہر آن خدا تعالیٰ کی مدد، تائید اور نصرت اس الٰہی جماعت کو حاصل رہی ہے اور کیسے بھی ناموافق اور نامساعد حالات ہوں جماعت ان میں سے اور صیقل ہو کر نکلی ہے جیسا کہ الٰہی جماعتوں کی تاریخ سے واضح ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ سفر پرخار وادیوں میں سے ہوا۔ اس کے لئے جماعت کو بے شمار قربانیاں دینا پڑیں۔ کئی ایک کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ہجرت بھی کرنی پڑی۔

کتاب میں 1953ء اور 1974ء کے پرآشوب حالات کا ذکر بھی موجود ہے۔ کس طرح صوبہ میں جماعت پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ مگر آفرین ہے کہ جماعت کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آج خدا کے فضل وکرم سے صوبہ کے تقریباً تمام اہم مقامات پر جماعت احمدیہ کی شاخیں موجود ہیں اور روبہ ترقی ہیں۔

صوبہ کے بعض اہم بزرگوں کے حالات زندگی اور ایمان افروز واقعات بھی کتاب کی زینت ہیں جن کو پڑھ کر ایمان میں روحانی تراوت اور تقویت محسوس ہوتی ہے۔

کتاب کی ابتداء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ارشاد درج ہے اور یقیناً کتاب

مرتب کرتے وقت یہ ہر لحہ مصنفین کے پیش نظر تھا۔

حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اپریل 1993ء میں قرآن مجید کی روشنی میں اپنے آباء واجداد کے ذکر کو زندہ رکھنے کی اہمیت اور اس کے عظیم روحانی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"قرآن مجید نے جو بہت سے ذرائع بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک ذریعہ ذکر ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آباؤ اجداد کا ذکر زندہ رکھتے ہیں ان کے آباؤ اجداد کی عظیم خوبیاں نسلاً بعد نسلٍ قوموں میں زندہ رہتی ہیں"

یہ کتاب صوبہ خیبر پختونخوا میں احمدیت کی تاریخ کے متعلق ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنفین نے واقعی صوبہ میں احمدیت کی تاریخ کو یکجا طور پر محفوظ کر کے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

احمدیت کی وہ خوشبو جو آج سے سوا سو سال قبل قادیان کی گمنام بستی سے پھیلنا شروع ہوئی آج خدا کے فضل سے اس کی مہک چہار عالم میں پھیل چکی ہے اور بیشمار سعید روحیں اس سے معطر ہو رہی ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب یہ لازوال خوشبو اس روحانی طور پر زرخیز صوبہ کے قریہ قریہ میں پھیل جائے گی۔ مجموعی طور پر یہ بہت اہم اور کارآمد تصنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو اس کتاب سے صحیح معنوں میں مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(عبدالصمد قریشی)

تبصرہ کتاب: احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختون خواہ میں۔جلداوّل

ازمحترمہ شکیلہ طاہر صاحبہ
(سابق اسسٹنٹ لائبریرئن خلافت لائبریری۔ربوہ، پاکستان)

○

لائبریری علم کی آماجگاہ تصور کی جاتی ہے۔اس کی ترتیب مہارت کا کام ہے۔عموماً اس علمی خزانے کی درجہ بندی منطقی بنیادوں پر مضامین کے اعتبار سے 10 حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔اور دنیا کے تمام مضامین کے بعد سب سے آخر میں ''تاریخ'' کا مضمون آتا ہے۔تاریخ نویسی گذشتہ حالات وواقعات کو فنی مہارت کے ساتھ قلمبند کرنے کا ایک نہایت اہم علم ہے۔اس کے ذریعہ اس فانی جہان میں بقا کی کوشش کی جاتی ہے۔بقا کی خواہش ایک فطری عمل ہے۔اسی کی بناء پر نسلیں چل رہی ہیں اور موت کی اٹل حقیقت کے ساتھ ساتھ زندگی کا نظام جاری وساری ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنا اور تاریخ نویسی دومختلف کام ہیں۔اس وقت صوبہ خیبر پختونخوا میں احمدیت کی تاریخ پر مبنی ایک خوبصورت، دلچسپ اور معلوماتی کتاب زیرِ نظر ہے۔اس کا عنوان ہے''احمدیت کا نفوذ: صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) میں۔(عمائدین احمدیت کی ایمان افروز داستان)'' جسے بڑی عمدگی سے مکرم ومحترم محمد اجمل شاہد صاحب نے مرتب کیا۔موصوف مربی سلسلہ احمدیہ پشاور، پاکستان رہے ہیں نیز سابق امیر ومشنری انچارج جماعت احمدیہ نائجیریا، مغربی افریقہ بھی رہے ہیں۔جبکہ اس کتاب کے ناشر مکرم ومحترم شمس الدین اسلم

صاحب ہیں ۔جنہیں بطور سابق امیر اوّل و ناظم علاقہ مجلس انصار اللہ صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) خدمات سلسلہ کی سعادت نصیب ہوتی رہی ۔اس کا سرورق صوبہ خیبر پختونخوا (سابقہ صوبہ سرحد) کے انگریزی نقشے ، بینارۃ المسیح اور مسجد کے گنبد کی تصاویر پر مبنی ہے ۔اس کی ضخا مت تقریباً 300 سفید صفحات پر مبنی ہے ۔اس کے آخر میں مصنف اور ناشر کی تصاویر کے ساتھ کتاب کا مختصر انگریزی تعارف دیا گیا ہے ۔ یہ کتاب ایک قیمتی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کا انداز تحریر "Who's Who" کی طرز کا ہے جو حوالہ جاتی کتب کی ایک اہم قسم ہے ۔جس میں کسی علاقے ، گروہ یا پیشے کے ممتاز افراد کی فہرست کتابی شکل میں ان کی مختصر آپ بیتی کے ساتھ شائع کی جاتی ہے ۔اس بناء پر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ’’احمدیت کا نفوذ‘‘ اردو لٹریچر کے حوالہ جاتی مواد میں بھی ایک گران قدر اضافہ ہے ۔

انتہائی توجہ اور باریک بینی کے ساتھ تاریخی واقعات قلم کئے گئے ہیں ۔ نیز علاقے کے کسی بھی زمانے کے سرگرم مکینوں کو اس اہم دستہ ویز میں شامل کر کے اسے اور بھی مستند بنا دیا ہے ۔ دوران مطالعہ حضرت فتح محمد سیال صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صاحبزادی محترمہ امۃ الشافی صاحبہ بیگم محمد ہاشم خان درانی ابنِ مکرم محمد اکرم خان درانی صاحب کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اپریل 1993 میں دیکھ کر نیز ان کے حالات اور جماعتی خدمات کے متعلق پڑھ کر دلی مسرت ہوئی کیونکہ موصوفہ خاکسار کی والدہ محترمہ عقیلہ صادق صاحبہ (مرحومہ) بنت مرزا محمد احمد بیگ آف پٹی کی پھپھی زاد بہن ہیں ۔اس کے لئے جزاکم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والاخرۃ۔

ایک مجلہ کی ادارت کے تجربہ کی بناء پر اس کتاب کی تحقیق ،تحریر ،تدوین و ترتیب و منظوری و اشاعت وغیرہ کے محنت طلب اور صبر آزما مراحل کو حکمت عملی سے طے کرنے پر مبارک باد پیش خدمت ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کے حصہ دوئم کی اشاعت سے بھی جلد سرفراز فرمائے ۔آمین ۔

یہ کتاب جذبہ کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔مکرم ومحترم شمس الدین اسلم صاحب کے دو دہائیوں پر محیط خواب کی تکمیل کی مجسم تعبیر ہے۔ جسے دیکھ کر یہ امید اورتقویت پکڑتی ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ہمارے خوابوں کو بھی سچے جذبہ کی تعبیر طلب آنچ سے نوازے گا۔آمین۔

دعا طلب

خاکسار

شکیلہ طاہر

اسسٹنٹ لائبریرین خلافت لائبریری۔ربوہ، پاکستان (سابق)

مدیرہ مجلہ النساء۔کینیڈا (سابق)

○

تبصرہ کتاب: احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختون خواہ میں ۔ جلد اوّل

از: محترم زکریا ورک صاحب ۔ کینیڈا

○

کتاب احمدیت کا نفوذ مکرم محمد اجمل شاہد سابق مربی سلسلہ پشاور، کراچی اور سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا نے ترتیب دی ہے۔

اس کتاب کی تدوین کیلئے مکرم اجمل شاہد صاحب ہی موزوں تھے کیونکہ آپ خود پشاور میں چار سال 65-1961 تک بطور مربی سلسلہ متعین رہے۔ مکرم شمس الدین اسلم نے اس کتاب مواد اکٹھا کرنے میں تقریباً بیس سال صرف کئے۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ درحقیقت یہ کتاب ان کے عزم، استقلال اور مصمم ارادے کی آئینہ دار ہے۔ جو احباب جماعت واقعات خود ضبط تحریر میں نہیں لانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، آپ نے ان احباب کو فارم بنا کر دئے کہ وہ اپنے کوائف اور حالات زندگی قلم بند کردیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ احباب کو بار بار یاددہانی بھی کرواتے رہے۔ یہ محنت اور لگن کا کام وہ لگا تار اٹھارہ سال تک کرتے رہے۔ اور 2009ء جب وہ امریکہ تشریف لائے تو تمام مواد اپنے ساتھ لے کر آئے۔ یہاں خوش قسمتی سے ان کی ملاقات مکرم محمد اجمل شاہد صاحب سے ہوگئی جنہوں نے صوبہ سرحد کے عمائدین احمدیت کا ذکر قلم بند کیا بلکہ جماعت احمدیہ خیبر پختون خواہ کی گزشتہ ایک صدی کی تاریخ رقم کی۔

کتاب کا سرورق پیلے رنگ کا دیدہ زیب ہے جس پر منارۃ المسیح کی تصویر ہے۔ مضامین کی ترتیب سوچ بچار کے بعد تیار کی گئی ہے اور عمدہ ہے جیسے: آباء واجداد کا ذکر زندہ رکھنے کی اہمیت و

برکات، صوبہ سرحد میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 19 صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی، بعض خوش قسمت احباب کا تذکرہ، خلافت اولیٰ کا بابرکت دور، خلافت اولیٰ کے بعض مبائعین مع تعارف، حضرت مصلح موعودؓ کا زریں دور، امراء صوبہ و اضلاع کا ذکر خیر، صوبہ سرحد میں مربیان سلسلہ، پشاور اور صوبہ پختونخواہ کے 39 مخلصین کا ذکر خیر، 91 مرحومین کا ذکر خیر، 11 حیات مخلصین کے تذکرے، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کا پیغام، صوبہ پختونخواہ میں 24 شہداء احمدیت کا ذکر خیر، صوبہ سرحد میں بعض غیر اسلامی رسومات اور ہمارا فرض، حرف آخر از ناشر، تعارف مصنف اور تعاوف ناشر وغیرہ اس کتاب کی زینت ہیں۔

فہرست مضامین کے بعد بانی سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پانچوں خلفائے کرام، صحابہ کرام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، امراء اور صدر صاحبان، شہداء احمدیت، صوبہ سرحد میں پشاور و دیگر جماعتوں میں قیام کرنے والے اور دورہ جات کرنے والے مبلغین کرام، صوبہ کی معروف شخصیات، اجتماعات خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ، صدر صاحبان انصار اللہ مرکزیہ ربوہ کے دورہ جات پشاور، جلسہ سالانہ ہائے پشاور، کارکنان جلسہ کی تصاویر اور بعض دیگر متفرق تصاویر جن کی کل تعداد 73 ہے، شامل اشاعت ہیں۔

یہ ایک ایمان افروز، دلوں کو گرمانے والی اور روح کو وجد میں لانے والی تصنیف ہے۔ ایسی ایسی باتیں اور حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ہماری جماعت میں ایسے ایسے گنج ہائے گراں مایہ پیدا ہوئے جنہوں نے قوم و ملت کی بے لوث خدمت کی، کوئی ڈاکٹر، کوئی انجنیئ، کوئی پائلٹ، کوئی افسر جیل، کوئی جرنلسٹ، کوئی قیام پاکستان کا سرگرم رکن، کوئی انڈونیشیا کی تحریک آزادی کا پرجوش داعی، کوئی سیاست دان اور مدبر اور کئی ایسے کہ جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ اپنے عقیدہ کی خاطر پیش کر دیا۔ اللہ اللہ! ایسے جاں نثار کسی اور جماعت میں کیسے پیدا ہو سکتے ہیں ماسوا جماعت احمدیہ عالمگیر کے۔ جن احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا ان کا ایمان کتنا راسخ اور ان کا ارادہ کتنا مضبوط تھا، جان سے ہاتھ دھو بیٹھے مگر ایمان کو ضائع نہ ہونے

دیا۔ان میں سے چند ایمان افروز واقعات افادہ عام کیلئے ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:

○۔حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحبؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ علاقہ سندھ کے ریگستان میں راستہ سے بھٹک گئے اور کسی طرف کوئی درخت یا جھاڑی دکھائی نہ دیتی تھی۔ پانی اور سایہ کا نام نشان نہ تھا۔آپ سمجھے بس اسی حالت میں موت وارد ہو جائیگی۔اسی کیفیت میں تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے اور آپ سے یوں مخاطب ہوئے:''جوان راستہ بھول گئے ہو؟ تب انہوں نے سمت واضح کرتے ہوئے فرمایا بس اسی طرف چلتے جاؤ۔ یوں آپ ریگستان سے زندہ سلامت گھر آ گئے۔آپؓ فرماتے تھے کہ یہ دراصل خضر تھے جنہوں نے ظاہر ہو کر مجھے راستہ دکھایا۔

○۔حضرت مولانا غلام حسن خان پشاوریؓ (1852-1943) کو برٹش حکومت کی طرف سے خان بہادر کا خطاب دیا گیا تھا۔ یہ آپ کی اسلامیہ کالج کی تعمیر وترقی کی خدمات پر دیا گیا تھا۔آپ سالہا سال پشاور میونسپل کمیٹی کے نائب صدر رہے اور کچھ عرصہ اعزازی مجسٹریٹ بھی رہے۔اپنی دیانت اور عدالت کی بناء پر بہت اچھی شہرت رکھتے تھے۔ایک عرصہ تک صوبہ سرحد کے محکمہ تعلیم میں ٹیکسٹ بک سوسائٹی کے ممبر بھی رہے۔مولانا کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ ہی کے ذریعہ افغانستان میں احمدیت کا نفوذ ہوا تھا۔آپ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کے خسر محترم تھے۔

○۔حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ (1884-1963) کو خدا تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اردو، فارسی اور پشتو زبانوں پر عبور حاصل تھا اور ان میں نثر اور نظم بلا تکلف لکھتے چلے جاتے تھے۔ان کو چھوٹی بڑی 100 کتابیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

○۔حضرت مولوی معین الدین صاحبؓ (1865-1950) نے قادیان سے واپس آنے کے بعد اپنے گاؤں موضع کوٹ جونگڑا میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آپ کو قتل کرنے کے

منصوبے بنائے گئے۔ایک موقعہ پر ایک شخص ان کے پاس آیا اور معافی مانگنے لگا۔پوچھنے پر اس نے افشا کیا کہ اس کو قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا مگر راستہ میں اس کا ٹانگہ دو دفعہ الٹ گیا۔اسلئے وہ اس برے ارادے سے باز رہا اور معافی کا طلبگار تھا۔

○۔حضرت مرزا غلام رسول صاحبؓ (1883۔1949) نے جج کے ریڈر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت شروع کی۔آپ نے اس کام کو پوری دیانت داری اور محنت سے کیا جس کی بناء پر افسران آپ کے معتقد تھے اور آپ کے اخلاق کے دلی طور پر معترف تھے۔صوبہ سرحد کی اہم شخصیات خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ، سردار عبدالرب نشتر، سردار اورنگزیب (مشہور مسلم لیگ لیڈر) نے اپنے کیریئر کا آغاز آپ کے زیر اثر کیا اور آپ کو عزت سے نگاہ سے دیکھتے تھے۔

○۔ مکرم مولوی محمد الیاس صاحب (1874-1948) کو ایک دفعہ ریاست قلات کے چیف جسٹس اخوندزادہ عبدالعلی خان نے مجمع میں کہا کہ آپ خود اتنے بڑے عالم دین ہیں اور معزز خاندان کے فرد ہیں۔کیا آپ کو پورے صوبہ میں کوئی روحانی پیر نہ ملا جو آپ نے ایک پنجابی مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی؟ آپ نے جواب دیا کہ میں زندہ خدا کی تلاش میں ہر مذہب وملت کے لوگوں کے پاس گیا۔تمام علماء بشمول مسلمان علماء کرام نے جواب دیا کہ خدا اب کلام نہیں کرتا۔اس نازک موقع پر ان کو صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی آواز سنائی دی کہ ہاں خدا اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔اس بناء پر انہوں نے ان کی بیعت کی اور یہ روحانی نعمت ان کو ملی ہے۔آپ نے اخوندزادہ اور تمام لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا: میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کوئی ہے جو دعویٰ کرے کہ خدا اس سے بولتا ہے۔

○۔خان بہادر سعد اللہ خان (صوبیدار میجر ولادت 1902) کے پاس معاند احمدیت قاضی احمد جان مع چند افسران ایک جرگہ کی صورت میں آیا اور کہا خان صاحب ہم کو یہ سن کر، کہ آپ

احمدی ہو گئے ہیں، سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوا گر آپ توبہ کر لیں۔ خان بہادر صاحب نے جواب دیا کہ جب میں آپ کی طرح تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ صاحبان کی مہربانی سے نہ نماز پڑھتا، نہ تہجد نہ قرآن کریم سے کوئی تعلق تھا۔ سارا دن تاش اور شطرنج میں گزرتا اور لڑکے آ کر ناچتے۔ خدا بھلا کرے احمدیت نے اس گندی زندگی سے بیزار کرا کر پابند نماز و تہجد کیا اور درس قرآن کا شوق دلایا۔ اگر دین یہ نہیں جو احمدیت کے ذریعہ حاصل ہوا اور وہ تھا جو میں آپ لوگوں کی رفاقت میں اختیار کر چکا تھا تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔ لوگ شرمند ہو کر چلے گئے۔

○۔ مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب بہت مخلص اور جماعت کیلئے اپنے وقت اور مال کی قربانی کرنے والے بزرگ تھے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ آپ جماعت کیلئے مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ پشاور جماعت کے چندہ جات میں اچانک کمی آ گئی تو مرکزی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب وفات پا گئے ہیں۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے عزیز احمد صاحب کو حضرت مصلح موعودؓ نے کمال شفقت سے اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا بھائی بنایا تھا۔ ان کی اولاد میں سے مبشر احمد خان صاحب ایک عرصہ تک جماعت امریکہ کے جنرل سیکرٹری رہے، اس وقت امریکہ میں کامیاب مشنری اور مربی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

○۔ مکرم عبدالقدوس خان صاحب (1919-1979) میٹرک کے بعد انڈین پوسٹل سروس میں ملازم ہو گئے۔ گوادر میں دو برس تک رہے۔ اس دوران ملک تقسیم ہو گیا۔ گوادر پر سلطان مسقط کی عملداری تھی۔ گوادر کے 1952ء میں پاکستان کا حصہ بننے میں خان صاحب نے کلیدی کردار ادا کیا۔ جبکہ ہندوستان نے اس کیلئے سرتوڑ کوشش کی تھی۔ اس کے بعد حکومت پاکستان نے آپ کو انٹیلی جنس آفیسر کے فرائض سونپ دئے جو آپ نے خوش اسلوبی سے اپنی ملازمت کے علاوہ سرانجام دئے۔

○۔ مکرم سید شاہ محمد صاحب صوبہ سرحد کے ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن کو دین کیلئے زندگی وقف کرنے کے بعد تبلیغی میدان میں شاندار خدمات کی توفیق ملی۔ ان میں مکرم شاہ صاحب اور مکرم امام بشیر احمد رفیق خان صاحب مرحوم قابل ذکر ہیں۔ 1936ء میں سنگاپور میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد انڈونیشیا میں تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ آپ کو انڈونیشیا کی تحریک آزادی میں بھی وافر حصہ لینے کی توفیق ملی۔ آپ انڈونیشیا کے پہلے صدر سوئیکارنو کے تحریک آزادی کے زمانہ میں اس کے قریبی ساتھیوں اور سرگرم کارکنان میں سے تھے۔

○۔ مکرم صاحبزادہ سید شاہ عبداللہ صاحب سابق سکرٹری امور عامہ نوشہرہ کینٹ جماعت احمدیہ کے مخلص فرد تھے۔ جوانی کے دور میں معاشی تنگی اور مناسب رہنمائی نہ ہونے کے باعث آپ نے جرائم کی دنیا کا رخ کیا اور شاہ جی ڈاکو کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علاقہ غیر اور صوبہ سرحد کے لوگ آپ کی دہشت سے خوف کھاتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے رہنمائی کے خود سامان فرمائے۔ نظام جماعت سے وابستگی اور خلافت احمدیہ کے ساتھ محبت و عشق تھا۔ نوافل، نماز تہجد کی ادائیگی اور چندوں میں باقاعدگی تھی۔

○۔ مکرم حاجی بختیار احمد صاحب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ مکہ میں ایک انڈونیشن عورت ان کو اپنے ملکی حجاج کے پاس لے گئی۔ حاجی صاحب حیران تھے کہ یہ ان کو کہاں لے جا رہی ہے۔ وہاں پہنچ کر اس عورت نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ امسال صرف دو لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ پھر حاجی بختیار کی طرف اشارہ کر کے ان میں سے ایک شخص یہ ہے جس کے متعلق خدا نے مجھے بتایا کہ اس کا حج قبول ہوا ہے۔ احمدیت کی زندہ تصویر تھے۔ آپ کئی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوئے۔ ان میں سے ایک معروف شخصیت وارث خان کی تھی جو پشتو فلموں کے مشہور کردار اور فنکار تھے۔ حاجی صاحب کے ذریعہ انہوں نے احمدیت قبول کی، اور تمام لغویات سے توبہ کر لی۔

○۔ مکرم محمد وارث خان صاحب بہت بہادر انسان تھے۔1953ء میں مولوی صاحبان نے اعلان کیا کہ جو کسی احمدی کو قتل کرے گا وہ سیدھا بہشت میں جائیگا۔ایک روز صبح سویرے اٹھے اپنا پستول لیا، چند کارتوس لئے اور اپنی مسجد کے امام الصلوٰۃ کے گھر پہنچ گئے۔دروازہ پر دستک دی، امام صاحب نکلے تو کہا آپ نے فرمایا ہے جو شخص احمدی کو قتل کو کرے گا وہ سیدھا بہشت میں جائیگا۔آپ مجھے قتل کر دیں اور سیدھے بہشت میں چلے جائیں۔کسی اور کو یہ ثواب حاصل نہ کرنے دیں۔امام الصلوٰۃ نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔

یاد رہے کہ اس کتاب کی دوسری جلد زیر طبع ہے اور عنقریب احباب کے ہاتھوں میں آنے والی ہے۔اس جلد میں کافی سارا نیا مواد شامل کیا گیا ہے جو جلد اوّل میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔نیز بعض احباب نے جلد اوّل میں بعض اصلاحات اور خامیوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔اسی طرح صوبہ سرحد کے اہم ضلع ہزارہ کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا جاسکا تھا۔اس لحاظ سے جلد اوّل اور جلد دوم دونوں صوبہ پختونخواہ میں تاریخ احمدیت کو مکمل طور پر محفوظ کرنے کی بہترین کاوش ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آنے والی نسلیں اپنے آباء واجداد کے کارنامے پڑھ کر فخر محسوس کریں گی۔

غرضیکہ ''احمدیت کا نفوذ'' کی دونوں جلدیں صوبہ پختونخواہ کا معرکتہ الآراء Who's Who ہے جس میں تین سو سے زیادہ احباب جماعت کی سوانح، ان کے کارنامے، ان کے اہل و عیال، ان کی نسلوں کا ذکر بڑے احسن رنگ میں محفوظ کیا ہے۔ہمیں اُمید ہے کہ پڑھنے والے اس سے کماحقہ مستفیض ہو کر اس میں مزید اضافے کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم محمد اجمل شاہد صاحب اور مکرم شمس الدین اسلم صاحب کو جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ کی تاریخ اور ایمان افروز واقعات کو محفوظ کرنے کی جزائے جزیل دے۔ آمین۔

○○

مطبوعات از مؤلف محمد اجمل شاہد

1- پولوس-موجودہ عیسائیت کا بانی

اس کتاب میں نئے انداز اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ عیسائیت کا بانی، حضرت مسیح علیہ السلام نہیں، بلکہ پولوس ہے۔عیسائیوں میں تبلیغ کیلئے اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔آخر میں ایک باب میں مارمنزم کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ھدیہ : 3 ڈالر

2- ملاحظات نیاز فتحپوری

پاک و ہند کے مشہور نقاد اور ماہنامہ نگار لکھنؤ و کراچی کے بانی علامہ نیاز فتح پوری صاحب کی طرف سے جماعت احمدیہ کیلئے تنقیدی مضامین کا مجموعہ۔غیر از جماعت افراد میں تبلیغ کیلئے لاجواب کتاب ہے۔ھدیہ : 5 ڈالر

3- تعبیر الرویاء (انگریزی)

علامہ ابن سیرین کی مشہور خوابوں کی تعبیر کے متعلق کتاب کا انگریزی ترجمہ۔ھدیہ: 5 ڈالر

4- احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخواہ (سابق صوبہ سرحد) میں-جلد اوّل

یہ کتاب صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں احمدیت کے معجزانہ نفوذ اور تدریجی ترقی کی عکاسی کرتی ہے۔ ھدیہ : 6 ڈالر

5- سانحہ ٹوپی

یہ کتاب 1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف خاص طور پر صوبہ سرحد کے علاقہ ٹوپی ضلع صوابی کے حالات پر مبنی ہے۔ان واقعات کو پڑھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔
ھدیہ : 3 ڈالر

6- سانحہ ٹوپی - نقش ثانی

مکرم صوبیدار عبد الغفور صاحب کی بیٹی مکرمہ امتہ القیوم خان صاحبہ، جو اس سانحہ میں اپنے خاندان کے ساتھ شامل تھیں، نے اس سانحہ کے بہت ہی دلآویز اور ایمان افروز چشمدید حالات قلمبند کئے ہیں۔ ھدیہ : 2 ڈالر

7- علامہ نیاز فتحپوری اور جماعت احمدیہ

علامہ صاحب موصوف کے وہ مضامین جو انہوں نے اپنے مؤقر ماہوار جریدہ 'نگار' میں ملاحظات کے عنوان سے جماعت احمدیہ کے متعلق سپرد قلم کئے۔ یہ ملاحظات نیاز فتحپوری کا دوسرا یڈیشن ہے۔ ھدیہ : 5 ڈالر

8- ہومیوپیتھی - تمام افراد خانہ کیلئے (انگریزی)

خاندان کی تمام اہم تکالیف اور بیماریوں کیلئے ہومیوپیتھی ادویات تجویز کی گئی ہیں۔ ھدیہ : 2 ڈالر

دو قابل قدر تصانیف

صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب ابن صاحبزادہ حافظ سید محمد طیب لطیف صاحب نے اپنے والد محترم کے متعلق ایک کتاب ''حیات طیب'' چند سال قبل شائع کی تھی۔ حال ہی میں اب انہوں نے اپنے بزرگوار دادا جان حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے متعلق ایک بڑی مبسوط اور عمدہ کتاب ''سید الشہداء'' شائع کی ہے۔ دونوں کتب انتہائی ایمان افروز واقعات سے لبریز ہیں۔ 'حیات طیب' دوصد صفحات اور 'سید الشہداء' پونے چارصد صفحات پر مشتمل ہے۔ طباعت بہت عمدہ ہے۔ ان کا مطالعہ احباب جماعت کیلئے از بس ضروری ہے۔ یہ کتب احمدیہ کتب خانہ واشنگٹن سے دستیاب ہیں۔ ھدیہ حیات طیب : 5 ڈالر ۔ ھدیہ سید الشھداء :7ڈالر

○○